تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ

محمد امین شاہ قادری گیلانی

عظیم پبلشنگ ہاؤس ۰ خیبر بازار پشاور

Marfat.com

Marfat.com

5026

تذکرۂ مشائخِ قادریہ حسنیہ

محمد امیر شاہ قادری گیلانی

عظیم پبلشنگ ہاؤس ○ خیبر بازار پشاور

Marfat.com

Marfat.com

۷۸۶
۹۲

تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ

(فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی

(سجادہ نشین) یکہ توت - پشاور

ذخیرہ

عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار پشاور

Marfat.com

81384

بار اوّل ———— ۱۹۷۲ء

مطبع ———— اُردو ڈائجسٹ پرنٹرز لاہور

کتابت ———— محمد شفیع ظہیر چوہان

قیمت ————

☆

Marfat.com

ذخیرہ
جناب صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی • لاہور پاکستان •

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	پیش لفظ از جناب شیخ عبدالحمید صاحب سابق جج ہائیکورٹ	
۱	عزت مآب حضرت سیدنا عبداللہ شاہ صحابی رحمت اللہ علیہ	۱۳
	تبلیغ اسلام، صحابی ہونے کی وجہ تسمیہ، سلسلہ بعیت، تاریخ وصال۔	
۲	ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ بغدادی ثم پشاوری	۲۶
	اسم مبارک۔ نسب عالی۔ ولادت باسعادت۔ تعلیم وتربیت۔ سلسلۂ بعیت۔ مجاہدہ سفر۔ شادی۔ سفر کابل۔ اخلاق۔ عفو وکرم۔ استغنائے قلبی۔ توجہ، صفائی قلب وکشف۔ کرامات۔ وفات	
۳	زینۃ الاصفیا حضرت شاہ محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری خانیاری (کشمیر)	۶۵
	میر وزیر شاہ۔ جناب لطف اللہ شاہ۔ جناب فضل اللہ شاہ۔ سید عبدالقادر۔ سید محمود۔ سید غلام شاہ آزاد۔ میر سید بزرگ شاہ۔ سید حسن۔ سید علی (سید مقبول شاہ گیلانی)	
۴	شیخ العلماء جناب سید زین العابدین صاحب سلطان پوری (ہزارہ)	۷۳
	جناب میر حبیب شاہ صاحب۔ میر اسمٰعیل شاہ صاحب۔ سید شاہ عبداللہ صاحب۔ میر اسحٰق شاہ صاحب۔	
۵	عمدۃ المفسرین شیخ المحدثین قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت العلامہ سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ قادری لاہوری بن جناب سید حسن بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری۔	۷۷
	اسم شریف۔ ولادت باسعادت۔ تعلیم وتربیت۔ حصول سلوک۔ منشور خلافت۔ ترجمہ منشور خلافت۔ سفر۔ سفر کشمیر۔ استغنائے قلبی۔ درس تعلیم وتعلیم سلوک اور تبلیغ اسلام۔	

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	تصانیف ۔ کرامات ۔ وفات ۔ خلفاء ۔	
۱۰۱	حضرت علامہ شیخ الطریقت پیر سید عابد شاہ صاحب سید رسول شاہ صاحب ۔ سید اکبر شاہ صاحب ۔ سید اصغر شاہ صاحب ۔ سید مقبول شاہ صاحب ۔ سید محی الدین المعروف سید غلام شاہ صاحب ۔	۶
۱۰۶	حضرت علامہ کبیر سید موسیٰ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۷
۱۰۸	حضرت شیخ العلماء والفقراء سید عیسیٰ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۸
۱۱۰	حضرت زبدۃ العارفین شاہ غلام صاحب المعروف بہ آغا میرجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید محمد شاہ صاحب ۔ سید عبداللہ شاہ صاحب ۔ سید کرامت اللہ شاہ صاحب ۔ سید امر اللہ شاہ صاحب ۔ سید سعید احمد شاہ صاحب ۔	۹
۱۱۴	جناب آغا سید فقیر شاہ صاحب ———— سید مقبول شاہ صاحب سید گل باد شاہ صاحب ۔ سید مبارک شاہ ۔ الحاج سید محمد باسط شاہ صاحب ۔ سید میر باد شاہ صاحب ۔ سید غلام شاکر صاحب المعروف کالا شاہ صاحب ۔	۱۰
۱۱۹	حضرت آغا سید پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید امیر شاہ صاحب ۔ سید قلندر شاہ صاحب ۔ سید سعید احمد شاہ صاحب ۔ حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب ۔ سید نور احمد شاہ صاحب ۔ سید شبیر احمد شاہ صاحب ۔ سید حکیم احمد حسین صاحب ۔ (فقیر) سید محمد امیر شاہ صاحب ۔ سید قمر الزمان صاحب ۔ سید اختر الزمان صاحب چشتی ۔ سید انور شاہ صاحب ۔ سید اصغر زمان شاہ صاحب ۔	۱۱
۱۳۵	حضرت آغا سید سکندر شاہ صاحب قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ آغا سید محمد سعید جان صاحب ۔ سید حسن سعید صاحب ۔ سید علی سعید صاحب ۔ آغا تجمل حسین صاحب ۔ سید احمد شاہ صاحب ۔ سید علی جواد صاحب ۔ قدوۃ السالکین سید تشریف حسین	۱۲

Marfat.com

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	صاحب شاکر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۔ سید محی الدین عاید المعروف فوزی القادری الگیلانی	
۱۴۸	زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سید شاہ میر صاحب قادری منظفر آبادی سید میر حسین شاہ صاحب ۔ سید محمد شاہ صاحب ۔ سید اسد اللہ شاہ صاحب ۔ سید محمود شاہ صاحب ۔ سید ولایت شاہ صاحب ۔ سید سعادت شاہ صاحب ۔ سید سخاوت شاہ صاحب ۔ سید عنایت شاہ صاحب ۔ سید ہدایت شاہ صاحب ۔	۱۳
۱۵۳	حضرت صوفی باصفا سید محمد یوسف شاہ صاحب قادری سید احمد شاہ صاحب ۔ سید اسماعیل شاہ صاحب ۔ سید یعقوب شاہ صاحب ۔ سید اکبر شاہ ثانی ۔ سید مقبول شاہ صاحب ۔ سید سکندر شاہ صاحب ۔ سید چن بادشاہ صاحب ۔ سید شیر بادشاہ صاحب ۔ سید حسن شاہ صاحب ۔ سید ولی شاہ صاحب ۔ سید چن بادشاہ صاحب سید اقبال شاہ صاحب ۔ سید میر احمد شاہ صاحب المعروف چن بادشاہ صاحب ۔ سید پیر احمد شاہ صاحب ۔ سید لعل شاہ صاحب ۔ سید سعید بادشاہ صاحب ۔ سید پھلن بادشاہ صاحب، سید منور شاہ صاحب ۔ سید کرم علی شاہ صاحب ۔ سید بزرگ شاہ صاحب، سید اشرف شاہ صاحب ۔ سید محبوب شاہ صاحب ۔	۱۴
۱۶۰	قدوۂ اہلِ صفا حضرت سید میر شاکر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید میر اچھے شاہ صاحب ۔ سید امام علی شاہ صاحب ۔ سید امیر حیدر شاہ صاحب ۔ سید شاہ ولایت صاحب ۔ سید حاجی امیر شاہ صاحب ۔	۱۵

☆

Marfat.com

پیش لفظ

از جناب شیخ عبدالحمید صاحب۔ سابق جج ہائی کورٹ وسابق سیکرٹری و رکن وزارتِ قانون۔ پروفیسر ایمریٹس پشاور یونیورسٹی

جن مُقدّس ہستیوں کے حالات کا بے بہا ذخیرہ جناب سیّد محمّد امیر شاہ صاحب گیلانی القادری نے اس کتاب میں فراہم کیا ہے۔ مجھ جیسے گنہگار کا اس کا پیش لفظ لکھنا صرف بے ادبی نہیں، بلکہ گناہ کے مترادف ہے۔ لیکن جناب سید محمّد امیر شاہ صاحب گیلانی القادری کا ممنون ہوں کہ اُنہوں نے مجھے یہ شرف بخشا۔ چونکہ میں اس خاندانِ عالیہ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور بے حد فیض یافتہ ہوں۔ اِس وجہ سے غالباً نظرِ انتخاب اس غلام پر پڑی۔ علاوہ ازیں اِس خاندانِ عالیہ کی چند آخری مقدّس ہستیوں سے میرا ذاتی تعلق بھی رہا ہے۔ اور اُن کے حالات سے ذاتی واقفیت بھی رکھتا ہوں نیز اُن کے فیض حاصل کرنے کے مواقع بھی میسّر رہے لہٰذا اِس وجہ سے اگر اپنے آپ کو کچھ عرض کرنے کا مُستحق سمجھوں تو میرا حق قابلِ قبول بھی ہو سکتا ہے۔

جناب حضرت سیّد عبداللہ شاہ صاحب الگیلانی القادری المشہور بہ اصحابی جن کا مزارِ اقدس ٹھٹھہ میں ہے۔ جو کراچی سے تقریباً پچاس میل دُور ہے۔ اشاعتِ اسلام و تبلیغ درسِ غوثیہ وقادریہ کے لئے اپنے آبائی و اجدائی وطن کو چھوڑ کر ہندوستان تشریف لائے۔ اولادِ جناب حضرت غوث پاک کا زندگی میں یہی مشن رہا کہ بغداد شریف کو چھوڑ کر اسلام اور سلوک کی تبلیغ کے لئے دُور دراز ملکوں میں سفر اور قیام فرماتے اور مسلمانوں کی ظاہری اور باطنی تطہیر فرماتے رہے یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور آج بھی آپ حضرت غوث پاک کی اولاد کو افغانستان، پاکستان،

Marfat.com

بلوچستان اور تمام قبائلی علاقوں میں اس مشن میں مشغول پائیں گے۔

میں جب کراچی میں وزارتِ قانون میں ڈپٹی اور جائنٹ سیکرٹری تھا، تو اس آٹھ سال کے عرصہ میں تقریباً ہر ماہ مزارِ اقدس پر ٹھٹھہ جاتا رہا اور عقیدتمندوں کو دنیاوی اور دینوی ظاہری اور باطنی فیوضات سے مالامال ہوتا پاتا رہا۔ میمن قوم کے بزرگوں سے یہی سنتا رہا کہ اس قوم کو جو اللہ تعالےٰ نے دولتِ اولاد اور حسن عطا فرمایا ہے وہ ان ہی مقدس ہستی کی دعا و برکت سے حاصل ہوا ہے۔ اگر انہوں نے باطنی دولت کی استدعا کی ہوتی تو یقیناً وہ بھی انہیں حاصل ہوتی مگر وہ دولتِ اولاد اور حسن کے خواہشمند رہے۔ اور وہ آج تک انہیں بدرجۂ اتم حاصل ہے۔ مگر باطنی طہارت کا مشن جناب حضرت سیّد عبداللہ شاہ صاحب صحابی الگیلانی القادری نے اپنے ذمّہ لیا اور اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے جدِّ امجد کا یہ ورثہ مسلمانوں تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان مقتدر ہستیوں کے ذکر سے اس کتاب کے اوراق پُر ہیں۔ جناب سیّد حسن الگیلانی القادری جن کا مزار شریف پشاور میں ہے، اور سیّد شاہ محمد غوث صاحبؒ جن کا مزار شریف لاہور میں ہے، اور جناب فاضل شاہ صاحب جن کا مزار شریف کشمیر میں ہے وہ آج تک باطنی فیوضات سے اُن عقیدتمندوں کو نوازتے رہتے ہیں جن کو ان فیوظات کی طلب ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اور اُس کے عاشقوں کا عشق مقصودِ زندگی ہے اور اللہ تعالےٰ کے عاشق اپنے اُس عشق سے اُن کو جلاتے رہتے ہیں۔ بمصداقِ شعر ؎

”مرا باشست ہر دم تازہ عشق
ترا ہر ساعتے حُسنِ دگر بار“

یہ اہلِ پشاور اور اہلِ سرحد کی خوش قسمتی ہے کہ فیوظاتِ باطنی کے بہت سے سرچشمے پشاور میں موجود ہیں اور طالبان کی تشنگی کے لئے سیرابی کا سرمایہ موجود ہے۔ اُن کا ذکر فرداً فرداً اس کتاب نے مُہیا کر کے طالبانِ حق کی درسِ سلوک کی ایک گرانقدر خدمت کی ہے۔

مجھے ذاتی طور پر ایامِ بلوغت سے آج تک اس سلسلہ کے چند بزرگ ہستیوں سے

Marfat.com

بلا واسطہ تعلق رہا ہے اُن میں سیّد سکندر شاہ الگیلانی القادریؒ سیّد سعید احمدؒ شاہ صاحب الگیلانی القادری، سیّد سعید جان صاحب الگیلانی القادری جن سے میری بیعت ہے، اور سیّد تجمل حسین شاہ صاحب الگیلانی القادری اور سیّد محمدؒ زمان شاہ صاحب الگیلانی القادری کی خدمت میں حاضری اور رہنے کے بہت سے مواقع ملتے رہے۔ اُن کے باطنی فیوضات کا دروازہ ہر اُس شخص کے لئے کھلا رہتا تھا جو اُن کا صحیح طالب تھا۔

جناب سیّد سکندر شاہ صاحبؒ سے میرے والد صاحب کی بیعت تھی۔ اور وہ تاحیات روزانہ بعد از نمازِ فجر ذکر اور ختم اوراد کے لئے اُن کے مکان پر جاتے تھے اور میں بھی کبھی کبھی اُن کے ساتھ جاتا تھا (جس میں رقّت پذیر ذکر بالجہر بھی شامل تھا) جو رقّت اُس وقت لوگوں پر طاری ہوتی تھی وہ حدِ بیان سے باہر ہے۔ میں تقریباً گیارہ برس کا تھا تو علاوہ روزانہ حاضری کے جناب حضرت سیّد سکندر شاہ صاحبؒ اور اُن کے صاحبزادگان حضرت سیّد سعید جان صاحب و حضرت سیّد تجمل حسین صاحب کی خدمت میں دو موسم گرما کوہ مری میں گزارے۔ جناب سیّد سکندر شاہ صاحبؒ کا چہرہ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ کوہ مری کی مال روڈ پر مسلمان کیا ہندو بھی بہت دیر تک کام اور چلنا پھرنا چھوڑ کر اُن کو دیکھتے رہتے تھے۔ اور وہ نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیتے تھے۔ میرے والد صاحب کو اُن کے ساتھ بہت سفر کرنے کا اتفاق رہا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دہلی، لاہور، آگرہ، اجمیر شریف جہاں تشریف لے جاتے تھے۔ اُن کے ہمراہ بہت سے مُرید سفر میں رہتے تھے۔ سفر میں وہ خود بھی سامان کی چھوٹی سی چیز اٹھانے پر اصرار فرماتے تھے اور اپنے مُریدوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ خبردار کسی کو نہ کہنا کہ میں پیر ہوں اور تم مُرید ہو۔ مجھے زیارت بنا کر نہ رکھو۔ اور جب موقع آتا تو لوگوں سے یہی فرماتے کہ میرے ہم سفر میرے دوست ہیں۔ اس قسم کا طریقہ حضرت سیّد سعید جان صاحب اور حضرت سیّد تجمل حسین شاہ صاحب کا بھی تھا۔ جن کے ساتھ بھی بہت دفعہ ہم سفر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ موہڑہ شریف کے اس سفر میں جس کا ذکر اس کتاب میں ہے۔ میں بھی حضرت سیّد سکندر شاہ صاحبؒ کے ہمراہ تھا۔ ایک رات وہاں رہے۔ دوسرے روز جب رخصت ہونے سے قبل حضرت پیر صاحب

Marfat.com

موہڑہ شریف سید قاسم شاہ صاحب کی خدمت میں اجازت کے لئے حاضر ہوئے تو اس وقت انہوں نے ہم سب کے کانوں میں کچھ فرمایا۔ راستے میں جناب سید سکندر شاہ صاحب نے باقی ہمراہیوں سے جب دریافت کیا کہ پیر صاحب بزرگوار نے تمہیں کیا کہا۔ تو ہم سب نے کہا کہ انہوں نے فرمایا "اللہ ھو اللہ ھو" کہتے رہا کرو۔ غالباً انہیں بھی یہی فرمایا ہوگا۔ مبتدی اور منتہی کے لئے ایک ہی سبق طریقت اور سلوک میں کہاں تک درست ہے۔

اکثر حضرت سید سعید جان صاحبؒ لوگوں کو بیعت کرنے سے گریز کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ ایک ذمہ داری ہے جو پیر پر عائد ہوتی ہے۔ اور اس کو اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ بیعت انہی کو کرتے جو اس بوجھ کا متحمل ہو سکے۔ جب میرے والد صاحب کے اصرار پر جن کا انہیں بہت احترام تھا۔ مجھے بیعت کا شرف عطا فرمایا، تو فرمایا کہ میرے ہاتھ کو جناب حضرت سید سکندر شاہ صاحب کا ہاتھ تصوّر میں رکھو اور درود شریف پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ میں اس دن کو آج تک روتا ہوں۔ اور اس کی یاد کو آنسوؤں سے سیراب کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اس بوجھ کو اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

خود حضرت غوثِ پاک کی ذات مبارک عشقِ الٰہی و عشقِ رسولؐ، رواداری، سخاوت، اتباعِ سنتِ رسولؐ اور بلند اخلاق کا نمونہ تھی۔ اور یہی طریقہ ان کی اولاد کا بھی رہا۔ بلند اخلاق اور عشقِ الٰہی کے روحانی اثرات سے تسخیرِ قلوب فرماتے رہے۔ "اکل حلال و صدق مقال" اُن کا سیف تھا جناب سید سکندر شاہ صاحبؒ و سید سعید جان صاحب سے میں نے یہی سبق سُنا۔ اور اس کے علاوہ وہ یہ بھی فرماتے تھے "دل بایار و دست بکار"

دل کو جب اللہ کا گھر بنالیا جائے تو انسان کیلئے اس سے زیادہ اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ دل کو اللہ تعالےٰ کا گھر بنانے کیلئے ترکِ دنیا ضروری نہیں۔ صرف اللہ تعالےٰ کو دنیا پر ترجیح دینا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا انسان اور اس کے ماحول یعنی دنیا کو وجود میں لانے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں دنیاوی کاروبار جس میں ہر قسم کی ترقی شامل ہے۔ خداوند تعالےٰ کی منشار

Marfat.com

کا جزو ہے۔ حقیقت میں دنیاوی کاروبار انسان کے اخلاق اور تقویٰ کے لئے اشد ضروری ہے۔ اگر دُنیا ترک کر دی جائے تو اخلاق۔ دیانت، ایمانداری اور تقوے کی کسوٹیاں باقی نہیں رہتیں۔ حرام وحلال میں تمیز کے مواقع پیش نہیں آتے۔ قرآن پاک میں بہت سی آیتیں اس مضمون کی وضاحت میں پائی جاتی ہیں مثلاً

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

"ہم آپ کا امتحان خوف، بھوک، مال، جان اور پھل کے تلف ہونے سے کرتے ہیں۔ اور اُن صابر لوگوں کے لئے بشارت ہے جن کو جب اس قسم کے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو وُہ کہتے ہیں۔ ہم سب اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اُسی کی طرف جانا ہے۔"

ظاہر ہے کہ اگر دُنیا کو ترک کیا جائے تو یہ بشارت حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ بشارت اُن کے لئے ہے۔ جن کے دِلوں میں خداوند تعالےٰ کا مقام دنیا سے بالاتر ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ دل میں دنیا کا درجہ اللہ تعالےٰ سے اُوپر نہ ہو، ہر کام میں اس کی رضا اور منشاء اور خوشنودی اوّل رکھی جائے۔ اکبر الہ آبادی نے بھی اس مضمون کو اس طرح نبھایا ہے ؎

قلزم کی تہہ میں ڈوبو | یا ایئر شپ میں جھولو
جب بھی یہی کہوں گا | اللہ کو نہ بھولو

بزرگانِ غوثیہ و قادریہ یہی درس فرمایا کرتے تھے

"دل بایار و دست بکار"

دِل اللہ تعالےٰ کا گھر اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک خوراک اور زبان پاک نہ ہو۔ خوراک اگر حرام کی کمائی سے پیدا کی گئی ہو تو دِل اور جسم کو پلید کرتی ہے اور زبان

Marfat.com

اگر جھوٹ میں مبتلا ہو تو وہ بھی دِل کو پلید کرتی ہے۔ پلید دِل اللہ تعالےٰ کا گھر نہیں ہو سکتا۔ اُس پاک ذات کا گھر بھی پاک ہونا چاہیئے۔ اِس لئے "اکلِ حلال اور صدق مقال" (حلال کھانا اور سچ بولنا) نہایت ضروری ہے۔ اِس لئے اولیائے کرام خصوصاً حضراتِ غوثیہ قادریہ اِس پر زور دیتے رہے۔

ہمارے مسلمانوں کے مصائب کی بناء "اکلِ حلال وصدقِ مقال" کے فقدان کی وجہ سے ہے۔ اور دِل میں دُنیا کے مفاد کو اللہ تعالےٰ کی رضا پر ترجیح دینے کی وجہ سے ہے۔ افسوس ہے، یہ گراں قدر سرمایہ لوگوں تک پہنچانے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔ اِس لئے آج ہم مسلمان قسم قسم کے مصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔

اُمید ہے کہ اِن بزرگانِ دین و اولیائے کرام کی یاد جن کی پاک مساعی کی یہ کتاب ایک بے بہا داستان ہے لوگوں کے دِلوں میں حُبِّ خدا اور حُبِّ رسول پیدا کرے گی۔ اور دِلوں کو روشن کرے گی۔ اور اِن بزرگوں کے قدموں پر چلنے میں مدد دے گی۔

اِس نیک کام میں جناب حاجی سیّد محمّد امیر شاہ الگیلانی والقادری کا جو اپنے جدِ امجد کی تعلیم کی اشاعت میں روز و شب کوشاں رہتے ہیں، یہ قدم ایک سعیٔ جمیل ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کی مدد فرمائے۔ وَاللہُ المُستَعَانُ علےٰ ما تصِفون ٥

شیخ عبدالحمید

ذخیرہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سیدنا عبداللہ شاہ صاحب صحابی رحمۃ اللہ علیہ

بغدادی ثم ٹھٹوی

حضور غوث الصمدانی محبوب ربانی ہیکل یزدانی قندیل نورانی شہباز لامکانی سیدنا و مرشدنا سید شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے فرزند ارجمند قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت سید عبدالرزاق صاحب رحمت اللہ علیہ کی جو دھویں پشت سے حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین امام الطریقہ قادریہ حسنیہ حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب الملقب صحابی رحمت اللہ علیہ بغداد شریف سے سندھ بمقام ٹھٹہ تشریف لائے، آپ کا شجرہ مبارکہ یہ ہے۔

حضرت سید عبداللہ صاحب بن حضرت سید محمود صاحب بن حضرت سید عبدالقادر صاحب بن حضرت سید عبدالباسط بن حضرت سید حسین صاحب بن حضرت سید احمد صاحب بن حضرت سید شرف الدین قاسم صاحب بن حضرت سید شرف الدین یحیٰی صاحب بن سید بدرالدین حسن صاحب بن سید علاؤ الدین علی صاحب بن حضرت سید شمس الدین صاحب بن حضرت سید شرف الدین یحیٰی صاحب بن حضرت سید شہاب الدین احمد صاحب بن حضرت سید ابو صالح النصر صاحب بن حضرت سید عبدالرزاق صاحب بن حضرت سید السادات غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہم اجمعین۔

Marfat.com

یہ شجرہ مبارکہ اتنا صحیح، مستند اور مشہور ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور تاریخ انساب کی جملہ مستند کتابوں سے اس کی صحت کا ثبوت ملتا ہے، نیز اولیاء سادات کے حالات و سوانح سے متعلق اہم مطبوعات میں بھی بلا کم و کاست یہی شجرہ مبارکہ مرقوم ہے۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جناب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت سید حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا عقد امام مظلوم سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دُختر فرخندہ اختر جنابہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہُوا تھا۔ ان ہر دو بزرگان کرام رضی اللہ عنہما کی اولاد حسنی اور حسینی کہلاتی ہے، اس کے علاوہ حضور غوثِ اعظم سید السادات سید ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رحمت اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں لہٰذا اِن ہر دو بنا پر یہ کہنا انتہائی صائب اور درست ہے کہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت سید عبد اللہ شاہ صاحب صحابی رحمت اللہ علیہ بلحاظ نسب شریف حسنی اور حسینی ہونے کی مقدس خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

عزت مآب حضرت سید عبد اللہ شاہ صاحب المشہور صحابی رحمت اللہ علیہ بغداد شریف (عراق) سے ٹھٹہ (سندھ) تشریف لائے جیسا کہ حضرت شیخ المحدثین سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری بن قطب الاقطاب ابوالبرکات سید حسن صاحب ٹھٹوی ثم پشاوری رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں[1]۔ "وجدّ فقیر سید عبد اللہ از بغداد چوں بملک تہتہ (ٹھٹہ) تشریف آوردند در آنجا بخانہ بعضے سادات متاہل شدند و والدِ فقیر ہمانجا متولّد شدند" یعنی "اس فقیر کے دادا سید عبد اللہ جب بغداد سے ٹھٹہ تشریف لائے تو وہاں کے ایک سادات گھرانے میں آپ نے شادی کی اور اس فقیر کے والد وہاں ہی پیدا ہوئے"۔

حضرت سید محی الدین صاحب المعروف سید غلام صاحب رحمت اللہ علیہ (جو کہ حضرت

---

[1] قلمی رسالہ از حضرت موصوف رحمت اللہ علیہ اسی رسالہ کا ایک قلمی نسخہ یونیورسٹی لائبریری لاہور میں بھی موجود ہے۔

Marfat.com

محدّث جلیل سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کے پوتے اور مرید و خلیفہ مجاز ہیں۔) تحریر فرماتے ہیں[1]۔

"چوں اوشان (سید عبداللہ) بعزم سیاحت از بغداد شریف کہ وطن اصلی آباء و اجداد ایشاں بود بر آمدند اتفاقاً در ملک ٹھٹہ (ٹھٹہ) رسیدند و آنجا بموجب قیدا لماء اشد من قید الحدید چند روز توقف بوقوع آمد مردم آنملک بسیار گرویدہ شدند و معتقد شدند و ہرگز نگذاشتند کہ از انجا بجائے دیگر تشریف فرمایند۔" یعنی "جب آپ (حضرت سید عبداللہ صاحب) اپنے آبائی وطن بغداد شریف سے بغرض سیاحت نکل پڑے تو اتفاق سے ٹھٹہ پہنچے، اور وہاں پر مصداق اس عربی مقولہ کے کہ آب و دانہ کی زنجیریں فولادی زنجیروں سے مضبوط تر ہوتی ہیں قیام فرمایا وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ اور معتقد ہو گئے اور آپ کو کسی دوسری جگہ پر جانے نہ دیا۔

کچھ دن ٹھٹہ میں قیام فرمانے کے بعد آپ (رحمت اللہ علیہ) نے وہاں کے صحیح النسب سادات کے ہاں شادی کر لی جیسا کہ جناب محدّث جلیل عمدۃ الکاملین حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری تحریر فرماتے ہیں[2]۔" درانجا بخانہ بعضے سادات متاہل شدند و والد فقیر ہمانجا متولد شدند"۔ "وہاں کے ایک سادات گھرانے میں آپ نے شادی کر لی۔ اور اس فقیر کے والد وہاں ہی پیدا ہوئے۔"

عالی مرتبت جناب سید غلام صاحب رحمت اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اس جگہ کے لوگ آپ کے گرویدہ ہوئے اور انتہائی عقیدت کی وجہ سے آنجناب کو مستقل طور پر ٹھٹہ ہی میں رہنے پر مجبور کیا فرماتے ہیں[3]۔" پس در خانہ بعضے سادات صحیح النسب کہ متوطن آں ملک بودند متاہل شدند، حق تعالیٰ بایشاں دو فرزند عطا فرمود، یکے را بحضرت حسن، و دوئم را بحضرت سید محمد فاضل نامیدند" لہٰذا آپ نے اسی جگہ کے ایک صحیح النسب سید گھرانے میں شادی کر لی، خداوند بزرگ و برتر نے آپ

---

[1] قلمی رسالہ بنام "خوارق عادات یعنی بعضے کرامات سید حسن صاحب" یہ رسالہ اس فقیر کے پاس موجود ہیں۔ [2] قلمی رسالہ از حضرت موصوف [3] قلمی رسالہ بر خوارق عادات یعنے "بعضے کرامات سید حسن صاحب"۔

Marfat.com

کو دو فرزند عطا فرمائے ایک کا نام سید حسن اور دُوسرے کا نام سید محمد فاضل رکھا"۔

یہاں پر ایک غلطی کا ازالہ کرنا بہت ضروری ہے جو کہ بعض ماضی اور حال کے تذکرہ نویسوں سے ہوئی ہے اور یہ غلطی عدم تحقیق کا نتیجہ ہے۔ جناب اصغر ملک صاحب روزنامہ "مشرق" پشاور مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۷۱ء میں حضرت سید عبداللہ صاحب صحابی رحمت اللہ علیہ کے فرزند ارجمند جناب ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر ایک مضمون لکھتے ہیں جس میں تحریر ہے کہ "حضرت سید حسن کے دادا بغداد شریف سے ٹھٹہ تشریف لائے اور اُنہوں نے یہاں تشریف لانے کے بعد ٹھٹہ کے سادات میں شادی کرلی"۔ اور پھر روزنامہ "مشرق" پشاور مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۷۱ء میں ایک مضمون بعنوان "حضرت سید عبداللہ صحابی" انہی اصغر ملک صاحب نے لکھا۔ جس میں لکھتے ہیں "گجرات سے ٹھٹہ تشریف لائے" قطعاً غلط ہے۔ جناب محترم پیام شاہجہانپوری نے حضرت شیخ الحدیث سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کی زندگی پر ایک کتاب بنام "تذکرہ شاہ محمد غوث" لکھی وہ صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔ "حضرت شاہ محمد غوث کے جدّامجد کے نام اور ہندوستان میں تشریف آوری کا تعین کرتے ہوئے تقریباً تمام تذکرہ نویسوں سے ایک سہو ہوگیا۔ اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے جدِّ امجد کا نام سید محمود قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وُہ بغداد سے ترکِ وطن کرکے سندھ تشریف لائے اور ٹھٹہ میں سکونت اختیار کر لی، چنانچہ لاہور کے مشہور مورخ مفتی غلام سرور "صاحب حدیقتہ الاولیاء" سے بھی یہ سہو ہوا، اور بعد کے تمام تذکرہ نویسوں نے یہ غلط واقع درج کر دیا۔ زمانۂ حال کے ایک تذکرہ نویس مولانا غلام دستگیر نامی مرحوم نے بھی اپنے رسالہ میں حضرت شاہ محمد غوث کے جدّامجد کا نام سید محمود لکھا ہے اور ان کی بغداد سے تشریف آوری کا تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سید محمود، حضرت شاہ محمد غوث کے جدِّ امجد نہیں، جدِّ امجد کے والد گرامی تھے اور وہ کبھی سندھ تشریف نہیں لائے۔ بلکہ بغداد میں رہے اور وہیں فوت ہوئے آپ کے جدِّ امجد کا نام سید عبداللہ تھا اور یہی سید عبداللہ بغداد سے ترکِ وطن کرکے سندھ تشریف

لائے تھے۔ اِن کا مزار آج بھی ٹھٹہ میں موجود ہے اور مرجع خلائق ہے"۔

روزنامہ "مشرق" پشاور مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۷۱ء والے مضمون میں جناب اصغر ملک صاحب لکھتے ہیں۔" ایامِ طفلی ہی سے آپ کو عبادت و ریاضت کا ذوق تھا ابتدائی تعلیم گھر ہی سے حاصل کی، ساری عمر ذکر و فکر اور عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے، شاید اسی شوق کی وجہ سے آپ کو ازدواجی زندگی سے آزاد رہنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ تمام عمر مجرّد رہے"۔

معلوم نہیں کہ صاحبِ مضمون نے یہ غلط فقرہ کس طرح لکھ دیا کہ "تمام عُمر مجرّد رہے"۔ حالانکہ یہی جناب اصغر ملک صاحب ۲۴ جولائی ۱۹۷۱ء کے اسی روزنامہ "مشرق" پشاور میں حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب بن حضرت سید عبداللہ صاحب صحابی رحمت اللہ علیہ پر ایک مضمون تحریر کرتے ہیں۔" حضرت کا اسم گرامی سید حسن صاحب بن حضرت سید عبداللہ گیلانی تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے جا ملتا ہے"۔ معلوم ہُوا کہ جناب سید عبداللہ صاحب نے تجرّد کی زندگی نہیں گزاری تھی بلکہ شادی کی تھی جس سے آپ کی اولاد ہوئی اور ذرا آگے چل کر خود ہی لکھ دیا۔" اور ٹھٹہ ہی میں حضرت سید حسن کی ولادت باسعادت ہوئی" بلکہ آپ کے بھائی جناب سید محمد فاضل صاحب خانیاری (سرینگر کشمیر) بھی یہیں ٹھٹہ میں پیدا ہوئے جناب اعجاز الحق صاحب قدوسی نے تذکرہ صوفیائے سندھ صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ ۱۹۵۸ء پر لکھا۔" ایامِ طفلی ہی سے آپ کو عبادت کا ذوق تھا ساری عمر ذکر و شغل و عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے اور شائد اسی شوق کی وجہ سے آپ کو ازدواجی زندگی سے آزاد رہنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ تمام زندگی تجرّد میں گذاری"۔ (اصغر ملک صاحب نے بھی جناب قدوسی صاحب کی اسی عبارت کو حرف بحرف نقل کیا ہے) مگر جناب قدوسی صاحب نے "تذکرہ صوفیائے سرحد کے صفحہ ۳۸۶ اور صفحہ ۳۸۷ پر حضرت سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے عنوان کے ضمن میں لکھا۔" آپ کا اسم گرامی سید حسن، آپ کے والد کا نام سید عبداللہ گیلانی تھا آپ کا سلسلۂ نسب حسب ذیل واسطوں سے شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی و حسینی سے جا ملتا ہے سلسلۂ نسب یہ ہے :۔

Marfat.com

حضرت سید حسن بن سید عبداللہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسین بن سید قطب العالم بن سید احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید شرف بن سید بدر الدین حسن بن سید علاؤ الدین علی بن سید شمس الدین محمد بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید قطب العالم بن سید صالح النصر بن قطب الدائرہ سید عبدالرزاق بن قطب ربانی غوث صمدانی سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی"۔ (مندرجہ شجرہ مبارکہ میں بعض حضرات کے اسماء کی جگہ قدوسی صاحب نے صرف القاب لکھ دیئے ہیں۔ فافہم) اسی صفحہ پر "پاکستان میں آمد" کے عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں۔ "حضرت سید حسن کے دادا سید محمود بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور انہوں نے یہاں تشریف لانے کے بعد ٹھٹھہ کے سادات میں شادی کر لی"۔ درحقیقت سید محمود صاحب بغداد شریف سے آئے ہی نہیں بلکہ ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمۃ اللہ کے والد ماجد سید عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے ٹھٹھہ آئے، اور انہوں نے یہاں شادی کی، اور ٹھٹھہ ہی میں آپ کے دونوں صاحبزادے جناب سید حسن اور سید محمد فاضل پیدا ہوئے لہٰذا جناب قدوسی صاحب کا یہ لکھنا "اور ٹھٹھہ میں سید حسن کی ولادت باسعادت ہوئی"۔ درست اور صحیح ہے۔

نیز جناب اعجاز الحق صاحب قدوسی تذکرہ صوفیائے پنجاب صفحہ ۵۸۸ بعنوان "شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی" کے حاشیہ ۱ میں تحریر کرتے ہیں۔ "سید حسن پشاوری اپنے والد بزرگوار سید عبداللہ گیلانی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور ان کے دادا سید محمود بغداد سے تشریف لا کر ٹھٹھہ میں سکونت پذیر ہوئے سید محمود کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ سید عبداللہ (صاحب) نے پشاور میں سکونت اختیار کی"۔

جناب حضرت سید عبداللہ صاحب ہرگز پشاور تشریف نہیں لائے بلکہ جناب ابوالبرکات سید حسن بن سید عبداللہ صاحب والد کی وفات کے بعد برصغیر پاک و ہند کا سفر کر کے پشاور میں تشریف فرما ہوئے اور یہ بات جناب قدوسی صاحب نے تذکرہ صوفیائے سرحد صفحہ ۳۸۸

Marfat.com

بعنوان "پشاور میں تشریف آوری" خود تسلیم کی ہے چنانچہ لکھا ہے "حضرت سید حسن اپنے والد کی وفات کے بعد پاک و ہند اور حجاز کا سفر کرنے اور مختلف بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے پشاور تشریف لائے"۔

مندرجہ بالا حقائق کے بعد یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

ا۔ جناب سید محمود صاحب بغداد شریف سے برصغیر پاک و ہند نہیں آئے۔

ب۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود بغداد شریف سے ٹھٹھہ (سندھ) تشریف فرما ہوئے۔

د۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب نے ٹھٹھہ ہی میں شادی کی۔

ہ۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب کے دو فرزند سید حسن اور سید محمد فاضل ٹھٹھہ ہی میں پیدا ہوئے۔

و۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب ٹھٹھہ میں فوت ہوئے۔

ز۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب ہرگز پشاور نہیں آئے

یہ فقیر مضمون لکھ رہا تھا کہ روزنامہ "جنگ" راولپنڈی مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ئہ میں ایک مضمون بعنوان "حضرت عبداللہ شاہ اصحابی (ٹھٹوی) نظر سے گذرا۔ مضمون نویس انعام محمد صاحب ہیں اس مضمون میں تقریباً وہی بات کہی گئی ہے جس کی وضاحت یہ فقیر مندرجہ بالا عبارت میں کر چکا ہے مگر محترم انعام محمد صاحب کو ایک فحش غلطی لگی ہے اور معلوم نہیں کہ وہ کونسی تحریر ہے جس سے اس کو یہ لغزش ہوئی، لکھتا ہے "جن دو حضرات کو غوث اعظمؒ نے خواب میں ٹھٹھہ بھیجنے کا حکم دیا تھا ان میں سے ایک سید عبدالبرکات تھے جن کے بڑے صاحبزادے بھی ہمیشہ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ انہوں نے خصوصاً کشمیر اور پونچھ کے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی اور اسے اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے ہمیشہ سعی فرماتے رہے اور ان کے (سید عبدالبرکات کے) پوتے جو حضرت شاہ محمد غوث کے نام سے مشہور ہوئے، یہ بھی اپنے زمانہ کے نامور بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا مدفن لاہور میں ہے جہاں ہر سال ہزاروں عقیدتمند خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں"۔

افسوس ہے کہ صاحبِ مضمون نے بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے اتنی غلط اور بے سروپا بات لکھ دی۔

پاکستان میں حضرات اولیاء کرام اور خصوصاً خاندانِ گرامی منزلت سید شاہ عبداللہ صحابی رحمت اللہ علیہ بغدادی ثم ٹھٹوی پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اسی طرح ظن، تخمین، غلط قیاس اور افسانوی رنگ میں لکھا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ آنے والا طالب علم جب اِن اولیاء عظام کے بارے میں لکھے گا تو وہ بھی انہی لایعنی اور بے سند باتوں پر یقین کر لیگا جس طرح بغیر کسی قسم کی تلاش و جستجو کے بے اعتبار باتوں پر اعتماد کر کے تذکرہ نویسوں نے غلطیاں کیں اور پھر ایسے محترم اور بزرگ ہستیوں کے متعلق جن کی اولاد صوبہ سرحد، ہزارہ، آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت شیخ المحدثین سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ المتوفی ۱۱۵۲ھ کا رسالہ بنام غوثیہ پشاور سے بہ تصحیح سرآمد علماء دقیقہ اجل حضرت مولانا مولوی نصیر احمد صاحب المعروف میاں صاحب قصہ خوانی باہتمام مرزا محمد صادق صاحب ۹ شعبان ۱۲۸۳ھ میں چھپا جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"وجدِ فقیر سید عبداللہ از بغداد چوں بملک ٹھٹہ تشریف آوردند در انجا درخانہ بعضے سادات متاہل شدند و والد فقیر در آنجا متولد شدند"

حضرت سید شاہ عبداللہ صاحب صحابی، حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب اور حضرت شیخ العلماء سید شاہ محمد غوث صاحب رحمھم اللہ علیہم اجمعین پر لکھنے والوں کو چاہئیے کہ وہ اس خاندان کے بزرگانِ کرام پر قلم اُٹھانے سے پہلے آپ کی اولاد سے اور خصوصاً اس فقیر سے قلمی تحریرات مطالعہ کرنے کے بعد لکھیں اور بغیر تحقیق کے نہ لکھیں تاکہ صریحاً غلطیوں کے مرتکب نہ ہوں۔

تبلیغِ اسلام

آپ ہمیشہ یادِ الٰہی، زہد و عبادت میں منہمک رہتے، مخلوقِ خدا سے یکسو رہتے، اور اگر لوگوں سے ملتے تو وعظ و نصیحت کرتے اور گناہوں سے توبہ کرواتے، آپ کی نظر میں شاہ و گدا، امیر و غریب، سیاہ و سفید سب برابر تھے، مخلوقِ خدا سے محبت و پیار آپ کا خاص وصف تھا، یہی وجہ تھی کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی آپ کی صحبت میں آجاتا تو وہ آپ کے اخلاقِ حسنہ کا گرویدہ ہو کر آپ پر پروانہ وار قربان ہوتا۔ آپ کی استقامت فی الدین، عالی ہمتی اور

Marfat.com

عزم راسخ کی بدولت سندھ کے علاقہ میں گمراہی اور ضلالت یکسر ہدایت و معرفت سے بدل گئی اور آپ نے قوتِ ولایت محمدیؐ کی بدولت بھٹکی ہوئی رُوحوں کو کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ؐ کی دولت سے سرشار فرما دیا۔ آپ اور آپ کے فرزندان ارجمند اور آپ کے پوتوں نے جو مسلک اور ذکرِ الٰہی کا طریقہ حضور سیدنا محبوب سبحانی، قطبِ ربانی، ہیکلِ یزدانی، شہباز لامکانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ سے پہنچا تھا اس کو برصغیر پاک و ہند کے شہر شہر، قریہ قریہ، اور کونے کونے تک پہنچایا۔ میرے جدِ بزرگوار حضرت سید سعید احمد شاہ صاحب قادری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا، ایک بار جناب سید عبداللہ صاحب صحابی مکلی پر معروفِ عبادت تھے کہ برہمنوں کا ایک گروہ دوارکھا اشنان کے لئے جا رہا تھا۔ اُنہوں نے رات کو آپ کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا۔ آپ رحمت اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ بُت پرست ہیں۔ آپ ان لوگوں کے پاس گئے اور توحید کی تبلیغ شروع کر دی۔ انہوں نے کہا کہ بابا ان باتوں کو چھوڑو، اگر واقعی تمہارا رب سب کچھ کر سکتا ہے اور وہی اکیلا مالک و مختار ہے تو ایسا ہو کہ ہم لوگ جب سب سو جائیں تو تمام کے تمام دوارکھا اشنان کر لیں اور جب اُٹھیں تو ہمارے کپڑے بھیگے ہُوئے ہوں تو پھر ہم تمہارے رب کو تسلیم کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ میرا رب تعالیٰ ایسا ہی کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو ان تمام مردوں اور عورتوں نے اسی طرح دیکھا جیسا کہ انہوں نے کہا تھا اور اسی طرح ان کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ صبح نماز سے فارغ ہو کر ان تمام لوگوں کو آپ نے کلمہ توحید سے مشرف فرمایا۔ انہوں نے تین باتوں کے لئے آپ سے استدعا کی، پہلی بات یہ کہ ہماری اولاد کثرت سے ہو، دوسری بات یہ ہے کہ ہم تجارت کرتے رہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ یہ خوبصورتی ہم میں رہے۔ آپ رحمت اللہ علیہ نے فرمایا انشاء اللہ اسی طرح ہوگا۔ اور انہیں یہ حکم دیا کہ جہاں بھی رہو مساجد کو آباد کرو، اور جہاں مسجد نہ ہو، خوب عالیشان مسجد بناؤ۔ اور ان کا جو بڑا تھا اس کا نام عثمان رکھا اس کی تعلیم و تربیت خود بنفسِ نفیس فرمائی اور مرید کر کے اپنا خلیفہ بنایا۔ یہ قوم میمن کہلائی۔" اس خلیفہ صاحب کا مزار بھی آپ کے

Marfat.com

مزار مبارک کے احاطے کے اندر آپ کے قدموں میں ہے۔ غرضیکہ آپ کی تبلیغی مساعی سے سندھ کا چپّہ چپّہ توحیدِ الٰہی کے نُور سے جگمگا اُٹھا۔

صحابی مشہور ہونے کی وجہ تسمیہ

جناب سید عبداللہ شاہ صاحب صحابی رحمت اللہ علیہ کو حضور سیّدِ دو عالم شفیع المذنبین، رحمت اللعالمین، صاحبِ لواءِ حمد، احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قربِ خاص حاصل تھا، آپ کو جس مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہوتی، جس حدیث شریف کی تصیحح کی ضرورت ہوتی آنجناب رحمت اللہ علیہ حضور سرورِ کائنات، ہر مومن پر رؤف و رحیم، اور ہر مومن کے لئے اس کی اپنی جان کے زیادہ قریب پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ عرض کر کے تحقیق فرماتے اور تصیحح کر لیتے، چنانچہ جناب قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین سید غلام صاحب رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "آنحضرت را مرض موت عارض گشت چندگاہ بر بسترِ مرض افتادند، چوں وقتِ آخر در رسید دنفس لشمار آمد فرمودند" یعنی جب حضور سید عبداللہ صاحب کو مرضِ موت لاحق ہوئی، اور آپ کچھ دن بسترِ علالت پر صاحبِ فراش ہوئے جب زندگی کی آخری گھڑی آ پہنچی تو ارشاد فرمایا۔ "ایں خانہ را مفرش سازند و معطّر کنند، چناں کردند" یعنی اس گھر کو خوب اچھی طرح فرش کر دو اور اس کے چپّہ چپّہ کو معطّر کرو۔ "چناں کردند۔" چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق ایسے ہی کیا گیا۔ "پس خانہ را خلوت ساختند و خود با ہر دو فرزندان ماندند۔" اس کے بعد گھر میں خلوت کر دی گئی۔ صرف آپ اور آپ کے دونوں فرزند رہ گئے۔ "ناگاہ می بینند کہ جناب حضرت سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیّات با اصحاب کبار و سبطین مختار و حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہم دراں خانہ حاضر شدند۔" اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اپنے صحابہ کبار، نواسہ گان مختار اور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہم اس جگہ جلوہ افروز ہوئے۔ "ایشاں با ہر دو فرزندگان خود بایستادن و سلام و تحیّت بجا آوردند۔" آپ معہ ہر دو فرزندان (سید حسن د

81384

Marfat.com

وسید محمد فاضل) اُٹھ کھڑے ہوئے اور سلام وتحیت بجالائے "وعرض کردند" اور عرض کی "یارسول اللہ زہے طالع ایں غلام کہ کلبۂ احزان مرا بقدوم میمنت لزدم خود منور فرمودند" یارسول اللہ زہے نصیب کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کے اس غم کدہ کو اپنے قدوم میمنت لزدم سے منور فرمایا۔" ارشاد شد" ارشاد فرمایا کہ "اے فرزند برائے استقبال شما آمدیم" اے بیٹا میں تیرے استقبال کے لئے آیا ہوں۔ "عرض کردند" عرض کیا۔ کہ "یا شفیع المذنبین بندہ نیز مشتاق قدم بوس جناب است وآرزومند دیدار سعادت انتساب" اے شفیع المذنبین! یہ فقیر بھی آنحضور صلی اللہ علیہ کی قدمبوسی کا مشتاق اور دیدار سعادت انتساب کا آرزومند ہے۔" "لیکن از برائے ایں دو غلام زادہ دلم پریشان است کہ احوال آنھا بچہ ساں خواہد انجامید"۔ لیکن اے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ہر دو غلام زادوں کے متعلق پریشان خاطر ہوں کہ ان کا کیا بنے گا۔" "فرمودند خاطر جمع دارید کہ کفیل امور ایشاں مائیم"۔ ارشاد فرمایا کہ تسلی رکھیئے ان کے تمام امور کے ہم خود کفیل ہیں۔ "پس دست جناب سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ را گرفتہ بدست حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سپرد فرمودند کہ تربیت ایں بکنید کہ فرزند شما است"۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کی تربیت کرو یہ تمہارا بیٹا ہے۔ "وایشاں دست ایشاں را گرفتہ بدست جناب حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز دادند کہ غور ایں بذمہ شما است"۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت سید حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور غوث اعظم قدس اللہ سرہ العزیز کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ ان کی دیکھ بھال آپ کے ذمہ ہے جناب عزت مآب سید غلام صاحب تحریر فرماتے ہیں "پس جناب ایشاں می فرمایند کہ دراں وقت حالتے دستم داد کہ از خود بلکہ از عالم خبرم نماند وتا سہ روز بے ہوش ومدہوش بودم چوں بہوش آمدم از حال والد ماجد پرسیدم گفتند ایشاں از سہ روز وصال یافتند ہر چند شمارا حرکت کردیم حرکتے نیافتیم لاچار تجہیز وتکفین نمودہ مدفون ساختیم پس بر تربت ایشاں رفتہ فاتحہ خواندم" کہ پس جناب سید حسن رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ مجھے اپنے آپ کی

Marfat.com

بلکہ تمام جہان کی خبر نہ رہی اور میں تین دن تک بے ہوش اور بے خبر پڑا رہا جب ہوش آیا تو والد گرامی کے متعلق پوچھا مجھے کہا گیا کہ وہ تین دن سے وفات پا چکے ہیں ہر چند آپ کو مطلع کرنے کی کوشش کی گئی مگر آپ سے کوئی حرکت نہ ہوئی۔ مجبوراً ان کی تکفین و تدفین کی گئی۔ اس کے بعد آپ کے مزار پر حاضر ہو کر دعا کی۔ اس واقعہ نے اتنی شہرت عام حاصل کی کہ آپ دنیائے اسلام میں صحابیؓ کے معزز اور محترم نام سے مشہور ہوئے۔

سلسلۂ بیعت آپ کا سلسلہ مبارکہ صرف اور خالص قادریہ ہے۔ آپ اپنے والد محترم سید محمود صاحب سے بیعت تھے، اور صاحبِ مجاز و مُعتقِق ہوئے۔ آپ کے سلسلہ مبارکہ کے تمام کے تمام مشائخ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ تک اپنے اپنے والد کے ہی مرید اور خلیفہ تھے، یہی وجہ تھی کہ سب کے سب حضرات صاحبِ ولایت تھے۔ اور استقامت فی الدین میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ کا سلسلۂ بیعت یہ ہے:۔

حضرت سید عبداللہ صاحب اپنے والد سید محمود صاحب کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ اپنے والد سید عبدالقادر کے اور وہ اپنے والد سیّد عبدالباسط کے اور وہ اپنے والد سید حسین صاحب کے اور وہ اپنے والد سید احمد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شرف الدین قاسم صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شرف الدین یحیٰی صاحب کے اور وہ اپنے والد سید بدرالدین حسن صاحب کے اور وہ اپنے والد سید علاؤالدین علی کے اور وہ اپنے والد سید شمس الدین محمد صاحب کے اور اپنے والد شرف الدین بزرگ صاحب اور وہ اپنے والد سید شہاب الدین احمد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شہاب الدین ابی صالح النصر صاحب کے اور وہ اپنے والد قطب الدائرہ سیّد عبدالرزاق صاحب کے اور وہ اپنے والد سید السادات قطب ربانی غوث الصمدانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہم اجمعین کے مرید و خلیفہ تھے اور

الحمد للہ کہ یہ سلسلہ مبارکہ اس فقیر تک اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ یہ فقیر محمد امیر شاہ قادری[۱]

---

[۱] اس فقیر سگِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو والد گرامی مرتبت نے ۱۹۴۸ء میں حضرت ابوالبرکات سید حسن (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اپنے والد گرامی مرتبت حافظ قرآن سید محمد زمان شاہ صاحب کا مرید و خلیفہ ہے اور وہ اپنے والد سید سعید احمد شاہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید اکبر شاہ صاحب المعروف آغا پیر جان صاحب کے اور وہ اپنے بڑے بھائی سید غلام صاحب المعروف آغا میر جی صاحب کے اور وہ اپنے والد سید عیسیٰ شاہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید موسیٰ شاہ صاحب کے اور وہ اپنے والد سید محمد عابد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شاہ محمد غوث صاحب کے اور وہ اپنے والد سید حسن صاحب کے اور وہ اپنے والد حضرت سید عبداللہ صاحب صحابی رضی اللہ عنہم علیہم اجمعین کے مُرید و خلیفہ تھے۔ اَلحمدُ لِلّٰہ علیٰ ذالِکَ کثیراً کثیراً ٥

تاریخ وصال

حضرت قطب الاقطاب سید عبداللہ صاحب الملقب صحابی رحمت اللہ علیہ کی تاریخ وصال کا تعین بقول حضرت محی الدین صاحب المعروف سید غلام صاحب رحمت اللہ علیہ اس طرح ہے کہ جناب سید عبداللہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ جزائر دریائے شور میں سات برس تک ریاضت و مجاہدات میں مصروف رہے، پھر آپ نے ہند کا سفر اختیار کیا اور جب آپ شاہجہان آباد پہنچے تو اورنگ زیب عالمگیر کی سلطنت کا اوائل تھا۔ یعنی ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۹ء) تھی گویا آپ کی تاریخ وصال ۱۰۶۰ھ میں ہے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون ٥

(بقیہ حاشیہ) رحمت اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقعہ پر آپ کے مزار پر ہی سلسلہ عالیہ قادریہ حسینیہ میں بیعت فرما کر تمام اسباق کی تعلیم دی۔ اور اجازت بھی مرحمت فرمائی اور رسالہ غوثیہ مصنف حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ جیسا کہ ہمارے سلسلہ میں قاعدہ ہے عنایت فرمایا۔ پھر بڑی گیارہویں شریف کے موقعہ پر اپنے دست مُبارک سے دستار عطا فرما کر صاحب سجادہ فرمایا اگرچہ یہ فقیر اس قابل اور لائق نہیں مگر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ، کی نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ الحمد للہ۔

ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ بغدادی ثم پشاوری

اسم مبارک حضور کا نام نامی اور اسم گرامی سید حسن قادری ہے مگر مختلف ممالک میں آپ مختلف ناموں سے مشہور ہیں۔ مثلاً برصغیر ہند و پاک میں آپ کو سید حسن، علاقہ ہائے کشمیر و پونچھ میں شاہ ابوالحسن اور صوبہ سرحد میں سید حسن بادشاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اہل پشاور آپ کو از راہ خلوص و عقیدت "میراں سرکار" کے دلپسند نام سے یاد کرتے ہیں، مؤخر الذکر نام حضور کی اس نسبت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو آپ کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات سے ہے۔

نسب عالی :۔ آپ صحیح النسب سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب پندرہ پشتوں کے بعد حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور اٹھائیس پشتوں کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے شجرہ مبارک حسب ذیل ہے :۔

۱۔ حضرت علی ابن ابی طالب (۲) حضرت امام حسن۔ (۳) حضرت حسن مثنّٰی (۴) حضرت عبداللہ محض (۵) حضرت موسیٰ الجون (۶) حضرت عبداللہ (۷) حضرت موسیٰ (۸) حضرت داؤد (۹) حضرت محمد (۱۰) حضرت یحییٰ زاہد (۱۱) حضرت ابو عبداللہ (۱۲) حضرت ابو صالح موسیٰ (۱۳) حضرت شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی (۱۴) سید عبدالرزاق (۱۵) سید ابو صالح نصر (۱۶) سید شہاب الدین احمد۔ (۱۷) سید شرف الدین احمد یحییٰ (۱۸) سید شمس الدین (۱۹) سید علاؤالدین علی (۲۰) سید بدرالدین حسن (۲۱) سید شرف الدین یحییٰ (۲۲) سید شرف الدین قاسم (۲۳) سید احمد (۲۴) سید حسین، (۲۵) سید عبدالباسط (۲۶) سید عبدالقادر (۲۷) سید محمود (۲۸) سید عبداللہ (۲۹) سید حسن

Marfat.com

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

مندرجہ بالا سلسلۃ الذہب اتنا صحیح، مستند اور مشہور ہے کہ اس کے بارہ میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، تاریخ انساب[1] کی جملہ مستند کتابوں سے اس کی صحت کا ثبوت ملتا ہے نیز اولیائے و سادات کے حالات و سوانح حیات سے متعلق جملہ اہم مطبوعات میں بلاکم و کاست آپ کا یہی شجرہ مرقوم ہے اور اس ضمن میں کسی نوع کے اختلاف کا کوئی اظہار آج تک نہیں کیا گیا۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزند سید حسن مثنیٰ کا عقد حضرت امام حسین کی دختر فرخندہ اختر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہوا تھا اور ان دونوں بزرگوں کی جملہ اولاد حسنی اور حسینی کہلاتی ہے اس کے علاوہ حضور غوث الاعظمؓ کی والدہ ماجدہ حضرت سید الشہداء کی اولاد میں سے ہیں لہٰذا ان ہر دو بنا پر یہ کہہ دینا بے محل نہ ہوگا کہ حضرت سید حسن قادری رحمت اللہ علیہ بلحاظ نسب حسنی اور حسینی ہونے کی مقدس خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

ولادت باسعادت حضرت سید حسن قادری رحمت اللہ علیہ ماہ جمادی الآخر ۱۰۲۳ھ میں ٹھٹہ کے مقام پر کتم عدم سے منصۂ شہود میں آئے جو کراچی سے ۵۲ میل اور جنگ شاہی ریلوے اسٹیشن سے گیارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس شہر کو سندھ کی ملکی اور سیاسی تاریخ میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے متعلق سید غلام صاحبؒ نے اپنے جد امجد حضرت شاہ محمد غوث رحمت اللہ علیہ کی زبانی یوں روایت[2] کی ہے "چون او شان (سید عبید اللہ صاحبؒ) بعزم سیاحت از بغداد شریف کہ وطن اصلی آبا و اجداد ایشاں بود۔ برآمدند اتفاقاً در ملک ٹھٹہ (ٹھٹہ) رسیدند۔ در انجا بموجب قید الماء اشد من قید الحدید، چند روز توقف بوقوع آمد۔ پس در خانہ بعضی سادات صحیح النسب کہ متوطن آں ملک بودند متاہل شدند، حق تعالیٰ بایشان دو فرزند عطا فرمود، یکے را بحضرت سید حسن و دوئم را بحضرت سید محمد فاضل نامیدند۔" قارئین کرام کی سہولت کے لئے اس اقتباس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

---

[1] تاریخ کشمیر عظمی — اسرار الطریقت — تذکرۃ السادات الملقب بہ آل سرور کائنات صـ تاریخ اقوام کشمیر۔

[2] رسالہ "خوارق عادات یعنی کرامات سید حسن صاحبؒ" قلمی

Marfat.com

جب آپ (یعنی آپ کے والد محترم سید عبداللہ صاحب) اپنے آبائی وطن بغداد شریف سے بغرض سیر و سیاحت نکل پڑے۔ تو اتفاق سے "ٹھٹھہ" پہنچے اور وہاں پر مصداق اس عربی مقولہ کے "کہ آب دانہ کی زنجیریں فولادی زنجیروں سے بھی مضبوط تر ہوتی ہیں" توقف و توطن میں آیا۔ یہاں پر آپ نے مقامی صحیح النسب سادات کے ایک گھرانے میں شادی کی، خداوند بزرگ و برتر نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے۔ آپ نے ایک کا نام سید حسن اور دوسرے کا نام سید محمد فاضل رکھا"۔

حضرت سید شاہ محمد غوثؒ نے آپ کی ولادت کے متعلق ایک قلمی رسالہ میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ "جدِ فقیر سید عبداللہ از بغداد بملک ٹھٹھہ تشریف آوردند و در آنجا در خانہ بعضے سادات منسوب شدند والدِ فقیر در انجا متولد گشتند"۔ یعنی "مجھ فقیر کے دادا سید عبداللہؒ بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور وہاں سادات کے ایک گھرانے میں رشتہ کیا۔ مجھ فقیر کے والد وہیں تولد ہوئے"۔

کسی کو کیا معلوم تھا کہ اشاعتِ دینِ متین، علم اور تصوف کی خدمت کا جو فریضہ خاندان قادریہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے یہ نومولود اس کی ادائیگی میں اس عالی ہمتی، ثابت قدمی اور فہم و فراست کا ثبوت دیگا کہ جس کی مثال ڈھونڈھے سے نہ ملیگی، کوئی کیا جانتا تھا کہ آسمان ولایت کا یہ چمکتا ہوا سورج ہند قدیم کے ظلمت کدۂ کفر و شرک کو اپنی نورانی کرنوں سے روزِ روشن میں بدل دیگا۔ اور اپنی قوتِ ایمانی سے لاکھوں ترستی ہوئی روحوں کو نشۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے سرشار کر کے ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیگا! کوئی کیا تصور کر سکتا تھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنّت مطہرہ، حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے نقشِ قدم، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک اور اپنے آباد اجداد کے جادۂ مستقیم پر چلتے ہوئے یہ روشن ضمیر، فقر اور علم کے پھریرے اڑاتا ہوا طول و عرض ہند میں اسلام کی سربلندی کے لئے منزل بہ منزل آگے بڑھتا چلا جائیگا۔ اور اس کی حیات کا ہر لمحہ صرف ذکر الٰہی اور اشاعت دینِ نبوی کے لئے ہی وقف رہیگا۔

نوٹ: حضرت سید حسن قادری کے والد ماجد حضرت سید عبداللہ الملقب بہ شاہ نورالدین جنھیں صوبہ سندھ میں صحابیٔ رسولؐ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بغداد سے تشریف لائے تھے کہ مورخ کشمیر مفتی محمد شاہ سعادت تحریر فرماتے ہیں "اگاعضغ

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت اپنے والد محترم کے زیرِ سایہ ہوئی، چونکہ آپ کا گھر علم وفضل اور فقر وطریقت کا گہوارہ تھا۔ اس لئے آپ نے چھوٹی عمر میں ہی جملہ علوم درسیہ کی تکمیل کرلی، اور ان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کمال استقامت و استقلال سے منازل سلوک وتصوّف طے کرنے میں مصروف ہوگئے، آپ کے والد گرامی نے سلسلہ عالیہ قادریہ کو بلادِ سندھ میں خوب فروغ دیا تھا۔ ہزاروں لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرکے یادِ الٰہی اور سنتِ نبوی پر عامل ہوچکے تھے نیز سینکڑوں افرادِ سلوک، و عرفان کی تکمیل کے بعد بے راہروں کو راہِ نیک دکھانے، اخلاقِ حسنہ اتباعِ سنت نبویؐ اور یادِ الٰہی کی تلقین میں مصروف ہوچکے تھے۔ آپ کے والد اور ان کے خلفاء کا سب سے اہم اور مرکزی اصول، تبلیغ دینِ متین، اشاعت سنّتِ نبویؐ اور دعوتِ ذکرِ الٰہی تھا۔ آپ کے والد گرامی کی خشیّتِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی کوئی آپ کے سامنے خداوند بزرگ و برتر کا اسم مبارک لیتا تو آپ پر رِقّت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسوؤں کے سیلاب اُمڈ پڑتے۔ جناب عنایت اللہ صاحب قادری اکبرآبادی جوکہ آپ کے والد گرامی کے خلفاء میں سے ایک تھے، موصوف نے اپنی زندگی "اُمر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کے لئے وقف کردی تھی۔ آپ متواتر دورہ پر رہتے، بیوؤں کے عقد کرواتے، وعظ ونصیحت فرماتے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے۔ اُنہوں نے ہزاروں لوگوں کو سنّتِ نبویؐ پر عامل کیا۔ "صدقِ مقال" اور "اکلِ حلال"

(بقیہ نوٹ) "سید شاہ عبداللہ کو شاہ نورالدین کے لقب سے یاد کرتے ہیں"۔ سرینگر (کشمیر) میں ایک خاندان سید نورالدین کو شاہ عبداللہ کا بھائی بتلاکر ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ جوکہ بالکل غلط ہے۔ شاہ عبداللہ اکیلے بغداد سے تشریف لائے تھے اور انکا کوئی دوسرا بھائی نہ تھا۔ بعض مصنّفین اور مؤلفین نے آپ کی قبر کی جگہ حجرہ شاہ مقیم بتلائی ہے جو قطعاً غلط ہے۔ آپکے دفن کی جگہ ہمارے خاندان اور آبائے کرام کی کتابوں میں اتنی وضاحت سے درج ہے کہ خاندان کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے۔ حتیٰ کہ حضور کی اولاد کے خاندانی شجروں میں بھی آپکے اسم گرامی کے آگے قبر کی جگہ دکھائی گئی ہے، ایسا اندراج ہمارے اپنے شجرے میں بھی موجود ہے اور آغا سعادت شاہ قادری نے بھی جب اپنا شجرہ مطالعہ کیلئے دیا تو اس میں بھی آپ کے اسم گرامی کے ساتھ اسی قسم کا اندراج موجود تھا۔

کی دعوت آپ کے پند و نصائح کا عنوان ہُوا کرتا تھا، اور یہی وہ دو مرکزی نکات ہیں جن پر سلسلۂ عالیہ قادریہ کا مدار ہے۔ اگر آج بھی ہم ان دو اصولوں کی پیروی کریں تو ہماری دعاؤں میں اثر، عبادت میں قبولیت اور دل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ڈر پیدا ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس ماحول میں سید حسن صاحبؒ نے پرورش پائی، تعلیم و تربیت حاصل کی، اور معرفت و حقیقت کے مقامات طے کئے، وہ علم و حکمت اور عرفان و حقیقت کی نورانیت سے جگمگا رہا تھا چونکہ آپ اوائل ہی سے فطرتاً حق بین و حق شناس واقع ہوئے تھے اس لئے آپ نے اپنی خاندانی عظمت و شرافت، علمی فضیلت اور فقر نبوی سے کافی حصہ پایا۔ حضرت سید غلام بن سید محمد عابد اپنے رسالہ[1] "خوارق عادات" میں تحریر فرماتے ہیں "تربیت از پدر مشفق خود بجد و جہد با فتند، و زیر سایۂ لطفِ ایشاں معرفت حاصل نمودند، و بدرجۂ انتہا رسیدند" یعنی "آپ نے اپنے مہربان باپ سے خوب وسیع و بے انتہا تربیت حاصل کی، اور ان کے زیر سایہ حصول معرفت کیا اور فقر کی انتہا تک جا پہنچے"۔

آپ کے فرزند رشید حضرت علامہ سید شاہ محمد غوث محدث جلیل شارح صحیح البخاری لکھتے ہیں "چوں ایشاں را در صغر سن محبت الٰہی غالب بود، بخدمت والد خود و بعضے بزرگان دیگر مشغول گشتہ بریاضات و مجاہدات و کسب باطنی و انزوا و خلوت، اشتغال نمودند" یعنی "چونکہ بچپن ہی سے آپ کی طبعیت پر محبت الٰہی غالب تھی اس لئے آپ اپنے والد کی صحبت بعض دیگر بزرگان کرام کی صحبت، ریاضات مجاہدات، باطنی جدوجہد اور مکمل خلوت میں مصروف رہتے تھے"۔

مؤرخ کشمیر حضرت علامہ سید محمد شاہ صاحب مفتی سعادت فرماتے ہیں[2]: "اپنے والد ماجد سید شاہ عبداللہ صاحبؒ سے روحانی تعلیمات کا سرمایہ حاصل کیا"۔

آپ کے سلسلۂ طریقت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلہ کے ہر ایک فرد نے اپنے والد سے فیض اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اور تمام فیوضات باطنی سینہ بسینہ اکتساب کئے ہیں اس سلسلہ میں سب کے سب افراد صاحب ولایت تھے اور استفا فی الدین میں درجۂ کمال تک پہنچے

---

[1] قلمی رسالہ در کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت۔ [2] قلمی مسودہ از حضرت مذکور

Marfat.com

ہوئے تھے۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی بڑے صاحب عزّ و جاہ تھے۔ غرضیکہ حضرت مولائے کل اسد الغالب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے لیکر حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمت اللہ علیہ اور ان کے بعد تک سب کے سب افرادِ خاندان عالم، فاضل، متورع، مبلّغ اسلام اور صاحبِ کرامت تھے اور آج تک ان کے مزارات ان کی پاکیزگی اور عظمت کے شاہد ہیں جہاں پر ہر وقت تلاوتِ قرآن مجید، درود شریف، اور یادِ الٰہی ہوتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے جاری ہے۔

سلسلۂ بیعت

جناب ابوالبرکات حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ نے خرقۂ خلافت اپنے والد گرامی جناب سید عبداللہ صاحبؒ سے حاصل کیا۔ انہوں نے اپنے والد سید محمود صاحبؒ سے، انہوں نے اپنے والد سید عبدالقادر صاحب سے، انہوں نے اپنے والد سید عبدالباسط صاحبؒ سے، انہوں نے اپنے والد سید حسین صاحبؒ سے۔ انہوں نے اپنے والد سید احمد صاحبؒ سے، انہوں نے اپنے والد سید شرف الدین قاسم سے، انہوں نے اپنے والد سید شرف الدین یحیٰی سے، انہوں نے اپنے والد سید بدرالدین حسن سے، انہوں نے اپنے والد سید علاؤالدین علی سے انہوں نے اپنے والد سید شمس الدین محمد سے، انہوں نے اپنے والد سید شرف الدین یحیٰی بزرگ سے انہوں نے اپنے والد سید شہاب الدین احمد سے، انہوں نے اپنے والد سید ابوصالح نصر سے انہوں نے اپنے والد سید عبدالرزاق سے، انہوں نے اپنے والد قطبِ ربانی، غوثِ یزدانی سید عبدالقادر الحسنی والحسینی سے، انہوں نے اپنے مرشد شیخ ابوسعید مبارک مخزومی سے، انہوں نے اپنے مرشد شیخ ابوالحسن علی بن محمد یوسف القرشی الھنکاری سے، انہوں نے اپنے مرشد ابوالنصر ابوالفرح طرطوسی سے، انہوں نے اپنے مرشد ابوالفضل عبدالواحد سے، انہوں نے اپنے مرشد شیخ عبدالعزیز یمنی سے، انہوں نے اپنے مرشد شیخ ابوبکر شبلی سے، انہوں نے اپنے مرشد سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی سے، انہوں نے اپنے مرشد شیخ سری سقطی سے، انہوں نے اپنے مرشد شیخ معروف کرخی سے انہوں نے اپنے مرشد شیخ داؤد طائی سے، انہوں نے اپنے مرشد شیخ حبیب عجمی سے، انہوں نے اپنے

Marfat.com

میں تشریف لے گئے، اور سات سال کا چلّہ کاٹا، رات بھر عورت تک اس پانی میں گذارتے اور تمام دن پانی کے کنارے پر بیٹھے رہتے، آپ کی غذا درختوں کے پتّے تھے جو خود بخود گرتے تھے، جناب حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب گیلانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔" دراکثر بلاد در خدمت بزرگان درخلوت و اربعین نشستند و فوائد حاصل نمودند" یعنی اکثر شہروں میں بزرگانِ کرام کی خدمت میں رہ کر چلّے کاٹے، اور فوائد حاصل کئے۔[1]

جناب سید غلام صاحب گیلانیؒ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں۔" سید حسنؒ صاحب جب سندھ سے نکلے تو ہندوستان میں ایک گاؤں پہنچے، وہاں پر ایک کنواں تھا، آپ نے اس میں چھ ماہ تک عبادت کی، تمام دن روزہ ہوتا اور شام کو صرف ایک گھونٹ پانی اور ایک سپاری کے ساتھ افطار فرماتے"۔[2]

سفر محدّث جلیل حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب گیلانیؒ تحریر فرماتے ہیں" بعد حصول کسب کمالات و رحلتِ والد خود قصد سیاحت نمودہ بطرف بلادِ ہند و عربستان سیر نمودند"۔ یعنی کمالات ظاہری و باطنی کے حصول کے بعد اور والد محترم کے انتقال کے بعد آپ نے ہندوستان اور ممالک عرب کی سیر و سیاحت کا ارادہ کیا" آپ نے ایک ایسے زمانے میں سفر اختیار کیا جب کہ مسافر کو آجکل کی سہولتیں اور آرام میسّر نہ تھا، تقریباً سارا سفر پیدل ہُوا کرتا تھا اور اثنائے سفر میں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اور پھر یہ کہ یہ سفر کسی دنیاوی طمع و لالچ کے لئے نہ تھا بلکہ تلاشِ حق، تبلیغ اسلام، اشاعت سنتِ نبویؐ اور یادِ الٰہی کے لئے تھا۔ بزرگان کرام کے سفر انہی پاکیزہ مقاصد کے لئے ہُوا کرتے ہیں، دورانِ سفر میں مستفید ہوکر لوگوں کو مستفیض کرتے ہیں یعنی اپنی اصلاح بھی کرتے ہیں اور گمراہوں کو راہِ راست پر لانے کی سعی بھی کرتے ہیں۔ آپ کے سلسلۂ عالیہ میں یہ بات بہت ہی نمایاں نظر آتی ہے۔

جب آپ سفر کے لئے نکلے تو آپ کے چھوٹے بھائی سید شاہ محمد فاضل صاحب گیلانیؒ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اثنائے راہ میں آپ نے ان کو تصوّف و حقیقت کی تعلیم سے آراستہ فرمایا۔

---

[1] رسالہ اسرار الطریقت صفحہ ۵۱ ۔ [2] رسالہ "خوارق عادات سید حسن" از حضرت مذکور

Marfat.com

بقول آپ کے " وہ آپ جیسے ہو گئے۔" "تا مثل خود ساختم۔" دوران سفر میں آپ ایک گاؤں پہنچے اس گاؤں کی کیا حالت تھی، اور اس گاؤں کے رہنے والوں کا کیا عالم تھا، آپ کی زبانی سنیئے۔" کہ بغیر از کفر و بت پرستی یوئی از دین و آئین درآں سرزمین نہ بود"۔ یعنی سوائے کفر اور بت پرستی کے اس سرزمین کا دین و آئین نہ تھا، واقعی سچ بات ہے، تاریکی میں روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خشک اور بنجر زمین کو پانی کی اشد ترین ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا وجود اللہ جل جلالہ کی یاد کی بدولت نور اور رحمت ہوتا ہے جہاں بھی ایسے بابرکت افراد پہنچتے ہیں وہاں سے کفر اور معصیت کا دور ختم ہو جاتا ہے اور ان کی وجہ سے رحمت الٰہی اس وطن کے رہنے والوں کو توحید و معرفت سے سرشار کر دیتی ہے جب آپ نے ایک ایسا وطن دیکھا جہاں پر اللہ جل جلالہ کا نام لینے والا کوئی نہ تھا، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف شریفہ سے کوئی واقف نہ تھا۔ عدل و انصاف کا نام و نشان تک نہیں تو آپ نے اس مقام کو تبلیغ کے لئے پسند کیا۔ اس شہر کے باہر ایک پرانا کنواں تھا جو مٹی سے اٹا ہوا تھا، آپ اس میں اتر گئے اور اپنے بھائی سید محمد فاضل گیلانیؒ کو ہدایت کردی کہ "بیادِ حق مشغول باش واز اوقات خمسہ اطلاع ام دادہ باش"۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہیئے اور پانچ نماز کے اوقات کی مجھے خبر کر دیا کیجئے۔" اسی طرح چھ مہینہ کا عرصہ گذر گیا۔ تمام دن روزہ رہتا اور شام کو سپاری کے ایک ٹکڑے سے افطاری فرمالیا کرتے، اس کے بعد آپ نے ہر نماز کے بعد تبلیغ شروع کی۔ آپ کی صحبت بابرکت سے لوگ مسلمان ہونے لگے، آپ کی تبلیغی مساعی کی خبر، اخلاقِ حمیدہ اور اوصاف شریفہ کی شہرت حکمرانوں تک پہنچی، راجہ عمال حکومت اور اپنے راہبوں کے ہمراہ آیا۔ اس نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ دو مسلمان آئے ہیں اور چھ ماہ میں اس ملک کی تسخیر کا ارادہ رکھتے ہیں، تمام قوم کے دین کو تبدیل کرنے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ اس نے حضرت شاہ محمد فاضل گیلانی کو کہا کہ "اے درویش پیر خود را خبر کن کہ بیروں آمدہ با ماجنگ بکند"۔ سید محمد فاضل فرماتے ہیں کہ میں نے آواز دی اور عرض کی کہ یہ واقعہ درپیش ہے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو اس گروہ نے آپ کو دیکھا اور بحث مباحثہ

۱؎ رسالہ خوارق عادات سید حسن صاحبؒ" از جناب سید غلام صاحبؒ۔ ۲؎ ایضاً۔ ۳؎ ایضاً۔ ۴؎ ایضاً"۔

Marfat.com

شروع کر دیا، ایک راہب نے کہا کہ اے فقیر لڑائی کے بغیر تمہارا چھٹکارا مشکل ہے اگر کچھ طاقت یا کمال رکھتے ہو تو سامنے آؤ، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ "شرط آئین اسلام عدم مبارزت است در جنگ وجدال"۔[1] یعنی جنگ وجدال کے معاملہ میں آئینِ اسلام کی شرط یہ ہے کہ پہل نہ کی جائے تم اپنی طاقت استعمال کرو، جائے غور ہے کہ ایک طرف تو ہر قسم کی طاغوتی طاقتیں ہیں، حکومت ہے، اقتدار ہے، اور حکمران خود موجود ہے، مگر دوسری طرف پھٹے پرانے کپڑوں سے ملبوس اور دنیاوی ساز وسامان سے عاری دو نہتّے مسافر بھائی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے کثرت تعداد وساماں کو پرِکاہ کے برابر وقعت نہ دیتے ہوئے موت سے نبرد آزما ہیں، مگر ہاں ان کی پشت پناہ ایک طاقت ہے جو سب طاقتوں پر غالب ہے اور وہ طاقت اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی طاقت ہے اس راہب نے ایک لکڑی سے کمان اور دوسری سے تیر تیار کیا، کمان کے چلّے سے وہ تیر کھینچ کر آپ پر حملہ کیا۔ فرماتے ہیں کہ "دیدم ہمراہ آں چوب شعلۂ آتش می آید"۔[2] آپ فرماتے ہیں میں نے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا، وہ تیر آکر میرے ہاتھ کی پشت پر لگا۔ جس کی وجہ سے میرے ہاتھ کی پشت تھوڑی سی جل گئی، اس راہب نے نہایت ہی تعجب سے کہا "ایں عجب عزیز است کہ ازیں آتش من زندہ است، بخدائی خود کہ اگر بکوہی میزدم دُود از نہادش می کشیدم"۔[3] عجب دوست ہے میری اس آگ سے زندہ بچ گیا ہے۔ مجھے اپنے رب کی قسم ہے اگر میں اس آگ کو پہاڑ پر پھینکتا تو اس کے بیچ سے دھُواں نکال دیتا، آپ نے اس کو کہا کہ اے کافر! اگر تمہارے پاس اس سے بھی زیادہ کوئی شیطانی طاقت ہے تو لے آ۔ اُس نے جواب میں کہا کہ اب تیری باری ہے۔ فرماتے ہیں "آنگاہ دست در جیب کردم دیدم کہ سپاری نیم خوردہ از افطار ماندہ است کشیدم و نام قادر ذوالجلال گرفتہ بطرف ساحر زدم"۔[4] یعنی اس وقت میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا، دیکھا کہ ایک آدھی کھائی ہوئی سپاری افطار سے باقی بچی ہے، میں نے اس کو نکالا، اور قادر ذوالجلال کا نام لے کر راہب کی طرف پھینکا۔ وہ سپاری

---

[1] رسالہ خرق عادات سید حسن صاحبؒ۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔ [4] ایضاً۔

اس مبارک اسم کی برکت سے اس راہب کے سر کے ایک طرف لگی اور دوسری طرف نکل گئی، وہ فی الفور زمین پر گرا اور اس نے جان دے دی، اس کے ہمراہیوں نے جب یہ بات دیکھی تو بہت سے بھاگ گئے اور بہتوں نے میرے پاؤں پڑ کر اسلام قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہ ایک ایسا کام ہوا جس کے باعث ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے، اور دین اسلام کی اتنی ترقی ہوئی کہ اس سارے علاقہ میں مساجد تعمیر ہوئیں، اور ہر طرف ذاکر، عالم، اور تہجد خوان نظر آنے لگے، پس ظاہر ہے کہ جو اپنا رشتہ ماسوا اللہ سے کاٹ کر ایک اور صرف ایک اللہ جل جلالہٗ سے جوڑ لیتے ہیں، خوف اور حزن سے کلیتاً مخلصی حاصل کر لیتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ چونکہ آپ بھی اسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، آپ کا قلب مبارک صرف "ایک اللہ" کی خشیت سے لبریز تھا اور اسی "ایک ہی" کی عظمت و کبریائی کے استحضار و شعور میں محو تھا، یہی وجہ تھی کہ طاقتوں، ساز و سامان، بادشاہت، شیطانی سحر، اور استدراج سے آپ کی نگاہ حق بیں خم تک نہ ہوئی اور ایسے ہونا ہی کیوں جبکہ آپ کا یقین کامل تھا اور حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ کی غیر متزلزل چٹان پر آپ اپنے آپ کو کھڑا پاتے، آپ کا مضبوط ایمان اس بات پر شاہد تھا کہ خواہ قتل کر دیا جاؤں یا موت کے گھاٹ اتار دیا جاؤں ہر حالت میں کامیاب و کامگار ہوں، سرخرو ہوں، اسی کے حضور مقدس میں پیش ہونگا جس کے "وحدہٗ لا شریک" ہونے کا اقرار کر رہا ہوں وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ○ (اگر تم مرے بھی یا قتل ہوئے تو اللہ تعالےٰ کی طرف اٹھائے جاؤ گے) پھر آپ کس طرح اپنی منزل مقصود کو جو کہ روشنی کے مینار کی طرح آپ کے سامنے جگمگا رہی تھی چھوڑ سکتے تھے، آپ کے اس "یقین محکم" اور "عمل پیہم" کو دیکھ کر تمام کفار حیران و ششدر رہ گئے فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ اور آپ کا مقدس و اعلیٰ کام ہر طرح سے آپ کی مسلسل جد و جہد سے کامیاب ہوا اور کفر خائب و خاسر ہوا، کافی عرصہ آپ نے اس علاقہ میں گزارا وہاں پر باقاعدہ طور پر پانچ خلفاء مقرر کئے اور ان کو وصیت کی کہ یاد الٰہی، اتباع سنت نبوی، تبلیغ اسلام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل پیرا رہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہوگا۔ یہ نصیحت کر

Marfat.com

کے آپ وہاں سے شاہ جہان آباد[1] تشریف لائے۔ اس وقت شہنشاہ جہانگیر کی حکومت تھی وہاں پر بھی ذکرِ الٰہی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کی پُرخلوص اور بے لوث خدمت اسلام کی وجہ سے خوب شہرت ہوئی۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "رجوع[2] عالمے از زنان و مردان شد کہ اوقاتم خلل پذیرگشت"۔ یعنی مرد اور عورتوں کا اتنا اژدحام ہوا کہ عبادت کے اوقات میں نقص پیدا ہونے لگا بلکہ "اکثر[3] مردم روئے مرا دیدہ سر بسجدہ می نہادند"۔ یعنی اکثر لوگ میرا چہرہ دیکھتے ہی سجدہ میں سر رکھ دیتے۔ آپ کو یہ غیر شرعی بات بڑی ناگوار گزری اور لوگوں کو اس فعل شنیع سے شدت کے ساتھ منع فرمایا اور آدمی مقرر کئے جو اس طرح غیر شرعی حرکتوں کے مرتکبوں کو فوراً منع کرتے مگر آپ نے وہاں رہنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ چونکہ جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روحانی امداد و تائید سے آپ تمام کام سرانجام دیتے اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی جناب میں عرض کیا کہ اب کیا کروں۔ آنجناب کی طرف سے حکم ہوا، آپ پشاور کی طرف جائیں اور وہاں مستقل سکونت اختیار کریں۔ "تا کہ[4] ایں طریقہ ما از شما رونق بگیرد"۔ آپ حضور سرکار غوثیت مآب کے اس ارشاد گرامی کے مطابق روانہ پشاور ہوئے۔

آپ نے بہت سے اولیاء کرام کو اثنائے سفر میں دیکھا چنانچہ لاہور میں حضرت میاں میر[5] صاحب سے ملے اور کافی دیران کے ہاں ٹھہرے۔ لاہور میں اشاعت و تبلیغ میں خوب سرگرمی دکھائی بڑے بڑے علماء اور فضلاء آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ کافی مدت آپ لاہور میں رہے نہایت دلجمعی کے ساتھ تبلیغ کی۔ یہاں سے چل کر آپ گجرات پہنچے۔ گجرات میں جناب شاہ دولا[6] صاحب سے ملاقات کی۔

---

[1] شاہ جہان آباد آجکل دہلی کے نام سے موسوم ہے [2] رسالہ خوارق عادات سید حسن صاحب از سید غلام صاحب [3] ایضاً [4] ایضاً۔

[5] حضرت میاں میر صاحب سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ عظام سے ایک تھے، کثیر الکرامت ہونے کے علاوہ شریعت پر بہت ہی مضبوط اور مستحکم تھے، آپ کی تعریف جہانگیر نے اپنی توزک میں بھی کی ہے لکھا ہے کہ "بغایت فاضل و مرتاض و مبارک نفس، صاحب حال، درگوشہ توکل و عزلت منزوی گشتہ از فقر و غنا و از دنیا مستغنی نشستہ است"۔ آپ کی پیدائش ۹۵۷ھ اور وفات ۱۰۴۵ھ میں ہوئی

[6] جناب شاہ دولا صاحب گجراتی بحر می بہت ہی بلند پایہ عالم اور صاحب فقر بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا اسم گرامی شاہ نام تھا۔

Marfat.com

جناب موصوف نہایت محبت و التفات سے آپ کو ملے۔ آپ کو چند دن اپنے ہاں مہمان رکھا، آپ نے چند دنوں کے بعد اجازت لینے کی کوشش کی مگر انہوں نے انکار کیا، یہانتک کہ ان کو آپ نے کہا کہ میں پشاور کا عزم رکھتا ہوں وہاں سے آپ کی ملاقات کے لئے پھر آؤنگا۔ جناب شاہ دولا صاحب نے فرمایا "اے سید، صحبت بس غنیمت است کہ باز میسر نیست، شمارا ایں جہاں بخشیدند و مارا بآں طلبیدند"۔ یعنی اے سید یہ صحبت غنیمت ہے کیونکہ پھر میسر نہیں، آپ کو اس جہاں کی ولایت بخشی گئی اور مجھے اُس جہاں میں طلب کیا گیا ہے۔ آپ وہاں سے رخصت ہوکر پھوٹوار پہنچے اور جناب شاہ لطیف[1] مجذوب سے ملے۔ ان کے متعلق آپ نے[2] فرمایا "خیلے صاحب اثر بودند با من بسلوک تمام ملاقات کردند"۔ اِن سے رخصت ہوکر پشاور کی طرف رُخ کیا اور ۱۰۸۷ھ میں پشاور پہنچے، پشاور شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ جو سلطان پور کے نام سے موسوم تھا قیام فرمایا حضور سرکار غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کو بامر باطنی اسی مقام پر قیام اور سکونت کا حکم ہوا آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حکم ہوا۔[3] "اے بیٹا، یہ تیرے رہنے کی جگہ ہے، یہاں اقامت اختیار کرد، تو مارا در ہر حال یا خود مقصود داری"۔ آپ کو جناب غوث اعظم نے اپنے عصاء سے بتایا کہ[4] اس جگہ مسجد، اس جگہ مکان، اور یہاں تمہاری قبر ہوگی اور اللہ جل جلالہٗ کو اپنے ہر کام میں کارروا اور مشکل کشا جان کیونکہ وہی اس قابل ہے، اور جو کچھ میں نے بتایا ہے خود بخود مہیا ہوجائیگا۔ آپ صبح کو اٹھے اذان دی نماز پڑھی فرماتے ہیں "ہنوز اشراق نخوانده بودم کہ مردم شہر و اطراف و جوانب فوج در فوج می آیند برسوخ د

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صاحب خزینۃ الاصفیا صفحہ ۴۷۷ پر لکھتے ہیں "از اعاظم اولیاء و کبرائے مشائخ با حال و قال است جامع فتوحات ظاہری و کمالات صوری و معنوی است"۔ تصوف پر آپ نے ایک لاجواب کتاب سیر السالک الی ملک الملوک تصنیف فرمائی، یہ کتاب حقائق و معارف کا مجموعہ ہے۔ آپ کا سلسلۂ عالیہ نادریہ تھا شریعت کے بہت ہی سخت پابند تھے، اور دین کی پابندی ہی تصوف ہے۔

[1] جناب حضرت شاہ لطیف صاحب المعروف بری امام صاحب مجذوب سالک ولی اللہ تھے، بہت سفر کئے تھے اور فقرا و مشائخ سے بلکر خوب فیض اٹھایا تھا۔ راولپنڈی سے تقریباً ۱۲ میل نور پور شاہاں کے موضع میں آپ کا مزار مرجع عام خلائق ہے۔

[2] رسالہ خرق عادات [3] ایضاً [4] ایضاً۔

Marfat.com

واعتقاد ملاقاتم می کنند کہ گو یا آشنائی صد سالہ من بودند" پٹھانوں کے بڑے بڑے سردار اور ارباب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ جس باغ میں آپ نے قیام کیا تھا اس کے مالک نے آپ کو نذر کر دیا، وہیں لوگ تعمیر مکان اور تعمیر مسجد میں مصروف ہو گئے سلسلۂ ارشاد شروع ہو گیا لنگر جاری ہو گیا، جو بھی آتا اپنی قسمت اور قابلیت کے مطابق معرفت الٰہی حاصل کرتا اور نجات اُخروی پا جاتا، فرماتے ہیں" ہر کہ بطلب مولائی آمد موافق استعداد تعلیمش مے کردم"۔ یعنی جو بھی اللہ جل جلالہ کی راہ کو چاہتا اس کی استعداد کے مطابق تعلیم دیتا۔

شادی جناب سید غلام صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں" پشاور کے پٹھان اربابؔ صاحبان کے خاندان سے ایک ارباب صاحب نے آپ کو اس امر پر بہت مجبور کیا کہ آپ اس کی لڑکی اپنے عقد میں لے لیں، آپ نے اس کی اس خواہش کو قبول کر لیا، اللہ جل جلالہ نے اس بیوی صاحبہ کے بطن سے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام سید زین العابدین رکھا گیا،

کچھ عرصہ کے بعد آپ نے بامرِ باطنی غوث اعظمؒ کنٹر کے صحیح النسب سادات گھرانے کے ہاں شادی طلب کی، اِن دنوں وہاں پر سید جمال بن حضرت سید علی ترمذیؔ المعروف بہ پیر بابا رحمت اللہ علیہ کے دو فرزند سید عباس و سید عیسےٰ صاحبانِ سجادہ تھے، ان کی ہمشیرہ صاحبہ بھی تھی جو عابدہ صالحہ اور تمام اوصاف حسنہ سے متصف تھیں آپ نے جیسے کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، حضور غوثِ اعظمؒ کے حسب الارشاد چند اشخاص کی وساطت سے محاورہ سے شادی کا پیغام بھیجا، جب سید عیسےٰ اور سید عباس

لہ یارز یا کوٹلہ محسن خان کا رہنے والا تھا، یہ گاؤں پشاور سے بطرف مغرب ۲ ۱/۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اتنک یعنی سنہ ١٠٨٧ھ سے لیکر سنہ ١٣٧٣ھ تک ان لوگوں کا ہمارے ساتھ تعلق ہے اور آنا جانا ہے۔ لہ جناب سید علی ترمذی المشہور بہ پیر بابا صاحبؒ شیخ نظام الدین تھانیسری کے مرید و خلیفہ تھے، صاحب خزینۃ الاصفیاء صفحہ ١٧١ پر لکھتے ہیں" از کمال اولیائی عصر مشائخ عظام است" آپ کے مریدین بڑے بڑے علماء اور فضلاء تھے، اخون درویزہ پشاوری نے اپنی کتاب" مخزن" میں آپ کی بہت تعریف و توصیف کی ہے" حضرت در زمان خود غوث ثانی بودند یعنی بدرجہ غوثیت و قطبیت بودند" آپ کو اپنے پیر نے غواص کا لقب دیا تھا۔ یعنی آپ غواص معانی تھے۔ آپ کی وفات سنہ ١٠٤٠ھ جہانگیر کے دور میں ہوئی۔

Marfat.com

کی خدمت میں یہ بات عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ آپ مسافر ہیں اس لئے ہم آپ کے حسب و نسب سے واقف نہیں لہٰذا اس پر غور مشکل ہے۔ اُنہوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ان کے دادا پیر باباؒ اُن کو فرما رہے ہیں۔" ایں خواستگاری را قبول کنید و مبارک دانید کہ ایں شخص از فرزندانِ خاص حضرت سید عبدالقادر الحسنی والحسینی والجیلانی است' از شما یک نسبت بالاتر است' و در حسب چناں است کہ در زمان خود نظیرے نہ دارد"۔ یعنی اس خواستگاری کو قبول کر لیجئے، اور مبارک سمجھیئے کہ یہ حضور غوث اعظمؒ کے فرزند خاص سے ہیں' اور آپ سے ایک درجہ بالاتر ہیں۔ اور اس زمانہ میں بہ لحاظ نسب اپنی نظیر نہیں رکھتے" اس خواب کے بعد انہوں نے بلا تاخیر آپ کو بلا کر اپنی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی آپ سے کر دی، اس نیک اور پاکیزہ سیدہ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے' ایک کا نام نامی حضرت شاہ محمد غوث اور دوسرے کا سید علی رکھا گیا، صاحب خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۷۵ پر لکھتے ہیں"۔ زوجہ وے نیز سیدہ بود از اولاد سید علی ہمدانی کہ در طاعت و بندگی و عبادت رابعہ عصر بودند"۔ یعنی آپ کی بیوی نیز سیدہ تھی جو کہ سید علی ہمدانی کی اولاد سے' اطاعت' بندگی اور عبادت میں "رابعہ عصر" تھیں، محدث جلیل حضرت سید شاہ محمد غوث صاحبؒ اپنے قلمی رسالہ کے صفحہ ۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"حسب الارشاد عالی تفحص فرمودند کہ اگر کدام خاندان سادات صحیح النسب و بزرگان باشد نسبت نمایند"۔ چوں حضرت سید عباس کہ ماموں فقیر بودند سید صحیح النسب از اولاد سید علی ترمذی و حضرت سید علی ہمدانی بودند' نہایت ورع، تقویٰ و کمالاتِ ظاہری و باطنی داشتند' والدہ احقر ہمشیرہ اوشاں بودند نسبت شد"۔ یعنی حضور غوثِ اعظم کے ارشاد عالی کے مطابق آپ نے کوشش کی کہ اگر صحیح النسب سادات کا کوئی خاندان ہو تو وہاں شادی کی جاوے، حضرت سید عباس جو کہ سید علی ترمذی (پیر باباؒ) اور سید علی ہمدانی کی اولاد سے صحیح النسب سید تھے نیز ورع، تقویٰ اور کمالات ظاہری و باطنی میں بھی کامل تھے ان کی ہمشیرہ سے آپ کی نسبت ہوئی جو کہ اس فقیر کی والدہ ہے۔

سفرِ کشمیر عادت اصفیاء و اتقیا یوں جاری رہی ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق، تبلیغ دین متین، اور تلاش مقربین کے لئے دُور و دراز ممالک کا سفر اختیار کرتے ہیں، بفحوائے

لے رسالہ خرق عادات، از سید غلام صاحبؒ قلمی۔

Marfat.com

مضمون آیۂ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ایسا سفر مبنی بر مصالح ہوتا ہے۔ اوراقِ ماقبل جناب ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اسی قسم کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

آپ ایک عرصہ پشاور میں قیام فرما کر عازمِ کشمیر ہوئے تاکہ اس علاقہ کے صوفیاء کرام مشائخ عظام اور علماء ذی الاحترام سے ملاقات کریں۔ اور ساتھ ساتھ اشاعتِ اسلام کے اہم فریضے کی ادائیگی سے سبکدوشی حاصل کریں۔ چنانچہ آپ ۱۰۹۰ھ میں پشاور سے روانہ ہو کر دھمتوڑ پہنچے، اس جگہ ایک شخص مسمّی مظفر خان خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور چند روز کے لئے اس کلبۂ احزان کو اپنے دُرود سے بقعۂ نور بنائیں۔ آپ نے اس کے اخلاص کو دیکھ کر اس کے سوال کو رد نہ کیا۔ اور چند روز تک ان کی ضیافت کو شرفِ قبولیت بخشا۔ ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

جب حسبِ سنّتِ نبوی آپ نے اپنے میزبان سے اجازت روانگی چاہی تو اس نے دستِ بستہ عرض کی "بسیار پریشانم واز دستِ سلاطین پکھلی ودھمتوڑ مظلوم"۔ آپ کو اس کی حالتِ زار پر رحم آیا۔ یا یوں کہیئے گا کہ اس کی قسمت کا ستارہ چمکنے لگا۔ حضور نے اپنی تلوار اس کو عنایت کر کے فرمایا "ترا سلطنت آں ملک دادیم، وحاکمان را محکوم تو کردیم، دل خوش دار و مارا با خود پندار، انشاء اللہ تعالےٰ ہر طرف کہ روآری مظفر ومنصور باشی" جناب سید غلامؒ فرماتے ہیں کہ "حضور کے قول کے مطابق اس شخص نے اتنی کامیابی حاصل کی کہ تمام پہاڑی علاقہ اس کے قبضہ میں آگیا"۔ گویا تقدیر نے پلٹا کھایا اور بگڑی ہوئی قسمت سنور گئی۔ مفلوک الحالی دُور ہوئی اور خوش حالی نصیب ہوئی۔ دریا کو عبور کر کے اپنے نام پر ایک شہر مظفر آباد بسایا۔[1]

اولیاء راہست قدرت از الٰہ ٭ تیر گشتہ باز گرداند ز راہ

اس شخص کا بیان ہے کہ جس وقت میں کسی دشمن کے ساتھ دوچار ہوتا تو جناب سید حسن صاحبؒ کو اپنے سامنے اسی طرح پاتا جیسا "پیش روئے من ایستادہ باشند"۔

جناب مورّخِ کشمیر مفتی محمد شاہ صاحب سعادت تحریر فرماتے ہیں کہ آپؒ نے ۱۰۹۱ھ میں

---

[1] قلمی تحریر از جناب مذکور۔

کشمیر پہنچ کر تشنگانِ ہدایت کو علومِ باطنی سے سیراب کیا۔ خواجہ عبد الرحیم[1] قادری، میر افضل[2] اندرابی، شاہ عنایت[3] اللہ قادری وغیرھم حاضرِ خدمت ہو کر آپ کی توجہات اور فیوضِ رحمت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ جناب محمد افضل صاحب نے مرید ہو کر خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔ علامہ محمد دین صاحب فوق اپنی کتاب تواریخِ اقوامِ کشمیر صفحہ ۱۵۸ و ۱۵۹ پر بحوالہ تاریخِ اعظمی (صفحہ ۲۰۵) رقم طراز ہیں: "در ہزار و نود و چند بہ کشمیر رسیدند، قریب صد کس از اہل و عیال و خادمان و مسافران در سایۂ عاطفتش می گزرانیدند" سید محمد فاضل صاحب بھی آپ کی معیت میں تھے۔ جناب سید محمد شاہ صاحب مؤرخ کشمیر کے ہاں ایک قلمی کتاب بنام "غوثیہ شریف" مصنفہ مولٰنا خواجہ بہاؤالدین[4] صاحب نظر سے گذری جس میں کشمیر کے سلسلہ ہائے قادریہ کا تذکرہ منظوم کیا ہے۔ یہ کتاب تواریخ کشمیر میں بہت اہم اور مستند ہے، اِس کتاب کے صفحہ ۳۱۴ پر سید حسن اور سید محمد فاضل صاحب رحمہما اللہ تعالٰی علیہما کا ذکر نہایت ہی شاندار الفاظ کے ساتھ کیا ہے انہوں نے ممدوح کی پشاور سے تشریف آوری کا نقشہ مندرجہ ذیل اشعار میں کھینچا ہے ؎

سیدؒ ے کہ بعد جلیلے بود،	اوز احفادِ شاہ جیلے بود
یعنی اندر نسب بحقانی	می رسد تا بہ شاہ جیلانیؒ
نورِ مخفی سر بدن کردند	نامِ او "شاہ ابوالحسن" کردند
آں ز ہندوستان کشید علم	زد بہ کشمیر بارگاہِ حشم
خادمان ہمرش ز حد بودند	کہ فزون از چہار صد بودند

---

[1] آپ کی وفات ماہ شوال ۱۱۲۰ھ ہے آپ بڑے بزرگ اور متقی تھے [2] صاحب خزینۃ الاصفیا فرماتے ہیں "سیادت و شرافت موروثی داشت فیض سلسلہ نقشبندیہ دولت موروثی وے بود، وے بخدمت شیخ ابوالحسن قادری نیز حاضر شدہ بیعت کرد، و خرقۂ خلافت یافت و بہدایت خلق معروف ماند، و برائے حصولِ حلال کتابت قرآن مے کرد" آپ کی وفات ۱۱۲۴ھ ہے۔ [3] صاحب خزینۃ الاصفیا فرماتے ہیں از اعاظم علماء و کبرئ فضلاء و اشارف مشائخ متاخرین کشمیر است"۔ وفات شعبان ۱۱۲۵ھ میں ہوئی۔ [4] مولٰنا بہاؤالدین متوفی ۱۲۴۸ھ مدفون در مقبرہ بتوان مسجد پاندان متصل قبر شریف ملاں مقصود و ملاں عبد الحق نور الحق۔

بقول سید غلام صاحب "در محلہ عید گاہ در خانہ منصب داری نزول فرمودند" آپ نے تقریباً چھ ماہ سری نگر میں قیام فرمایا، اس عرصہ میں اپنی سخاوت اور بخشش کا طریقہ بدستور جاری رکھا چنانچہ سید غلام صاحب فرماتے ہیں:" بطریق معہود لنگرے می بخشیدند و بدرویشان شب و روزی دادند" یعنی آپ کے لنگر مبارک سے ہر دو وقت درویشوں کو کھانا ملتا تھا، آپ جہاں کہیں تشریف لے گئے اور جس جگہ قیام کیا، اپنے لنگر مبارک سے سینکڑوں غربا، مسافروں، عاجزوں اور بے وسیلہ لوگوں کی خدمت فرماتے، اس لحاظ سے اس جگہ اور اس وطن کے مسکینوں کے لئے آپ کا وجود رحمت الٰہی اور نعمت غیر مترقبہ ہے۔ خواجہ بہاؤ الدین صاحب فرماتے ہیں' آپ کے لنگر سے تقریباً چھ سو نفر روزانہ پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور جو مفلوک الحال ہوتے ان کو کپڑا بھی عنایت کرتے۔

آپ کا اپنا ارشاد ہے" کہ حق تعالیٰ چناں نوازشم فرمودہ است و چناں دولتم عطا نمودہ است کہ اگر اہل مشرق و مغرب جمع شوند و ہر روز از من نفقہ خواہند ہمہ را بدھم و ہرگز عجز و ملامتم نیایم" ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنی نوازش کی ہے اور اسقدر دولت مرحمت فرمائی ہے کہ اگر تمام دنیا کے لوگ جمع ہو کر مجھ سے نفقہ طلب کریں تو سب کو دوں اور کسی قسم کی کمی نہ ہو۔"

آپ کے اس جود و سخا کو دیکھ کر تواریخ اعظمی کے مصنف فرماتے ہیں" باوجود ازیں قلیل البضاعت احتیاج انکشاف نہ بود"۔ درحقیقت خاصان بارگاہ ایزدی کا بھروسہ اور اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر ہوتا ہے اور نہایت ہی صادق جذبہ کے تحت ہوتا ہے، اس لئے اللہ حق سبحانہ بھی ان پر سے نظر کرم نہیں ہٹاتا۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ "اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دیگا۔ اور اسے وہاں سے روزی دیگا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ پارہ ۲۸ رکوع ۱۷، وعدہ الٰہی سچا ہے۔ اولیاء اللہ رضائے الٰہی کے لئے زندگی وقف کر دیتے ہیں، اس لئے ہر وقت اللہ تعالیٰ ان کی کارسازی فرماتا ہے۔

۱؎ قلمی رسالہ۔ ۲؎ قلمی رسالہ ۳؎ قلمی رسالہ از سید غلام صاحب

Marfat.com

سفرِ کشمیر کے زمانہ میں آپ نے طریقہ شطاریہ میں بابا عثمانؒ قادری شطاری سے فیض حاصل کیا۔ صاحب تواریخ اعظمی و تواریخ کبیر کشمیر تحریر فرماتے ہیں:" چوں حضرت شاہ ابوالحسن برادرِ کلاں شاہ محمد فاضل خانیاری دریں شہر (سرینگر) نزول فرمودند خدمت بابا عثمان قادری رجوع بہ صحبتش نمودند بلکہ رابطہ معنوی ہم نمودند" صاحب خزینۃ الاصفیا اپنی کتاب کے صفحہ ۹۹۳ پر لکھتے ہیں" چوں خواجہ ابوالحسن برادرِ کلاں شاہ محمد فاضل لاہوری شطاری در عہد دے بکشمیر رونق افروز شد دے بخدمت آنجناب ہم حاضر شدہ استفادۂ فیض شطاریہ نمود"۔ یعنی جب جناب شاہ ابوالحسن صاحب کشمیر رونق افروز ہوئے تو آپ بابا عثمان قادری شطاری کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور استفادہ حاصل کیا نیز طریقہ مبارکہ شطاریہ میں فیض سے مشرّف ہوئے۔

آپ کی تبلیغِ اسلام، اشاعت سنّت رسول انام، یادِ الٰہی، سلوک و تصوف کی تعلیم، زہد و ریاضت اور خدمتِ فقراء و مساکین کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق اصلاح قلوب، تزکیہ اور تہذیب نفوس کے لئے آنے لگے، چھ ماہ کے قیام کے بعد آپ نے واپسی کا ارادہ کیا، عقیدت مند حضرات کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ واپس تشریف لے جا رہے ہیں تو بقول جناب سید غلام صاحب" کار بجائے رسید کہ ہزاراں شنیدند گروہ در گروہ بخدمت آں حضرت مے دویدند تا آنکہ ہمہ رؤساءِ شہر جمع شدند و التجا آوردند کہ درہمیں ملک اقامت نمایند و مارا از دولت خود محروم نہ سازید"۔ یعنی جب اہالیانِ کشمیر کو آپ کی روانگی کا علم ہوا تو لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوئے، یہاں تک کہ تمام اُمراءِ شہر بھی آگئے، اور التجا کی کہ یہاں ہی ٹھہریئے۔ اپنے فیوضات اور باطنی علم کی دولت سے ہمیں محروم نہ کیجئے، اور ادھر ان کا اپنا خیال نہ کام وہاں تو یہ عالم تھا کہ ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست ∴ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

آپ نے حضور سرکار غوثیت مآب کی روحانیت سے استمداد کی، حضور کی طرف سے ارشاد ہوا" شما بروید مسکن

لہ ۱۱۰۷ھ میں فوت ہوئے۔ محلہ بلبل لنگر میں آپ کا مزار زیارت گاہِ خلق ہے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا فرماتے ہیں" در کشمیر نیوئے عظیم یافت و مظہر خوارق و کرامت گشت"۔ صفحہ ۹۹۳۔

Marfat.com

مالوف خود"۔ یعنی آپ اپنے وطن چلے جائیں۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل صاحب رحمت اللہ علیہ کو خلافت عطا فرما کر وہاں رہنے کی تلقین کی۔ اور خود واپس تشریف پشاور لے آئے۔

سفرِ کابل آپ نے تین بار کابل کا سفر کیا۔ پہلی بار تو آپ نے تمام کابل اور اس کے مضافات کی سیاحت کی، اس سفر میں علماء، فقراء اور مشائخ سے ملاقات کی۔ خود مستفید ہو کر دروں کو مستفیض کیا۔ اس سفر میں مشائخ نقشبندیہ سے بہت فوائد حاصل کئے، ہزاروں تشنہ کامانِ ہدایت کو مرید فرما کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل فرمایا۔ آپ کا یہ سفر تقریباً ۹ ماہ تک رہا۔ واپسی کے وقت گورنر کابل نواب امیر خان سلسلۂ بیعت میں داخل ہُوا، دوبارہ اس کی دعوت پر آپ کابل تشریف لے گئے، اس دُوسرے سفر میں مشاہیر علماء، فضلاء اور اُمراء مُرید ہوئے، بُرے رسم و رواج کے خلاف عملاً جہاد فرمایا، اور سنّتِ نبوی کی پابندی پر عوام الناس کو عموماً اور اُمرا کو خصوصاً عامل بنایا، یہاں پر بھی لنگر جاری کیا اور حضرت مولٰنا محمد عظیم صاحب کابلی فرماتے ہیں کہ "آپ کے لنگر کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں بھوکے، پیاسے اور ننگے پیٹ بھر کر روٹی کھا رہے ہیں اور کپڑے پہن کر بدن ڈھانک رہے ہیں۔ بیواؤں اور یتیموں کی امداد ہو رہی ہے، بیواؤں اور یتیم لڑکیوں کی شادی کرا رہے ہیں۔ جو تحائف اور نذور لوگ پیش کرتے تھے لنگر میں داخل کر کے عوام اور غریبوں میں تقسیم فرما دیتے تھے"۔ یعنی حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی پوری پوری اطاعت کرتے کہ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآءِهِمْ وَتُقْسَمُ عَلٰی فُقَرَآءِهِمْ "اُمت کے اغنیاء سے لے کر اُمت کے غریبوں پر مال و دولت تقسیم کی جائے۔ اس سفر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خوب کیا، بڑے بڑے بدکار نیکوکار بن گئے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنے والے یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی بابرکت ذکر کی مجلسوں کی بدولت راہِ سلوک طے کرنے والے عارفانِ الٰہی ہو گئے۔ آپ کی نظرِ کرم کی برکت سے عارف واصل بحق ہو گئے۔ تقریباً نو ماہ کابل میں رہ کر آپ واپس پشاور تشریف لے آئے، تیسری بار پھر آپ موسم گرما گذارنے کے لئے کابل تشریف لے گئے۔ اب کی دفعہ آپ نے یہ سفر بالکل تنہائی میں گزارا۔ مریدین کی تعلیم و تربیت آپ کے خلفاء کرتے، آپ صرف ان حضرات سے ملاقات کرتے جو منتہی سالک ہوتے اور جن کا

Marfat.com

مقصد اعلیٰ مقامات سلوک طے کرنا ہوتا یا جو اسماء ربانی کی اجازت لیتے، باوجود نقاہت اور کمزوری کے نماز پنجگانہ ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے۔ لنگر شریف باقاعدہ جاری کیا تقریباً ۱۵ دن قیام کے بعد ایک دن اچانک صبح کے وقت آپ نے نواب امیرخان حاکم اعلیٰ کو بلایا اور فرمایا اے امیر اس ملک سے کوچ کرنا چاہیئے کہ "دباء عظمیٰ و عذاب الیم بر سراین ملک نازل می گردد و ہیچ متنفس بسلامت نخواہد ماند"۔[1] اس دن تو نواب صاحب نے تساہل سے کام لیا لیکن دوسرے روز آپ نے نواب کو پھر تاکید کی۔ نواب نے جواب دیا۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس پر میرا یقین کامل ہے کہ آپ کا ارشاد ہو کر رہیگا۔ مگر ادھر نوکری کا معاملہ ہے اس لئے میں مجبور ہوں۔ آپ نے فوراً رخت سفر باندھا اور کوچ کر دیا، چند دنوں کے بعد آپ پشاور پہنچ گئے۔ ادھر کابل میں وبا پھیل گئی۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں مرنے لگے حتیٰ کہ آپ کو اطلاع ملی کہ نواب امیرخان بھی اس دار فانی سے دار بقا کو سدھار گئے۔ آپ کے تیسری بار سفر کابل کا یہ مختصر سا حال تھا۔

اخلاق اللہ جل جلالہ نے آپکو تمام اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ سے مزین فرمایا تھا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے جن کا ہر ایک سانس یاد الٰہی اور جن کا ہر کام عبادت الٰہی ہو۔ اگر وہ پاکیزہ اخلاق و اعمال کے مالک نہ ہونگے تو پھر اور کون ہوگا۔ آپ کی حیات محمودہ صفات مکمل و اکمل طور پر حضور اکرم، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ تھی اور مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ خداوندی سے یہ ارشاد ہوا تھا اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کی زندگی کا مکمل نمونہ تھے تو لاریب آپ اخلاق محمدی کا بھی مکمل نمونہ تھے، غربا کی دلجوئی، مسافروں کے ساتھ حسن سلوک، امرا اور حکماء سے تحائف کا قبول نہ کرنا اور ان کو ان کی غیر شرعی حرکات پر بلا خوف لومۃ لائم متنبہ کرنا اور خصوصاً یاد الٰہی کو اپنا طرۂ امتیاز رکھنا، یہ سب وہ باتیں تھیں جو مقناطیسی کشش کی طرح قلوب خاص و عام کو شرمندہ احسان کرتی تھیں۔

---

[1] قلمی رسالہ از سید غلام صاحب رح

محدث جلیل حضرت علامہ امام طریقت و شارحِ صحیح بخاری جناب شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :-

"خدمتِ فقرا و مساکین بسیار مے کردند و بر عام خلائق چناں شفقت مے فرمودند کہ گویا عیال ایشاں بودند و ہر روز چند ہزار کساں وارد و صادر را طعام مے دادند، چنانچہ تا نصف شب طبخ و اطعام بود و از لباس و نقد ہم بسائلین بسیار مے دادند و گاہے ملالتِ خاطر نمے شدند و ہمیشہ بشاشت مے بودند و رجوع و التفات بمخلوقات اصلاً نداشتند و وجہ معیشت از حکام و سلاطین قبول نمے فرمودند و مدد از خزائنِ غیب داشتند و عند الاحتیاج ہر چہ مطلوب مے شد ناگہاں بے سبب موجود مے شد"

(ترجمہ) یعنی فقراء اور مساکین کی خدمت کرتے اور تمام لوگوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتے تمام لوگوں کو اپنے عیال کی طرح خیال کرتے، روزانہ لاتعداد لوگ کھانا کھاتے۔ ان کی آمد و رفت کے مطابق صبح سے لیکر عشاء تک کھانا پکتا رہتا۔ بغیر ملال سائلین کو نقدی اور لباس عنایت فرماتے، اور ہمیشہ بشاش رہتے، نیز لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگتے، نہ ہی دستِ سوال دراز کرنے کے لئے ان سے میل جول کرتے اپنی گذر اوقات کے لئے حکام اور سلاطین سے کچھ بھی قبول نہ فرماتے، خزانہ غیب سے امداد حاصل تھی، اور ضرورت کے وقت بغیر کسی سبب کے جو کچھ ہوتا موجود ہو جاتا۔

حضرت علامہ سید غلام صاحب[۲] تحریر فرماتے ہیں۔ "بر عموم خلقت چناں شفقت در آفت و مہربانی داشتند، کہ پدر بہ پسر داشتہ باشد"۔ یعنی مخلوق خدا پر اس قدر نرمی اور شفقت اور مہربانی رکھتے تھے جس طرح بیٹے پر باپ رکھتا ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی بیمار ہوتا اس کی عیادت کے لئے وہاں تشریف لے جاتے، نیز اس کے علاج اور ادویہ متعلقہ علاج کیلئے بھی رقوم حتی الامکان اپنی جیب سے ادا کرتے۔ قرضدار کو اس کے قرضہ سے نجات دلاتے۔ بسا اوقات جب آپ کے پاس رقم نہ ہوتی تو آپ قرضہ اپنے ذمہ لے کر پھر ادا فرما دیتے، اور عموماً جب آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے

---

[۱] اسرار الطریقت مطبوعہ پشاور صفحہ ۳۶

Marfat.com

باہر دورے پر تشریف لے جاتے تو نادار، مفلوک الحال اور غریب لڑکیوں کی شادی اپنی گرہ سے خرچ کرکے کرا دیتے۔ جناب سید غلام صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "ہر کہ از برائے تزویج پسر یا دختر نادار بود از خود جہیز او تیار کردہ سر انجامش مے فرمودند۔" غازیوں کو اسلحہ اور سپاہیوں کو گھوڑے اور کپڑے مہیا فرماتے کوئی شخص بھی آپ کے آستانِ فیض نشان سے نامراد نہیں لوٹتا تھا۔ غربا اور مریدوں پر اپنی شفقت فرماتے کہ اس کی نظیر نایاب ہے ایک دفعہ ایک مرید جو کہ صبح و شام لنگر سے کھانا کھاتا تھا۔ شام کو نہ پہنچ سکا آپ نے لانگری کو کہا۔ اس کی روٹی میرے پاس لاؤ، پھر تمام رات اس کے کھانے کو گرم کرتے رہے جب صبح کو وہ شخص آیا تو آپ نے وہ روٹی اس کو دی اور فرمایا۔ "چونکہ تم شام کو کھانے کے وقت موجود نہ تھے۔ مجھے خیال ہوا کہ معلوم نہیں تم کس وقت آؤ گے اور بھوکے ہو گے، پھر ٹھنڈی روٹی نہ کھا سکو گے پس تمام شب بر آتش گذاشتم و خود ہم در انتظارت بودم از اں ایں نان را گرم بینی۔"[1]

خاصانِ خدا کے اعمال و افعال پاکیزگی اور انسانی ہمدردی کا مظاہرہ ہوتے ہیں۔ یہی برگزیدہ ہستیاں تھیں جنہوں نے صرف اپنے بلند اخلاق اور حسنِ سلوک کی برکت اور بدولت ہندوستان کے گوشے گوشے میں اسلام کے نور کو چمکایا اور سرورِ کائنات روحی فداہ کی سنت کا احیا کیا۔ نیز ہزارہا گم گشتگانِ بادیہ ضلالت کو نیک اعمال کی ہدایت کی اور تعلیم و ارشاد کے ذریعہ سے راہ ہدایت و نجات دکھلائی آپ کی سخاوت بخشش اور داد و دہش کا چرچا ہر ایک امیر و غریب کی زبان پر تھا آپ کے لنگر شریف سے روزانہ ہزارہا لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور بقول جناب محدث جلیل حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ "وہر روز ہزار کس وارد و صادر را طعام مے دادند"[2]

عفو و کرم

آپ کی ذاتِ ستودہ صفات عفو و کرم کے لحاظ سے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ کا مکمل اور اکمل نمونہ تھی۔ ذیل میں صرف ایک مثال تحریر کی جاتی ہے ویسے تو سینکڑوں مثالیں موجود ہیں مگر تمام کا تذکرہ باعث طوالت و ملال ہو گا۔ جب آپ کابل تشریف لے گئے تھے تو آپ کے مکان پر خادم رہتے اور کام کاج کرتے تھے۔

---

[1] قلمی رسالہ از جناب سید غلام صاحبؒ۔ [2] اسرار الطریقت مطبوعہ پشاور صفحہ ۳۶۔

Marfat.com

آپ کا ہمسایہ نواب ناصر خان کا عزیز اور رشتہ دار تھا۔ کسی بات پر آپ کے خادم اور اس ہمسائے کے درمیان تنازعہ ہوا۔ ہمسایہ نے آپ کے خادم کو پکڑ کر خوب پیٹا اور بہت بے عزتی کی جس کی وجہ سے آپ کے گھر کے لوگوں کو بہت صدمہ پہنچا۔ اتفاقاً اسی رات کو مالک مکان پاگل ہوگیا، خویش و بیگانہ کو قتل کرنے پر آمادہ ہوا، اس نے بدن سے تمام کپڑے اتار دیئے اور ہوش و حواس کو خیر باد کہی اس کی اولاد آپ کے گھر آکر عذر خواہی کرنے لگے اور خواستگار معافی ہوئی لیکن مالک مکان کی حالت دن بدن ابتر ہونے لگی۔ اب پا بہ زنجیر ہوا اور اپنے جنون و وحشت کی وجہ سے سب کے لئے باعث پریشانی بنا۔ آخر کار حضرت سید حسن صاحب کی واپسی کی خبر مشہور ہوئی تو آپ کے استقبال کے لئے جوق در جوق لوگ ایک یا دو منزل آگے گئے۔ اس پاگل کے متعلقین بھی اس کو ساتھ لے کر معافی مانگنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے جب دیوانے کی زبوں حالی کو دیکھا تو آپ کو بہت رحم آیا۔ پھر اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے تمام داستان بیان کردی۔ آپ نے اسی وقت اللہ جل جلالہٗ سے دعا کی اور خود بھی اس کی تقصیر اور گستاخی کو معاف فرما دیا۔ جناب سید غلام صاحب رح فرماتے ہیں فی الحال احوال مبدل شد و مزاجش بافاقت آمد۔ یعنی آپ کی دعا کے بعد معاً وہ شخص تندرست اور صحیح و سالم ہوگیا۔[1]

استغنائے قلبی آپ حکام وقت سے وظائف یا تنخواہ یا جاگیر کبھی بھی قبول نہ فرماتے تھے، بسا اوقات ان کے تحائف اور پیش کشوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا، اور عموماً ان لوگوں کو ان کی زندگی کا صحیح مقصد یعنی انصاف، دیانتداری، مساوات، اخوت، عدل، غرباء پروری اور حسن سلوک کی نصیحت فرماتے، نیز ان لوگوں کو رقوم خرچ کرنے کا صحیح مصرف بتاتے۔ چنانچہ گورنر کابل نواب امیر خان اورنگ زیب عالمگیر سے آپ کے فرزند جناب حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے نام گرامی پر بطور انعام یا گزران معیشت قطعہ اراضی لکھوا کر لایا اور حضور سید حسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ سند دیکھی اور فرمایا۔ "یا امیر جزاک اللہ کہ خیر خواہی

---

[1] قلمی رسالہ از حضرت مذکور

فقراء مرکوز خاطر داری، اما من طالب این نیستم و احتیاج این ندارم"۔ یعنی اے امیر۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزاء خیر دے کہ تو اپنے دل میں فقراء کی خیر خواہی رکھتا ہے مگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کی خواہش رکھتا ہوں۔ اور پھر غور طلب بات یہ ہے کہ آپ اس کو اس کا صحیح مصرف بتاتے ہیں۔ "کہ باید بحاجت مندان و مستمندان بدہی کہ قوت لایموت شاں شود"۔ یعنی ان لوگوں کو جو کہ محتاج اور ضرورت مند ہیں، یہ رقم دینی چاہیئے تاکہ ان کی زندگی بسر ہو سکے۔

اتنا بڑا حاکم اپنی کمال عقیدت سے آتا ہے اور شہنشاہِ وقت اورنگ زیب عالمگیر کی طرف سے چالیس جریب زمین کی جاگیر عطا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ پیش کش صحیح نہیں ہوتی اس لئے آپ قبول نہیں فرماتے نیز اس حاکم وقت نواب امیر خان کی صحیح رہنمائی فرماتے ہیں اور ساتھ ہی تلقین وارشاد بھی فرماتے ہیں "ترا سعادت گردد"۔ یعنی غریبوں، عاجزوں اور مفلوک الحال اور مستحق لوگوں کی خدمت کرنا۔ تاکہ تیرے لئے باعثِ سعادت ہو۔ یہی وہ جذبۂ کاملہ و صالحہ تھا جس کی وجہ سے بڑے بڑے امراء و بادشاہ۔ خاک و بوریا نشین فقراء کی خدمت کو مایۂ صد نازش و افتخار سمجھتے تھے اور حق بات کہنے پر اتنے بے باک ہوتے کہ ان کی نظر میں بمقابلہ حق سب کچھ ہیچ ہوتا تھا۔ اور اسی لئے نگاہِ فقر کے سامنے سکندری نہیں ٹھہر سکتی نواب صاحب نے آپ کو بہت مجبور کیا اور اصرار کیا کہ اس تحفے کو قبول فرمالیں تاکہ دعاء سے محروم نہ رہوں۔ آپ نے فرمایا "من دل از اسباب این جہان بالکل برداشتہ ام۔ و از ہمہ گسستہ بمولیٰ بستہ ام نخواہم کہ بماسوی اللہ خاطرم متعلق باشد"۔

آپ کے اس ارشادِ گرامی کا ایک ایک لفظ سچائی۔ دیانت۔ امانت اور اخلاص کا مظہر ہے اور آب زر کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے۔ اگر آج ہم ان ارشادات کو اپنا نصب العین قرار دیں، حطامِ دنیوی اور متاعِ قلیل پر اعتماد و بھروسہ ترک کرکے اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم و اقدس پر کلی اعتماد کر لیں اور پھر اللہ کی یاد، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت، امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر اور خدمت خلق کا طریقہ اختیار کر لیں تو آج ہم پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وانعام کی بارشیں ہونگی اور دنیاوی نمود و نمود بے معنی ہو جائیگا۔

Marfat.com

اصل میں عزّت تو وہی قابلِ رشک ہے جس کا ماخذ دربارِ لم یزلی اور سرکارِ مدنی ہے وہ عزّت جو سلاطین یا امراء و وُزراء کی طرف سے منسوب ہو تو وہ سراسر روسیاہی و ذلّت ہے کیونکہ وہ خود محتاج باری ہیں اور دنیوی عزّ و جاہ و حشمت یا اس فانی مال و منال کے لئے اسباب و علل کے متلاشی ہیں۔ یہاں بحیثیت سوال، سائل اور مسئول ہر دو برابر ہیں جیسا کہ اُن کا مقام اعتباری دکھا رہا ہے کیونکہ مسئول بھی سائل ہے۔ بعض صوفیاء کرام کا قول ہے کہ از روئے احتیاج کیا عجب جو مسئول، سائل سے زیادہ ذلیل ہو۔ تو ذلیل کسی کو کس طرح عزیز کر سکتا ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ حقیقی عزّت وہی ہے جس کا منبع، رب العزّت کی بارگاہ ہو۔ اسی لئے حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اورنگ زیب کے دربار سے آمدہ حاکم کو فرمایا "اے حاکم وقت میں تیرے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ سُن! تو عالمگیر کا نوکر ہے اگر تو کسی اور بادشاہ کی حمایت کرے یا اس کی طرف فقط میلان ظاہر کرے تو اپنے عالمگیر بادشاہ سے کیا توقع رکھے گا اور پھر فرمایا اسی طرح "من غلام بادشاہ واجب الوجودم، معاذ اللہ اگر روئے امید بدرگاہ بے پناہ ممکن الوجود آرم چہ خواہم دید"

شعر: غلامِ ہمّتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبود ❊ زہر چہ رنگِ تعلق پذیرد آزاد است

جب نواب نے یہ جواب آپ سے سُنا تو لاجواب ہو کر واپس لوٹ گیا۔ اور وہ سند اورنگ زیب عالمگیر کو واپس کر دی، آپ نے یہی استغنا اپنے خلفاء میں بدرجہ اَتم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کامل اور اکمل انسان اور صحیح معنوں میں ہادیٔ راہِ ھدیٰ و سالکِ جادۂ مستقیم وہی ہے جو اپنی مقدس ذات میں علم و عمل، زہد و تقویٰ، اخلاق و آداب اور تہذیب و شستگی کو انتہا تک پہنچا کر اسی طرح دوسروں کو بھی اپنے نقشِ قدم پر چلا کر اُن کو عوام النّاس کی ہدایت کے لئے مامور کرے۔ چنانچہ حضرت سید حسن صاحب نے اپنے فرزند ارجمند محدّث جلیل حضرت علامہ شاہ محمد غوث صاحب کو یہ وصیّت فرمائی کہ "التجا در جوع بدولت منداں نکنی"۔ اور آپ یعنی حضرت علامہ شاہ محمد غوث صاحب آپ کی سیرت کا کس طرح مکمل نمونہ ثابت ہوئے کہ جب نادر شاہ بادشاہ کابل ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے پشاور پہنچا تو کاملانِ وقت سے طالبِ دعا

۱؎ اسرار الطریقت صفحہ ۹۲

ہُوا تاکہ ہندوستان جلدی فتح ہوجائے چنانچہ نادر شاہ کو بتایا گیا کہ اس وقت کامل و مکمّل شخص حضرت شاہ محمد غوث صاحب نامی لاہور میں موجود ہے۔ اگر وہ شخص تمہارے لئے دُعا کرے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کریگا۔ نادر شاہ نے خود ایک حکم نامہ آپ کی طرف بھیجا کہ آپ فوراً پشاور آئیں۔ آپ نے جواب دیا کہ "طریق پیر ما این نیست کہ نزد پادشاہ روند و باستمداد دے پرداز ند کہ برائے ہر یک استمداد حق جلّ جلالہٗ کافی است" اس جگہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ کس طرح جناب سید حسن صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اعلیٰ اور مکمل سیرت میں اپنے خلفاء اور فرزندوں کو ڈھالا تھا اور استغناء قلبی کا جوہر بے بہا ان میں پیدا کردیا تھا۔

جناب حضرت جیو جی صاحب پشاوری فرماتے ہیں" کہ بزرگی شیخ را از بزرگی مُریدش میتوان شناخت[1]

توجّہ، صفائی قلب اور کشف

آپ کی تعلیم کا اصل اصول ذکر الٰہی تھا۔ آپ کی صحبت بابرکت میں جو شخص آتا۔ آپ اس کو یہی فرماتے کہ بیکار نہ بیٹھ، ذکر الٰہی کر، چنانچہ کوئی وقت بھی آپ کی مجلس میں کسی شخص کا ذکر الٰہی سے خالی نہ ہوتا۔ اور آپ سر بجیب مراقبہ رہتے۔ حضرت علاّمہ، امام الطریقت جناب حضرت سید سخی شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں کہ بارہا لوگوں نے ایسا دیکھا ہے کہ آپ ذکر اور فکر کی عبادت میں اس قدر مشغول رہتے کہ رات کو نیند نصیب نہ ہوتی۔ تمام شب بھر مراقبہ اور عبادت میں منہمک رہتے۔ رقّتِ قلب کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص تلاوت قرآن مجید کرتا، یا اللہ تعالیٰ کا نام مبارک زبان پر لاتا تو آپ کے آنسو جاری ہوجاتے۔ اور اکثر دیر تک روتے رہتے۔ نیز جس پر بھی توجّہ فرماتے وہ بھی مُرغ نیم بسمل کی طرح جذبۂ عشق سے تڑپنے لگتا۔ دمِ واپسیں تک آپ ذکر، فکر، مراقبہ، شغل لسانی اور قلبی میں مشغول رہے۔ جن عزیزوں کو آپ اسماء الٰہی سے کسی اسم کی اجازت دیتے یا کوئی اور وظیفہ ظاہری بتاتے۔ ان کو بھی آپ ایسا ہی لائحہ عمل اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے۔ اور اسی طرح آثار بھی ظاہر ہوتے۔ جب اسباب اور علل ٹھیک ہوں تو نتیجہ بھی صحیح اور درست ہوتا ہے۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ ظاہری علل و اسباب کو دیکھ کر قلب کا علاج کیا کرتے تھے اس لئے بعض اصحاب اور طالبانِ ہدایت کو سلوک باطن پر چلاتے اور خفی اذکار و اشغال سے فیض یاب کرتے اور بعضوں کو جذبہ اور توجّہ سے

---

[1] خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۸۸

Marfat.com

مُردہ قلب کو زندہ کرنے کے طریقے بتلاتے۔ سات برس تک آپ نے نفی اثبات کا ذکر جزائر شور کے جنگلات میں کیا۔ اور جمعہ کے روز اسی ذکر میں مشغول رہنے کے لئے زیادہ تاکید کیا کرتے۔ جمعہ کے روز آپ کے پاس اکثر چہل پہل رہتی، طالبوں کا ہجوم، اور اسی طرح شب جمعہ سے لیکر نماز جمعہ کی ادائیگی تک تمام لوگ ذکر جہر میں مشغول رہتے اور ان اوقات میں ایک عالم محویت اور ہو طاری رہتا۔ حضرت شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں "در عہد آں حضرت مقرر بود کہ روز جمعہ از صبح تا نماز جمعہ ہمہ طالبان بذکر جہر مشغول مے بودند" اور آپ کی حالت کا نقشہ حضرت شاہ محمد غوث صاحبؒ نے بایں الفاظ کھینچا "آں حضرت سر بمراقبہ مے بودند چوں ذاکراں از ذکر ساکت مے شدند، جناب سر برداشتہ نظرے بر ایشاں مے کردند۔ بہر کہ آں نگاہ مے رسید، فی الفور از ناسوت سوئے لاہوت مے رسید، وہر صالح و طالح کہ آں نگاہ مے افتاد۔ درہموں زماں عارف باللہ مے شد" یعنی جناب سید حسن صاحبؒ مراقبے میں مشغول رہتے، جب ذاکر اپنے ذکر سے خاموش ہو جاتے تو آں جناب ان کی طرف ایک نگاہِ عارفانہ ڈالتے جس پر آپ کی نگاہ پڑتی وہ فوراً منزل ناسوت سے منزلِ لاہوت میں پہنچ جاتا اور ہر ایک نیکوکار یا گنہگار عارف باللہ ہو جاتا۔ یہ تو انسانوں کی حالت تھی اور اگر آپ کی توجہ باطنی کے وقت آپ کی نگاہ کسی پرندے یا وحشی پر پڑتی تو وہ صیدِ نیم بسمل کی طرح تڑپتا رہ جاتا۔

جناب آقا سید سعیدؔ احمد شاہ نے فرمایا تھا کہ جب آپ اختتام نماز کے وقت دائیں طرف سلام پھیرتے اس طرف کے نمازی سب کے سب ولی ہو جاتے اور جب بائیں طرف سلام پھیرتے تو سب کے سب حافظِ قرآن ہو جاتے اور یہ کیف اس وقت مشاہدے میں آتا جب آپ پر جذبے کا غلبہ ہوتا۔ جناب سید غلام صاحب اپنے مرشدِ ارشد جناب سید شاہ محمد غوث صاحب کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ کی اس توجہ باطنی اور جذبے کا بہت شہرہ ہوا تو پنجاب سے ایک شخص جو کہ جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی تھے اور عالم و فاضل بے بدل و حافظِ جید تھے یعنی حافظ عنایت اللہ بقصدِ امتحان و آزمائش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بقول جناب شاہ محمد غوث صاحب "بطریق مباحثہ عرض کرد، من شنیدہ

لہ قلمی نسخہ۔ از جناب سید غلام صاحب کشمیری ۲: یہ راقم الحروف کے دادا صاحب ہیں۔

Marfat.com

ام کہ تو بر مردم جہال وعوام نظرے مے فرمائی کہ از اثر آں مردماں از حالے بحالے تغیر مے پایند لہٰذا آمدم کہ اگر باشد مبیں نیز اشارہ فرمائی" آپ ہمیشہ کے لئے بحث مباحثہ اور مناظرہ وغیرہ سے کنارہ اختیار فرماتے۔ اور اگر کوئی مسلمان سخت یا درشت لہجہ اختیار کرتا تو آپ درگذر فرماتے اور لہٰذا اس قسم کے مناظرہ کو مجادلہ قرار دیکر عموماً اجتناب فرماتے۔ کیونکہ یہ فعل عبث اور لغو ہے بفحوائے آیۂ مبارک وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ط

بہرحال آپ نے خندہ پیشانی سے فرمایا کہ وقت آنے پر سب کچھ ہو جائیگا۔ آپ نے اس عالم سے جس نے ظفر اور کبر کا لہجہ اختیار کیا ہوا تھا، الجھنا مناسب سمجھا مگر وہ صاحب تو پہلے ہی سے بحث کی ٹھان کر آئے تھے اور اپنے علم وفضل کی دھاک جس پر ان کو بڑا ناز تھا بٹھانا چاہتے تھے فوراً کہا کہ "شما ابوالوقت اید، فید وقت چگونہ مے فرمائید"۔ اُدھر اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا ہی تھا کہ اِدھر آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور بغائیت جوش میں آ گئے بقول جناب شاہ محمد غوث صاحب رح "آں حضرت بغیرت آمدہ چناں نگاہ فرمودند کہ از زمین بالا رفت ودر ہوا مے رقصید۔ بعد از ساعتے بر زمین آمدہ پارچہ ہا را پارہ پارہ ساخت، نعرہ ہا مے زد و نالہ ہا مے کرد"۔ یعنی آپ نے غیرت میں آکر اس پر ایسی توجہ فرمائی کہ زمین سے ہوا میں پھینکا گیا۔ اور ناچنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد زمین پر آ گرا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ آہ دفعاں کے نعرے لگائے، نالہ وفریاد، واثبورا سے واویلا شروع کیا۔ ؎

نعرہ مے زد واثبورا۔ واثبور ٭ ہمچناں کہ کافراں روز نشور

پھر خادموں نے ملّاں جی کو اُٹھا کر مسجد کی کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ چنانچہ تین دن تک وہاں بے ہوش اور مدہوش پڑے رہے۔ تیسرے دن حضور بنفس نفیس ملّاں صاحب کے پاس گئے۔ صاحب خوارق العادات فرماتے ہیں۔" تو جھے فرمودند پس یک بار چشماں را واکرد و بافاقت آمد۔ اب تو ملّاں صاحب کو تمام بحث ومباحثہ بھول چکا تھا اور کتابوں کو "بدریا انداخت" یعنی تمام کتابوں کو دریا میں پھینک دیا۔ عالمانہ لباس اتار دی گئی، فقیرانہ لباس پہن لی۔ اور اب کیا حالت تھی۔ عینی شہادت سنیئے۔" سر نعلین مبارک سائیدہ مے گریست۔ وایں آیۂ تلاوت وتکرار مے نمود سبحانک تبت الیک وانا اوّل المسلمین ط

آپ کے قدموں پر سر رکھ کر دیر تک روتا رہا اور اس آیۂ کریمہ کی بار بار تلاوت کرتا رہا۔ آپ نے حافظ صاحب کو کہا۔" اب حالے بجالے تعبیر مے یا بند کا جو طنز تھا اس کو ملاحظہ کر لیا۔" وہ عالم و فاضل جس کے علوِ شان کے بڑے بڑے امراء اور علماء مدّاح تھے اور جس کے ہزار ہا شاگرد تھے۔ پھر جس کی آواز سے حکام وقت تھرتھراتے تھے ان کی حالت کس طرح دفعتہً بدل گئی۔ ایک اللہ والے کو آزمانے آئے تھے ؎

یک نظر کردی و آدابِ فنا آموختی ؛ خوشا وقتے کہ خاشاک مرا واسوختی

طرفہ یہ کہ اس اللہ والے کا بلند اخلاق اور پاکیزہ کردار دیکھئے اور اس کا عفو، درگذر اور حلم حسنی ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح ان دنیا کے بندوں کو، حُبِ جاہ کے بھوکوں کو، اور ظاہری نمود کے فریب کے جال میں پھنسے ہوؤں کو تمام خباثتوں سے پاک کرکے یُزَکِّیْھِمْ کے تحت نیابتِ رسول کا حق ادا کرتے ہوئے اِس ذاتِ باری کے ساتھ ان کا رشتہ اور تعلّق قائم کر دیا حتیٰ کہ اُن کے انجام کو پاک کرکے اُن کی جنسِ ایمان کو گوہر آبدار کی طرح چمکا دیا، پھر بیعت کرکے اپنے سلسلہ میں داخل کیا۔ غفلت اور نخوت کے سِفلی حجابات کو شغفِ قلب سے ایک عارفانہ نظر سے دُور کرکے اس کو مشاہدۂ تجلّیِ اسماء و صفات بنا دیا۔

جناب سیّد غلام صاحب فرماتے ہیں" از ما سوی اللہ ترکِ کلّی ساخت۔ واز خلق و جہاں چناں مستغنی شد کہ شاہ و گدا، امیر و فقیر در نظرش برابر بودند و تدریجاً بمرتبۂ فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول فائز گشت۔" (ترجمہ) ما سوی اللہ سے کلّی طور پر ترک اختیار کر لیا اور مخلوقِ خدا سے اس قدر مستغنی ہوگیا کہ اس کی نظر میں امیر و فقیر، شاہ و گدا، برابر ہو گئے۔ دیکھئے وہی برمرد جہّال و عوام نظر مے فرمائی کا طنز کرنے والا حافظ قرآن، عالم و فاضل آپ کی توجہِ باطنی اور نظرِ کیمیا اثر کی بدولت مرتبہ فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول حاصل کر لیتا ہے بلکہ اسی پر اکتفا نہیں ہوتا۔ رحمتِ الٰہی کا اتم ظہور ہوتا ہے" بمقام باقی باللہ رسید و صحبتِ رسول الکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحبتِ حضرت سیّدنا غوثِ الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ در اختیارش آمد" یعنی وہی معترض مقام بقا باللہ پر پہنچا اور حضورِ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و غوث

Marfat.com

الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبتِ بابرکت اس کو نصیب ہوئی۔ شہادت دینے والے بھی عینی شاہد ہیں۔ اور وہ بھی شاہ محمد غوث صاحب لاہوری، جن کے مندرجہ ذیل الفاظِ درخشاں نہایت ہی قابلِ توجہ و غور ہیں:۔

چنانچہ آں حضرتؒ را (یعنی جناب سیّد حسن) ہرگاہ عرضے مے بود۔ یاوری فرمودند۔ او بموجبِ ارشادِ ایشاں بلا توقف در حجرہ خود رفتہ بجنابِ عالی حالے مے کرد و فی الفور جواب باصواب مے آورد۔"
یعنی جب کبھی حضور سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی بات حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی بارگاہِ عالیہ میں عرض کرنا ہوتی تو آپ حافظ صاحب کو فرماتے وہ بلا تاخیر اپنے حجرے میں جاتے اور فی الفور جواب باصواب لاتے۔

اولیاء کرام کی مثال سورج کی سی ہے۔ جس تاریکی پر سورج کی روشنی پہنچتی ہے تو وہ بعینہٖ اس تاریکی کو اپنی طرح روشن بنا دیتی ہے گویا کہ قلبِ ماہیت رونما ہوتی ہے۔ اولیاء عظام بھی جس پر باطنی توجہ فرماتے ہیں اس کو اپنی طرح منوّر اور مطہر کر دیتے ہیں۔ جناب سیّد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ عنایت اللہ صاحب پر توجہ کاملہ فرما کر ان کو بالکل اپنے جیسا بنا دیا ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ✿ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

حضرت سیّد میر شاکر شاہ صاحب بن حضرت شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار کابل، قندھار اور غزنی تک یہ افواہ پھیل گئی کہ اورنگ زیب عالمگیر راہیٔ ملک بقا ہو گئے ہیں اس افواہ سے ملک میں ابتری سی پھیل گئی۔ نواب امیر خان گورنر کابل نہایت سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جناب سیّد حسن صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی پریشانی کے واقعات بیان کئے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا "اے امیر مطمئن رہ، بادشاہ بالکل صحیح اور تندرست ہے۔ ونیز شہرت غلط است، پھر فرمایا" امید است کہ بفضلِ علّام الغیوب روز سوم خبرِ صحیح الاثر خواہد رسید، و تسکین حاصل خواہد گردید و ایں علم الیقین را بعین الیقین خواہی دید"۔ (ترجمہ) امید ہے کہ بفضلِ باری جو کہ عالم الغیوب ہے

۱؎ خوارق العادات از سیّد غلام صاحب قلمی۔ ۲؎ رسالہ خوارق العادات از سیّد غلام صاحب قلمی۔

Marfat.com

تیسرے دِن صحیح خبر آجائیگی اور تسکین حاصل ہو جائیگی۔ اور یہ علم الیقین والی بات عین الیقین سے ثابت ہو جائیگی"
جناب میر نثار شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب تیسرے دن صبح ہوئی تو جہان آباد (دہلی) سے قاصد خطوط لے کر آیا
کہ بادشاہ بخیر وسلامت ہے۔ نواب صاحب آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا۔ اور اس نے بہت ہی خوشی کا
اظہار کیا۔ آپ نے وہ تحائف غریبوں، بیواؤں اور مفلوک الحال لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔

حضرت سید محمد عابد بن حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ موسم گرما میں نواب
امیر خان کی التجا و التماس پر آپ کابل تشریف لے گئے۔ چند دن قیام کرنے کے بعد نواب کو کہا کہ اس ملک سے
نکل جانا چاہئیے کیونکہ اس پر وبائے عظیم اور عذاب الیم اُتر رہا ہے جس سے کوئی جاندار محفوظ و مامون نہ رہ سکیگا
نواب نے اس دن تو سہل انگاری سے کام لیا لیکن دوسرے دِن آپ نے بتاکید وہی الفاظ مبارک دُہرائے
نواب نے جواب دیا: "آپ جو کچھ فرماتے ہیں مجھے اس پر یقین کامل ہے کہ وہ ہو کر رہیگا مگر نوکری کا معاملہ
ہے اور میں مجبور ہوں"۔ آپ نے فوراً رختِ سفر باندھ کر وہاں سے کوچ کر دیا اور پشاور پہنچ گئے۔ چند دنوں
کے بعد کابل میں ایسی بیماری پھیلی کہ لوگ ہزار ہا کی تعداد میں روزانہ لقمۂ اجل ہونے لگے، جو لوگ لاشوں کو
دفن کرنے جاتے وہ بھی وہاں ہی طعمۂ مرگ ہو جاتے۔ حتیٰ کہ ایک روز یہ اطلاع بھی پہنچ گئی کہ نواب امیر خان
بھی اس دارِ فانی سے دارِ بقا کو سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

یہی امیر خان حاکم و ناظم کابل اکثر پشاور میں رہتا تھا اور حضور کا بغایت مخلص و معتقد تھا۔ خدمتِ اقدس
میں روزانہ پیدل چل کر حاضر ہوتا۔ مگر اعتقاداً شیعہ تھا۔ ایک بار اس کے رشتہ داروں نے کہا کہ تو اتنا عالی رتبہ
ہو کر ایک درویش کی اس قدر قدر و منزلت کرتا ہے اور پھر طرفہ یہ ہے کہ اختلاف مذہب و ملت حائل ہے
امیر نے کہا، آپ لوگ حکومت پر مغرور نہ ہوں نیز آپ حضرت سید حسن صاحب کے دربارِ دُربار میں شیعہ سُنی
اختلافات پر نظر نہ کریں۔ "بخدا من یقین دارم کہ سلطنتِ عالمگیر در دستِ اختیارِ ایشاں است"۔ لیکن پابندِ جاہِ
دُنیا و عز و جلال حکومت نے نواب کو پھر مجبور کیا۔ نواب صاحب ان سب کی معیت میں حضور کی خدمتِ اقدس
میں حاضر ہُوا۔

اِدھر حضور کا یہ عالم تھا کہ بقول جناب سید محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ نے "بصفائی آئینہ

قلبی ماجرا دریافتہ بود و فرمودند، اے امیر نزدِ فقرا بہ امتحان آمدن موجب نقصان است۔" یعنی قلبی صفائی یا کشف سے تمام واقعہ دریافت کرلیا اور فرمایا کہ اے امیر فقراء کے پاس بطورِ امتحان آنا نقصان کا موجب ہے۔ امیر نے باادب دست بستہ عرض کی۔ "میری عقیدت مندی آپ پر واضح ہے یہ ان ہمراہیوں کی گفتگو ہے جو آپ کی ضمیر منیر پر ہویدا ہے۔ آپ نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ نظر کا اٹھنا ہی تھا کہ اشرفیوں کی بارش ہونے لگی۔ تمام صحن اشرفیوں اور روپوں سے بھر گیا۔ دیکھنے والے حیران و ششدر رہ گئے، انکار کرنے والوں نے اپنے منہ گریبانوں میں چھپائے، رونے لگے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے معذرت پیش کرنے لگے۔ آپ نے امیر خان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

حق تعالیٰ بفضل و کرم خود چناں نوازشم فرمودہ است و چناں دولتم عطا نمودہ است کہ اگر اہلِ مشرق و مغرب جمع شوند و ہر روز از من نفقہ خواہند ہمہ را دہم و ہرگز بعجز و ملامتم نیایم ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (ترجمہ) اللہ جل جلالہ نے اپنے خاص فضل و کرم کے ساتھ مجھ پر نوازش کی ہے اور اتنی دولت بخشی ہے کہ اگر تمام مشرق و مغرب کے لوگ جمع ہو کر روزانہ مجھ سے کھانا طلب کریں تو میں نہ عاجز ہو سکتا ہوں اور نہ کمی کی وجہ سے قابلِ ملامت بن سکتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہتا ہے کرتا ہے

کرامات: جناب سید غلام صاحب فرماتے ہیں "کراماتِ ایشاں مثلِ قطراتِ مطرات لا یُعَدُّ وَ لَا یُحْصٰی است۔" یعنی آپ کی کرامات، بارانِ رحمت کے قطروں کی طرح ان گنت اور بے شمار ہیں۔ جناب محدث جلیل حضرت شاہ محمد غوث صاحب لاہوری فرماتے ہیں "خوارق عادت از ایشاں بحدے ظہور یافتہ کہ تحریر آں دریں مختصر گنجائش ندارد۔" یعنی آپ کے کرامات اس حد تک ظاہر ہوئے ہیں کہ ان تمام کی تفصیل اس مختصر عجالہ میں سما نہیں سکتی۔" چنانچہ حاجی محمد صدیق اور حافظ محمد عظیم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نواب

لہ رسالہ خوارق العادات از سید غلام صاحب ۲ہ ایضاً رسالہ خوارق العادات۔ ۳ہ اسرار الطریقت از حضرت جناب مذکور صفحہ ۳۷ مطبوعہ پشاور۔ ۴ہ و ۵ہ ہر دو حضرات جناب امام الطریقت حضرت شاہ محمد غوث صاحب لاہوری کے مرید تھے اور جناب حضرت سید حسن کے خاص خادموں میں سے تھے۔

Marfat.com

امیر خان آئے اور عرض کیا" حضور آج میرے ساتھ شکار کو تشریف لے چلیں"۔ آپ نے اس کی درخواست کو قبول کیا۔ شکار گاہ میں ایک ہرن نظر آیا۔ امیر نے حکم دیا کہ اس ہرن کو گھیر لو مگر ہرن کو وہی مارے جس کے آگے سے وہ گذرے تمام لشکر ہرن کو گھیر کر تیار کھڑا ہوگیا۔ وہ ہرن صف کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ نواب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا" سیدی۔ آہو از پیشگاہ شما بدر رفت۔ لہٰذا کسے متوجہ او نگردید حالا ہر چہ ارشاد باشد بعمل آوردہ شود یعنی حضور یہ ہرن آپ کے آگے سے ہو کر نکل گیا۔ اس لئے کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اب جو حکم حضور ہو، اس کی تعمیل کی جائیگی پھر آپ نے گھوڑے کی باگ کو موڑتے ہوئے آواز دی" اے صید کجا مے روی کہ رزق مائی"۔ اے ہرن تو کہاں جا رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ تو ہمارا رزق مقسوم ہے۔ آپ کی اس آواز کے ساتھ ہی" یک بار دیدند کہ آہو از رمیدن ماند و بر زمین بیفتاد" یعنی لوگوں کو یہ دیکھ تعجب ہوا کہ ہرن بھاگنے سے عاجز آکر زمین پر گرا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب پہنچو اس کے جگر میں سوراخ ہوگیا ہے۔

جناب سید غلام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوح الغیب میں ارشاد فرمایا ہے۔" چوں سالک بدرجۂ انتہا رسد ولایت حاصلش گردد و متخلق مے شود با خلاق اللہ و ظہور مے کند۔ از وے حکم کن فیکون اَلْقِفُوا ذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ (ترجمہ) جب سالک سلوک کے انتہائی درجے کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو ولایت ملتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے اخلاق میں رنگا جاتا ہے پھر اللہ کی مشیت کے تحت اس سے کُن فیکون کا معاملہ اس طرح صادر ہوتا ہے، کہ وہ جس وقت کسی کام کے ہو جانے کو چاہتا ہے تو اسے کُن کے لفظ سے یاد کرتا ہے پس وہ ہو جاتا ہے سبحان اللہ۔ کیوں نہ ہو سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ایک زندہ معجزہ ہے کہ آپ کی اُمت سے ایسے اولیاء پیدا ہوتے رہینگے جن کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے ؎

عیسیٰ کے معجزوں نے مُردے جلا دیئے ہیں ؞ حضرت کے معجزوں نے عیسیٰ بنا دیئے ہیں

آپ کا ایک خادم ہر وقت آپ کے سامنے گذشتہ اولیاء کرام کی کرامات بیان کرتا اور آپ سے طلب کرامت کرتا رہتا تھا، آپ نے فرمایا، کہ اے درویش کرامت کے درپے نہ ہو، یادِ الٰہی میں

Marfat.com

مصروف رہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّتِ مطہرہ کی متابعت کر، کیونکہ نجات اسی میں ہے لیکن وُہ طلبِ کرامت پر مُصِر رہا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ امر بالمعروف کے لئے دوآبہ ہشتنگر کی طرف تشریف لے گئے۔ دوآبہ کے راستے میں دریائے کابل بہتا تھا جس کو بذریعہ کشتی عبور کیا جاتا تھا۔ آپ اس وقت عراقی[1] گھوڑے پر سوار تھے اور وہی خادم گھوڑے کی رکاب تھامے ہُوا تھا۔ جب آپ کشتی کے قریب پہنچے تو آپ نے گھوڑے کی لگام کھینچی اور گھوڑا کشتی میں سوار ہونے کی بجائے دریا میں کود پڑا۔ وُہ خادم جو رکاب تھامے ہُوا تھا وُہ بھی دریا میں گر پڑا۔ تمام مرید و معتقد پریشان ہو گئے، اور ایک کہرام مچ گیا کہ آپ مع خادم و سواری دریا میں غرق ہو گئے لیکن چند منٹوں کے بعد آپ مع سواری و خادم دریا کے دوسرے کنارے پر نظر آنے لگے۔ اب حیرانگی اور تعجّب کا عالم تھا۔ کوئی آپ کے قدم چومتا۔ کوئی ہاتھ۔ آپ کے کپڑے۔ گھوڑا اور خادم یہ سب بالکل خشک تھے۔ جب آپ منزلِ مقصود کو پہنچے۔ آپ نے اس خادم کو بلا کر فرمایا۔ یا عبداللہ! دیدی قدرتِ اِلٰہ را۔ اے اللہ کے بندے اللہ کی قدرت کو تو نے دیکھ لیا۔ اس نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ ہاں جناب! پھر آپ نے بیان فرمایا کہ پہلے تو گذشتہ اولیاء کی کرامات بیان کیا کرتا تھا۔ اب اپنی آنکھوں سے یہ ماجرا بھی دیکھ لیا مگر یہ بات یاد رکھنا کہ "ایں ہمہ آنچہ دیدی و شنیدی بازیٔ طفلاں است و کارِ دیگر است۔ سالک را ایں کار آفت است و مانع علّو درجات است[2]" یعنی یہ سب کچھ جو تم نے دیکھا اور سُنا چھوٹے بچوّں کا کھیل ہے اصلی مقصد کچھ اور ہے نیز سالک کے لئے یہ کرامات جتلانا باعثِ آفت ہے اور یہ برتری سلوک اور درجات کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

محدّثِ جلیل جناب شاہ محمد غوث صاحبؒ فرماتے ہیں۔" والد بزرگوار جناب سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ، ایک دفعہ اٹک سے پشاور کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ اتفاق ایسا ہُوا کہ آپ کے وظائف کی کتاب آپ کے خادم سے دریائے اٹک میں گر گئی۔ خادم بہت پریشان ہُوا اور سراسیمگی کے عالم میں اس پر سکتہ سا چھا گیا۔ لیکن وہ حضور کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کرنے سے قاصر رہا جب آپ نے آٹھ کوس کی

---

[1] اس گھوڑے کا نام بوجہ تیز رفتاری بادپا تھا۔ [2] رسالہ خوارق العادات قلمی از جناب سیّد غلام صاحبؒ۔

Marfat.com

مسافت طے کرنے کے بعد قیام کیا اور تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد حسب معمول وظائف کی کتاب طلب کی۔ تو خادم پر ہیبت طاری ہو گئی اور وہ جواب نہ دے سکا۔ جب آپ نے دوبارہ کتاب مانگی تو آپ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے جواب دیا، مجھے تم نے اس وقت اطلاع کیوں نہ دی پھر زبان فیض نشان سے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ "برو بر آب ایں دریا کہ بداں دریا ملحق باشند دست بہ آب کردہ بگو کہ سید حسن کتاب خود مے خواہد" (ترجمہ) اُس دریا کے پانی کی طرف جاؤ جو کہ اس دریا سے ملتا ہے اور ہاتھ بلند کر کے کہو کہ اے دریا۔ سید حسن اپنی کتاب تم سے چاہتا ہے اس خادم نے عرض کیا" کہ یا سیدی کتاب از گذر اٹک رفتہ است۔" (ترجمہ) جناب کتاب اٹک کو عبور کرتے وقت ہاتھ سے گر گئی تھی۔ آپ نے فرمایا" اے بے خبر کار پروردگار از تدبیرات بیرون است"۔ یعنی اے بے خبر اللہ تعالیٰ کے کاموں کو تو سمجھنے سے قاصر ہے۔ پھر یہ خادم آپ کے اس ارشاد کے مطابق دریا پر چلا گیا اور آواز بلند کہنے لگا "اے دریا سید حسن اپنی کتاب طلب کرتے ہیں"۔ ادھر زبان سے یہ الفاظ نکلے اُدھر کتاب سطح آب پر نمودار ہوئی۔ خادم نے فوراً کتاب کو اٹھا لیا۔ تعجب کا مقام تو یہ تھا کہ کتاب جُوں کی توں خشک تھی۔ اب تو خادم خوشی سے دوڑتا ہوا۔ کتاب لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت سید غلام صاحب یہ کرامت تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ مظہر ذات و صفات الٰہی اند ہمہ صفات الٰہیہ از ایشاں ظہور مے کنند۔" (ترجمہ) اولیاء اللہ، ذات و صفات باری تعالیٰ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے تمام صفات اُن کے وجود سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جب اس شہباز اوجِ ولایت کا انتقال ہوا تو ہر شہر اور ہر قریہ سے لوگ آئے، اور ان میں وہ حضرات بھی موجود تھے جن کا آپ پر قرضہ تھا۔ حضرت شاہ محمد غوث فرماتے ہیں کہ جب اس قسم کے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے تو میں نے یہ خیال کیا کہ یہ اپنے قرضے کی وصولی کے متعلق چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ اس لئے میں نے اُن سے پوچھا کہ تم کیا سرگوشیاں کر رہے ہو، تو انہوں نے جواب دیا۔" کہ اے صاحبزادہ سخن از کشف و کرامات پدر بزرگوار شما مے گوئیم و سنعت پروردگار را مے بینیم کہ بندگان خود را چساں تربیت کردہ بمراتب رسانیدہ کہ عقل غافلاں در غور ایں معنیٰ عاجز و نظر صاحب نظراں قاصر است" (ترجمہ) عرض کیا

کہ ہم آپ کے والد ماجد کے کشف و کرامات کی باتیں کر رہے ہیں اور اللہ جلّ جلالہ کی کمال صنعت کو دیکھ رہے ہیں کہ اس نے اپنے بندوں کی کس طرح تربیت فرمائی ہے اور کس قدر بلند و عظیم مراتب پر ان کو پہنچایا ہے کہ بڑے بڑے داناؤں کی عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے اور بڑے بڑے عارفوں کی نظر اس کی حقیقت تک پہنچنے سے عاجز ہے۔ حضرت شاہ محمد غوث نے فرمایا کہ مجھے بھی تو ذرا اس حقیقت کی کیفیت سے آگاہ کرو تاکہ ذوق حاصل کروں۔ انہوں نے مل کر عرض کیا کہ چند دن پہلے جب ہم نے سیّد حسن صاحب کی شدّت مرض کے متعلق سُنا تو ہمیں یہ خیال ہُوا کہ اگر حضور کا انتقال ہو گیا۔ تو ہمارے قرضے کا کیا بنے گا۔ ہم سب نے متفق ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ بالمشافہ آپ سے گفتگو کریں۔ جب رات ہوئی تو چند اشخاص جن کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں منودار ہوئے۔ ان کی جیبیں اشرفیوں اور روپوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اُن سب نے ہم کو ایک مقام پر جمع کیا اور کہا کہ ہم کو جناب والا شان حضرت سید حسن صاحب نے بھیجا ہے۔ ہمارے ساتھ حساب کر دو تاکہ حضور پُر نور کا قرض ادا کر دیا جائے انھوں نے حساب کے بعد ہر ایک کا قرضہ ادا کر دیا۔ اور جو حجّتیں اور تمسکات آپ کے ہمارے پاس تھے۔ لیکر چلے گئے۔ اس بھری مجلس نے جب یہ واقعہ سُنا تو سب زار و قطار رونے لگے۔ جناب شاہ محمد غوث فرماتے ہیں "مجھے اس واقعہ کا کوئی علم نہیں ہے۔ پھر اُن لوگوں نے عرض کیا کہ آپ سیّد حسن صاحب کے کاغذات دیکھیں اور یہ معلوم کریں کہ ہمارے تمسکات وہاں موجود ہیں یا نہیں۔ حضرت شاہ محمد غوث صاحب کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں۔" از کمال تعجب برجستم و کاغذ بر کشادم دیدم کہ ہمہ تمسکات بعینہٖ موجود است" یعنی میں نہایت ہی تعجب کے عالم میں اُٹھا۔ تمام کاغذات دیکھے، وُہ تمسکات جن کا انہوں نے ذکر کیا جُوں کے تُوں وہاں موجود تھے۔"

اِس واقعہ سے اس امر کی ایک بیّن دلیل ملتی ہے کہ آپ کی مدد اور اعانت خزائنہ غیب سے ہوئی۔ نیز یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ایک ایسا شخص جس کے لاکھوں مرید ہوں اور پھر مُرید بھی کابل، پشاور اور پنجاب کے گورنر، حُکّام اور اُمرا ہوں مگر اس درویش کامل کی وفات پر یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ آپ چند ہزار روپے کے قرضدار ہیں۔

Marfat.com

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی درویشی اور مسندِ ولایت دکانداری نہ تھی بلکہ ایک بانٹنے والا دربار تھا۔ جہاں ہزارہا روپے، گھوڑے، مال، مویشی اور غلّہ آتا ہے اور برابر غرباء، مساکین اور بے کسوں میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔ پھر جب اتنی بڑی مسند کا مالک اِنتقال فرماتا ہے تو مقروض پایا جاتا ہے پھر کس طرح یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی وفات کے بعد کوئی چیز چھوڑ کر جاتے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کی تعلیم اور جن کے اخلاق وسنن کی اشاعت آپ کی زندگی کا نصب العین تھا خود بنفسِ نفیس اس دنیاءِ فانی سے سفر کرتے وقت کچھ بھی نہ چھوڑ کر تشریف لے گئے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن حارث[1] فرماتے "مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً"۔ (ترجمہ) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت کچھ بھی نہ چھوڑا۔ نہ درہم نہ دینار، نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کچھ اور، مگر ایک سفید خچر، ہتھیار اور کچھ زمین جو حضورؐ صدقہ کرگئے۔ جب حضور فخرِ دوعالمؐ کا یہ حال تھا کہ کچھ بھی نہ چھوڑ کر گئے تو آپ کے سچے اور حقیقی جانشین جو اگرچہ سلاطینِ زماں پر حکومت کرتے تھے کیسے کچھ چھوڑ کر جاتے۔ یہی نفر کی بہت بلند پایہ سلامت روی ہے جس کی نظیر فقراء میں بہت کم ملتی ہے۔

وفات حضرت علامہ اجل سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ جناب حضرت قبلہ گاہی بروز جمعہ بیست ویکم ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ یکہزار و یکصد و پانزدہ بود کہ از دارِ فنا بدار البقا رحلت فرمودند۔" یعنی جمعہ کے دن ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ میں جناب حضرت قبلہ گاہی (والد محترم) دارِ فنا سے دار البقا کو رحلت فرماگئے۔"

جناب حضرت سید غلام صاحب تحریر فرماتے ہیں۔" واقعہ وفات حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ بیست ویکم شہر ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ یکہزار و یکصد و پانزدہ واقعست۔" یعنی حضرت سید حسن رحمت اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ میں ہوا۔

---

[1] بخاری شریف کتاب الوصایا۔

Marfat.com

اِس حساب سے کہ آپ کی پیدائش سنہ ۱۰۲۳ھ میں ہوئی اور وفات سنہ ۱۱۱۵ھ میں ہوئی آنجناب کی عمر مبارک ۹۲ برس تھی۔ آپ کی وفات پر پشاور کے علاقہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے آپ کے دولتکدہ کی طرف آ رہے تھے۔ ہزارہا لوگوں نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور جس مقام پر حضور محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا سید شیخ ابو محمد محیّ الدین عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے نشاندہی فرمائی وہاں پر اس آفتابِ ولایت و معرفت شہبازِ معرفتِ الٰہی سرتاج سلسلہ قادریہ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔[1] اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ہ

---

[1] تاریخ اقوام کشمیر میں جناب محمد دین صاحب فوق ص ۱۵۹ پر لکھتے ہیں۔ مصنف اشجار الخلد نے لکھا ہے "شاہ ابو الحسن در ایں جا (کشمیر) وفات یافتہ است و برادرش شاہ محمد فاضل قادری جسم مبارکش را امانت سپردہ پس از شش ماہ در شہر پشاور بردند" قطعی طور پر غلط ہے۔ مؤرخ کشمیر مفتی محمد شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں "چند عرصہ گذار کر پشاور کی راہ لی"۔ ہمارے اپنے بزرگوں کی کتابوں کے علاوہ کشمیر کے متقدر تذکرہ نویسوں نے آپ کا پشاور واپس آنا ذکر کیا ہے معلوم نہیں کہ ان کو یہ مغالطہ کیسے لگا ہے۔

سرتاجِ الاتقیاء، زینۃ الاصفیاء حضرت شاہ محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری خانیاری[1] (کشمیر) برادرِ خورد جناب سیّد شاہ ابوالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری پشاوری

آپ کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی سیّد محمد فاضل تھا آپکی ولادت بمقام ٹھٹھہ ۱۰۲۹ھ میں ہوئی۔ نیز آپ کی تعلیم و تربیت اور پرورش آپ کے برادرِ کلاں جناب سیّد حسن بادشاہ صاحب قادری پشاوری کے زیرِ سایہ ہوئی جناب سیّد غلام صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب سیّد حسن صاحب بیان فرمایا کرتے تھے۔ "برادرِ خورد[2] سید محمد فاضل را ہمراہ گرفتم و تعلیم راہِ باطنش کردم تا مثلِ خود ساختم" یعنی جب میں نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا تو اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل کو اپنے ساتھ لیا اور اس کو باقاعدہ تصوّف و سلوک کی تعلیم دیتا رہا۔ حتیٰ کہ اِس کو بالکل اپنی طرح کر لیا۔ مؤرخِ کشمیر جناب حضرت مفتی محمد شاہ صاحب "سعادت" تحریر فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے محترم بھائی[3] حضرت شاہ سیّد ابوالحسن قادری کی خدمت میں زانوئے ادب جھکایا۔ ظاہری فضائل کا تلمذ حاصل کیا۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ کی تعلیمات و ہدایت کی اجازت حاصل کی۔ آپ تبلیغِ اسلام، اشاعتِ سنتِ نبویؐ اور تزکیۂ نفس کے لئے اپنے برادرِ بزرگوار کی ہمرکابی میں کشمیر تشریف لے گئے پھر جناب سید حسن بادشاہ صاحب چھ ماہ کشمیر رہ کر واپس تشریف لانے لگے تو آپ کو خرقۂ خلافت مرحمت فرماکر وہاں ہی مقیم ہونے کی تلقین کر دی۔

جب سیّد حسن صاحب اپنے وطنِ مالوف یعنی پشاور کو واپس ہونے لگے تو لوگوں نے نہایت الحاح و زاری سے عرض کیا کہ آپ اسی جگہ سکونت پذیر ہو جائیں۔ آپ نے مراقبہ کیا اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] خانیاری کشمیر میں ایک محلہ ہے جہاں آپ فروکش ہوتے اور وہاں ہی آپ کا مزار ہے جناب سید محبوب شاہ صاحب۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

سے بذریعہ مکاشفہ باطنی حکم پایا کہ تم تو واپس جاؤ، مگر "درینجا بگذار یدبرادرِ خورد خود سید محمد فاضل را وخلافتش بدہید" یعنی اس جگہ اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل کو خلافت دے کر چھوڑ جاؤ۔ کیونکہ اس ملک کی ولایت اس کے حصہ میں ہے۔ سید حسن صاحب نے منشورِ خلافت لکھد یا دستارِ مبارک بندھوادی۔

جناب سید غلام صاحب کا یہ فقرہ کہ (دُر خلوت بُردہ احوال ایشاں را بجناب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کردند و دستِ ایشاں راگرفتہ بدستِ آں جناب دادند، فرمان آمد کہ خاطر جمع دارید کہ در ہر حال باشما ایم) صاحبانِ کشف و وجدان کے لئے جواہر پارہ ہے۔ یہی حضرات فیدالکرام اس فقرے سے نورِ بصیرت حاصل کر سکتے ہیں۔

پس جناب سید حسن بادشاہ صاحب آپ کو خرقۂ خلافت دے کر واپس پشاور تشریف لے آئے مؤرخ کشمیر جناب مفتی محمد شاہ صاحب "سعادت" تحریر فرماتے ہیں کہ جناب سید محمد فاضل صاحب نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو کہ جناب سید شاہ ابوالحسن صاحب قادری کی حیاتِ طیبہ کا مشغلہ تھا۔ یعنی تبلیغ، اشاعتِ سنّتِ نبوی، طریقہ کے ارشادات کی تبلیغ کا فریضہ باوجود اس امر کے کہ آپ مسندِ درویشی پر متمکن تھے۔ دُنیا طلبی و جاہ جوئی سے لاتعلق تھے۔ مقررہ آمدنی میسر نہ تھی تاہم عام فیاضی، نان دہی اور غُربا پروری کے مخصوص اوصاف سے متصف ہو کر ہدیۂ و تحائف کی آمدنی کا کثیر حصہ صرف کر دیتے تھے۔ صرف اہل و عیال کی ضروریات کے لئے کفایت شعاری کا اصول مدِ نظر رکھتے ہوئے بقدرِ قناعت صرف کرتے تھے۔

آپ مختلف بلاد سے آنے والوں کے ساتھ، نہایت ہی، تواضع، انکساری، دل نوازی اور خاطرداری سے پیش آیا کرتے تھے، بالخصوص سادات کرام، علماء و اولیاءِ عظام کی تعظیم و تکریم کا فریضہ بجا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مصنف بحر الجان نے اپنی تصنیف میں بر صفحہ ۱۰۷ و صفحہ ۱۵۰ پر آپ کی تاریخ پیدائش ۱۰۹۲ھ بتائی ہے جو قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ ۱۰۹۱ھ میں تو آپ کشمیر تشریف لے گئے تھے فافہم و تدبر ۲ قلمی رسالہ خوارق العادات از حضرت سید غلام صاحب ۳ قلمی تحریر ازاں جناب مدظلہ العالی۔

لانا آپ کا خاص مشغلہ تھا، نیز فرماتے ہیں کہ آپ رُوحانی تعلقات ذکر و فکر، مراقبہ، مکاشفہ اور قرآن خوانی کا لُطف اُٹھاتے تھے۔ آپ کا لنگر اتنا وسیع تھا کہ جناب مولوی سیّد محمد یحییٰ صاحب مفتی کا مراج فرماتے ہیں۔" بقدر سہ لاکھ خروار درصرفِ لنگرِ ایشاں بود" یعنی تقریباً تین لاکھ خروار فسلانہ آپ کے لنگر کا خرچ ہوتا تھا۔ پھر جو تحائف و ہدایا آتے آپ اسی وقت بانٹ دیتے۔ اور شام تک ایک تنکا بھی باقی نہ چھوڑتے اور یہ تمام تقسیم غرباء اور بے نواؤں میں ہوتی تھی۔ تواریخ کبیر کشمیر کے تحفۂ اوّل در ذکرِ سادات کے صفحہ نمبر ۶۷ پر لکھا ہے" صدکس از اہل و عیال خادمان و مسافران درظلّ عاطفش گذران مے کردند۔ و ہرچہ از فتوحات میر سیدے بر ایشاں صرف مے نمودند۔ و از ذخیرہ کردن مجتنب مے بودند"۔ نیز تواریخ کشمیر عظمی صفحہ ۲۰۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔" ہرچہ از قوت و کسوتِ مردم مسافر و ساور و وارد بود۔ وقتِ رخصت۔ خرچ بقدر منزلت و مرتبہ مسافر در رعایت او تحمل و وظیفہ خواران حاجل دعالم نوعے مے فرمود کہ موُجب عبرتِ زمانہ شدہ"۔ آپ کافی عرصہ تک کنارہ کش اور یک سُو رہے کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ اور ایک حد تک آمد و رفت کا سلسلہ بھی محدود کر چکے تھے۔ بقول جناب مورّخِ کشمیر صاحب "ایک خاص عرصہ تک خلوت نشینی کی حالت اختیار کر کے بلا نکاح رہے یہاں تک کہ شادی کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ لکھتے ہیں" آخر الامر باطنی اشارہ پایا۔ محبوب سبحانی کی نورانی رُوحانیت رُونما ہوئی[۱] اور آپ کی جناب سے یَا وَلَدِیْ اے میرے بیٹے کا خطاب پایا اور پھر نکاح کیا جناب[۲] خواجہ محمد مراد بیگ صاحب اپنی کتاب" تحفۃ الفقراء[۳]" میں تحریر فرماتے ہیں"۔ درصورتِ شرع شریف شش زن بایشاں رسیدہ۔ از یکے ۲ دو فرزند سید عبدالقادر و سید شاہ عبداللہ و از دیگر

---

[۱] قلمی تحریرات از جناب مورّخ کشمیر صاحب [۲] یہ خواجہ مراد بیگ صاحب جناب سید محمد فاضل صاحب کے ہم مجلس اور فیض یافتہ تھے [۳] خواجہ صاحب کی یہ تصنیف جناب مورّخِ کشمیر مفتی محمد شاہ صاحب کے پاس موجود ہے۔ تواریخِ کشمیر کی کتابوں میں مستند اور قابلِ اعتماد کتاب ہے۔

Marfat.com

سید عبداللہ ثانی واز چہار باقی چہار دختران کہ دو ازاں دختران در حبالۂ دو خواہرزادگان خود سید محمد و سید ابوتراب[1] و سوم برادرزادہ خود سید زین العابدین و چہارم کہ مادرش نیز سیّدہ بود۔ بعد رحلتِ شاہ و مادرش ہر دو فوت شدند۔"

مورخ کشمیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک شجرہ[2] جس میں یہ درج ہے کہ سید عبدالقادر میروزیر شاہ، لطف اللہ شاہ اور فضل اللہ شاہ۔ یہ چار حضرات سید محمد فاضل[3] کے بیٹے تھے لیکن ہمارے اپنے شجروں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے ہر تین فرزند میروزیر شاہ، لطف اللہ شاہ اور فضل اللہ شاہ لاولد[3] فوت ہو گئے۔

سید عبدالقادر صاحب کے فرزند سید محمود، حضرت شاہ محمد غوث صاحب کے داماد تھے، پھر ان کے بیٹے سید غلام شاہ آزاد اور ان کے فرزند سید بزرگ شاہ جن کے دو فرزند سید حسن شاہ اور علی شاہ

---

[1] کشمیر میں عاقل میراللہ ٹنگ میں ایک گھر صاحبزادوں کا موجود ہے جو اپنے آپ کو سیّد محمد اور سیّد محمود کی اولاد بتاتے ہیں اور بقول مؤرخ کشمیر صاحب سیّد ابوتراب کو سیّد محمود کے نام سے زبانی یاد کرتے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ علاوہ اس کے سیّد محمد اور سیّد محمود دونوں بھائیوں کے نسب نامے مختلف صورتوں میں محبوب سبحانی تک پہنچتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ گویا آپ کو ان کے اس بیان پر قطعاً اعتماد دکھر وسہ نہیں کیونکہ سیّد محمود صاحب تو کوئی حضرت ہے ہی نہیں۔ اسی لئے مؤرخ کشمیر کو یہ لکھنا پڑا۔ خواجہ محمد مراد بیگ کا خدا بھلا کرے جس نے اپنی کتاب مسمّٰی بہ کتاب "تحفۃ الفقراء" میں جناب سیّد محمد فاضل صاحب کا تذکرہ اس طریق پر کیا کہ بہت سے امور کے متعلقہ شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ علامہ محمد دین صاحب فوقؔ نے (اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے) سادات خانیاریہ کے خاندان کا شجرہ لکھا جو کہ بہت ہی قابل اعتراض ہے۔ حالانکہ مجھے بالمشافہ سید محمد شاہ صاحب مؤرخ کشمیر سے معلوم ہوا کہ "سادات خانیاریہ کے پیرزادے" میری تسلّی و تشفّی نہیں کرا سکے۔ میری ملاقات مؤرخِ کشمیر سے اگست ۴۶ء و ۱۹۴۷ء میں ہوئی تھی۔ [2] قلمی تحریرات ازاں جناب مدظلہ العالی۔ [3] علامہ محمد دین صاحب فوقؔ نے اپنی کتاب تواریخ اقوام کشمیر صفحہ ۱۴۱ پر بعینہٖ اسی طرح لکھا ہے مگر باوجود اس تحریر کے علامہ صاحب نے صفحہ ۱۶۸ پر سادات گیلانیہ نوگام شاہ آباد کے عنوان کے تحت میروزیر شاہ کی اولاد درج کی ہے معلوم نہیں کہ آپ سے یہ غلطی کیسے سرزد ہوئی۔

Marfat.com

تھے جو کہ ہر دو لا والد فوت ہو گئے، اِس طرح آپ کا سلسلۂ اولاد منقطع ہو گیا۔ ہمارے اپنے اور دیگر مستند شجروں میں میر بزرگ شاہ صاحب تک اولاد درج ہے۔ اِن ہر دو بھائیوں کے نام جناب مؤرخِ کشمیر صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے لکھ دیئے ہیں واللہ اعلم

آپ کی تعریف و توصیف جناب مولانا خواجہ بہاؤالدین متو سے بایں طور مرقوم ہے:۔

۱۔ آنکہ قطع ہمہ منازل کرد ⁂ در رہِ عشق میر فاضل کرد

۲۔ مہرِ تابندہ اے بنورِ صفا ⁂ نامِ شاہی بنام او زیبا

۳۔ ہر ذرّے زعشق موجزن است ⁂ کہ برادر ز شاہ بوالحسن است

۴۔ دستِ او بحر از عطا و کرم ⁂ روضہ اش رشکِ بوستانِ ارم

۵۔ بود از بس کہ در عطا یکتا ⁂ از کفِ دست او کفِ دریا[2]

آپ کے کشف و کرامات لا تعد ولا تحصیٰ ہیں اور آپ کی ہزاروں کرامتیں زبان زد خاص و عام ہیں۔ اگر ہر ایک کرامت کا ذکر کیا جائے تو ایک الگ دفتر کی ضرورت ہے، جناب شاہ ابوالحسن صاحب کے فیض یافتہ، صوفیٔ مرتاض جناب میر محمد افضل صاحب اندرابی، صائم الدہر اور قائم اللیل بزرگ تھے، خلوت گزینی ان کو اِس حد تک محبوب تھی کہ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی باہر جانا دشوار تھا۔ سید محمد فاضل صاحب کے انتقال پر یہی بزرگ آپ کے جنازہ پر تشریف لائے۔ اب سماں یہ تھا کہ یہ کبھی تو آپ کے جنازے کے آگے اور کبھی پیچھے ہوتے۔ تدفین کے بعد رخصت کے وقت ان کے ایک خادم نے اس وارفتگی کا ماجرا پوچھا تو آپ کے کلمات مندرجہ ذیل تھے۔ "کہ چگونہ بازپس از لگاوے مے ماندم کہ تسلّی از تجلّی جمال و دیدار حضرت سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمے نشدم و آنحضرت با جمیعِ صحابہ در جنازۂ حضرت سخی مرحوم خود تشریف آوردہ بودند[3]"۔ (ترجمہ) کس طرح میں اس جنازے کے قربان نہ ہوتا جبکہ سرکارِ مدینہ خود اس جنازے پر تشریف لائے تھے۔ اور میں اُن کے جمالِ جہاں آراء کی تجلیات سے سیر نہ ہو سکتا تھا

---

[1] تذکرہ غوثیہ شریف قلمی [2] اِسی وجہ سے آپ کا لقب دریا دل ہے [3] تذکرہ غوثیہ شریف صفحہ ۳۱۴ صفحہ ۳۱۵ ملخصاً۔

Marfat.com

اور پھر صحابہ کرام بھی ساتھ موجود تھے۔

بقول صاحب تاریخِ عظمی کشمیر آپ کی وفات ۱۹ ر جمادی الاوّل ۱۱۱۷ھ میں ہوئی اور آپ بروز چہار شنبہ بوقتِ عصر مدفون ہوئے۔ مدفن محلہ خانیار و نزد کشمیر ہے۔ تاریخ وصال یوصل الجبیب الی الجبیب (ترجمہ) "محب اور محبوب کو ملا دو"۔ اور ان حروف سے ۱۱۱۷ ہجری کا ترتیب ہوتا ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے آپ کے تین صاحبزادے جناب میر وزیر شاہ صاحب، جناب لطف اللہ شاہ صاحب، جناب فضل اللہ شاہ صاحب لا ولد فوت ہو گئے، آپ کے چوتھے صاحبزادے سید عبدالقادر صاحب اپنے والد ماجد کے مرید اور سجادہ نشین تھے، نہایت ہی متین، سنجیدہ اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ والد ماجد مرحوم کی طرح خاص شغلہ قرآنِ کریم کی تلاوت تھا بلکہ آپ نے تو حفاظ اور قراء کے وظائف مقرر فرما کر قرآن مجید کی تلاوت کا خاص انتظام فرمایا جس کی وجہ سے آپ کا شہرہ "شہرۂ آفاق بنا۔ پھر آپ کا لنگر بھی وسعت پا گیا۔ لیکن اِدھر طبیعت میں بے نیازی تھی، کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ صاحب تواریخ اقوامِ کشمیر نے صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ "آپ حضرت شاہ محمد غوث صاحب کے داماد تھے۔ آپ کے فرزند سید محمود صاحب بھی کمالاتِ ظاہری و باطنی سے مالا مال تھے۔ تواریخ کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ والد محترم کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ جب آپ کے والد ماجد سید عبدالقادر صاحب کا انتقال ہوا تو آپ کے بیٹے یعنی سید محمود صاحب کے فرزند سید غلام شاہ آزاد کو مسندِ خلافت پر بٹھایا گیا۔ بعض حضرات نے سید محمود صاحب کے چار اور بھائیوں کا ذکر بھی کیا ہے جن کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نہ ہی تو مجھ سے مورخ کشمیر صاحب نے ذکر کیا نہ ہی کوئی تحریر دی اور نہ ہی ہمارے شجروں میں اس کا کوئی اندراج پایا جاتا ہے۔

جناب سید غلام شاہ صاحب آزاد ظاہری اور باطنی علوم کی وجہ سے بہت مشہور ہو گئے چنانچہ آپ کشمیر کے سادات اور علماء میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ بقولِ تواریخ اقوامِ کشمیر آپ ۱۱۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ جناب شاہ محمد غوث صاحب لاہوریؒ سے صغیر سنی میں فیض حاصل کیا۔ تاریخِ کبیر کشمیر کے صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے۔" نیز توجہات و عنایات از بزرگانِ وقت دیدہ در خدمت با برکت

Marfat.com

حقائق آگاہ شاہ عطاء اللہ رسید"۔ آپ فارسی کے بہترین شاعر تھے، آزاد تخلص تھا۔ آپ کا ایک مکمل دیوان بھی ہے۔ اگرچہ آپ کے اس دیوان کو دیکھنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ تاہم شعرائے کشمیر آپ کی شاعری کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ تواریخِ کبیر کشمیر کے مصنف صفحہ ۷۵ پر لکھتے ہیں "در کمال تقویٰ و تمکین ظہور نمائے گردید و محامدِ اخلاق آں برگزیدہ در اکناف و اطرافِ آفاق مشہور و معروف است و اشعارِ موزون ہم مے فرمود و خود آزاد تخلص گرفتہ"۔ آپ غریبوں اور مسکینوں کے مربی تھے سینکڑوں بیواؤں کی تنخواہ لنگر سے مقرر ہو چکی تھی۔ صاحب علم ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر آپ کے ہاں علماء کی بہت ہی قدر و منزلت تھی۔ اپنی زندگی کو نہایت وقار اور شان سے گذار کر ۱۲۰۳ھ میں واصل باللہ ہوئے آپ کے جنازے پر تقریباً دس ہزار آدمی موجود تھے۔

آپ کو محلہ خانیار میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات ہر مذہب اور ملت کے لئے ناقابل تلافی نقصان کے مترادف تھی، یا یوں کہئے گا کہ وادیٔ کشمیر کے سر سے غریبوں، بیواؤں، مسافروں اور بیکسوں کا مربی اٹھ گیا۔ آپ کے صاحبزادے میر سید بزرگ شاہ صاحب تھے۔ آپ بھی عالم و فاضل اور علماء و صلحاء کی صحبت کو دل و جان سے عزیز رکھنے والے تھے، اکابر امراء آپ کے مرید تھے، حتیٰ کہ سردار عبداللہ خان گورنر بھی آپ کا معتقد تھا اور آپ کی خدمت میں تحائف اور ہدایا بھیجا کرتا تھا۔ آپ شیخ نورالدینؒ بان پوری کے خلفاء عظام میں سے تھے۔ اپنے آبا و اجداد کی طرح آپ بھی صاحبِ جود و سخا تھے۔ لنگر بھی بدستور جاری رکھا غرباء اور بیکسوں و بے نواؤں کی پرورش کرتے رہے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص قندھار سے وارد کشمیر ہوا۔ مفلوک الحال ہونے کی وجہ سے سردار عبداللہ خان گورنر کشمیر کے پاس حاضر ہوا۔ اس شخص کے پاس حضور سیدنا غوث الاعظم کا ایک موئے مبارک تھا جو کہ اس نے سردار صاحب کو پیش کیا پھر اپنی تنگدستی اور کس مپرسی کا ذکر بھی کیا۔ سردار صاحب نے گیارہ ہزار روپے دیکر وہ مبارک بال خرید لیا۔ سردار صاحب چونکہ حضور کا معتقد تھا، اس نے یہ موئے مبارک حضور کے حوالہ کر دیا۔ آپ واپسی کے وقت اس موئے مبارک کو پالکی میں رکھ کر اور کندھوں پر اٹھا کر لائے۔ ادھر سردار صاحب موصوف بھی

لہ تواریخِ کبیر کشمیر صفحہ ۷۵۔

Marfat.com

بمع امراء و وزراء ساتھ موجود تھے۔ صاحب تاریخ کشمیر صفحہ ۷۵ پر لکھتے ہیں کہ "ہزار ہا روپیہ درراہ نثار کردند" (ہزار ہا روپے راستے میں نچھاور کیئے) پھر آپ نے اس موئے مبارک پر ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی جو کہ اب تک خانقاہِ دستگیر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ واقعہ ۱۲۲۱ھ کا ہے۔

آپ کا رسوخ سیاسی لحاظ سے بھی کافی تھا اور تمام وزراء و حکام آپ کے مشورہ سے چُنے جاتے تھے۔ کافی سے زیادہ زمین آپ کے لنگر اور اخراجات کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ جس کی آمدنی گیارہ سو خروار تھی اور یہ تین دیہات کی آمدنی کی مقدار کے برابر ہے۔ پھر بقول "تواریخ اقوام کشمیر" زوال افاغنہ کے بعد جب کشمیر میں سکھوں کا عمل درآمد شروع ہوا تو مسلمانوں کی کئی جاگیریں، معافیاں اور ان کے وظائف بند کردیئے گئے۔ لیکن سید بزرگ شاہ صاحب نے اپنے ذاتی رسوخ اور کوشش سے پھر بھی بہت کچھ بچا لیا۔[1]

آپ ۴ ماہ رجب المرجب ۱۲۳۲ھ میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے آپ کے دو صاحبزادے سید حسن اور سید علی تھے، والی کشتوار راجہ تیغ سنگھ کی لڑکی جو کہ مسلمان ہوچکی تھی سید حسن شاہ صاحب کے حبالۂ عقد میں آئی۔

سید حسن شاہ صاحب گیارہ سال تک مسندِ ولایت پر متمکن رہے اور پھر لاولد چل بسے۔ سید علی بھی لاولد تھے۔ آپ یعنی سید حسن شاہ صاحب اپنے والدِ محترم کے خلفاءِ ارشد سے بھی تھے۔ اعلیٰ درجہ کے متورع۔ صاحبِ زہد و تقویٰ و صاحبِ علم و فضل تھے۔ لنگر بھی باقاعدہ جاری رہا۔ ان کی وفات ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۴۱ھ کو ہوئی۔ جناب دریادل سخی شاہ محمد فاضل کا سلسلۂ نسب یہاں پر ختم ہوتا ہے۔[2]

آج کل خانقاہ قادریہ گیلانیہ کے سجادہ نشین جناب سید مقبول شاہ صاحب گیلانی ہیں جو کہ شیخ العلماء حضرت جناب زین العابدین صاحب بن سید حسن بادشاہ صاحب قادری پشاوری کی اولاد سے ہیں۔ آپ نہایت سنجیدہ۔ متین، خوش خلق اور ملنسار ہیں۔ فقیر منش اور سیاسی امور میں حصہ لینے والے بھی ہیں۔ قوم کی تعلیمی ترقی میں خاص سرگرمی دکھاتے ہیں۔ پچاس برس کا سن ہوگا۔ اس فقیر کی ملاقات آپ سے ۳ اگست ۱۹۴۷ء میں ہوئی تھی۔

---

[1] تواریخ اقوام کشمیر صفحہ ۱۶۲۔ از علامہ محمد دین صاحب فوق امرتسری [2] تواریخ کبیر کشمیر صفحہ ۷۶۔

Marfat.com

شیخ العلماء جناب سید زین العابدین صاحب سلطان پوری (ہزارہ)

بن سید حسن بادشاہ صاحب قادری پشاوری

آپ کا نام نامی و اسم گرامی سید زین العابدین ہے جبکہ جناب سید حسن صاحب پشاور پہنچے تو جس مقام پر آپ کا قیام تھا اس کے کوئی ۲ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بنام کوٹلہ محسن خان ہے اس گاؤں کے ارباب اس وقت بہت صاحبِ اقتدار و صاحبِ احترام تھے نیز اس وقت کی حکومت کی طرف سے بھی بڑے بڑے عہدوں پر متمکن تھے۔ ان ارباب صاحبان نے ایک لڑکی بطور نیاز آپ کو دی آپ نے اس سے نکاح کر لیا، اور اس کے بطن سے اللہ جل جلالہ نے آپ کو یہ فرزند عنایت فرمایا۔

آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیرِ سایہ بڑے بڑے علماء و فضلاء نے کی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں آپ ظاہری علم سے مکمل ہو چکے تھے۔ تفسیر و حدیث اس وقت کے فاضل ترین عالم جناب حافظ عنایت اللہ صاحب سے پڑھی۔ علم حدیث میں آپ کو اتنی دسترس تھی کہ جب آپ کے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو جب تک ہر ایک راوی پر تنقید و تبصرہ نہ فرما لیتے آرام نہ ہوتا، علم سے فراغت کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ والد محترم سے راہ سلوک بھی اختیار کیا اور اصلاحِ باطنی بھی شروع کر دی، ۲۱ برس کی عمر میں والد محترم نے منشور خلافت لکھ دیا۔ جب آپ کو خرقۂ خلافت مل گیا تو آپ نے سیاحت کی اجازت چاہی۔ آپ اجازت لیکر ہندوستان تشریف لے گئے۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ کی صحبت میں رہے اور فیض اٹھایا، مزارات اولیاء کرام پر حاضر ہوئے اور باطنی طور پر مستفیض ہوئے، ساتھ ہی ساتھ آپ تبلیغ اسلام میں کوشاں رہے اور دینِ اسلام کی خدمت میں مصروف رہے نیز

---

[1] چنانچہ آج تک اس گاؤں کی عمارات ان کی عزت و شوکت پر شاہد ہیں۔

Marfat.com

اپنے سلسلہ عالیہ کے ارشادات کی بھی تبلیغ کرتے رہے۔ آپ نے یہ سفر تین سال میں طے کیا۔ اس کے بعد واپس آ کر آپ نے کابل کا سفر کیا۔ اس طرف کے بھی علماء اور مشائخ کے ہم صحبت رہے اور طریقہ عالیہ قادریہ میں ہزاروں لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے بڑے بڑے اعاظم علماء آپ کے مرید ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد آپ واپس پشاور تشریف لائے، چونکہ آپ نہایت ہی پابندِ سنّتِ نبوی تھے اسی لئے اگر کسی شخص کو خلافِ سنّت کام کرتے دیکھ پاتے، تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور سختی کے ساتھ اس کو روک دیتے، انہی نازیبا حرکات کی وجہ بڑے بڑے امراء کو اپنی مجلس سے اٹھا دیتے اور اس علم و تصوف اور پابندیٔ سنت کی وجہ سے علاقہ ہائے کابل میں آپ کو بہت ہی عزّت اور قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا۔ آپ کی اس "حق گوئی" اور "بے باکی" کا یہ عالم تھا کہ گورنر نواب امیر خان جب آپ کے والد ماجد کے حضور میں آتا اور جناب سیّد زین العابدین موجود ہوتے تو قطعاً گفتگو نہ کرتا اور خاموش مؤدب بیٹھا رہتا۔

کابل کی واپسی کے بعد کشمیر کا سفر اختیار کیا۔ جب آپ سلطان پور[ل] پہنچے تو آپ کو یہ مقام پسند آگیا، یہ جگہ نہایت ہی پُر فضا مقام پر واقع ہے، نیچے دوڑ بہتی ہے گاؤں کے پاس صاف و شفاف چشمہ ہے، آپ نے اس جگہ مستقل سکونت اختیار کرلی۔ چونکہ آپ کے علم کا شہرہ صوبہ سرحد اور ماوراء سرحد تک تھا اس لئے آپ کے درس شریف میں ہر جگہ کے لوگ آ آ کر شامل ہوئے۔ طلباء کا ہجوم ہو گیا، اور مریدین کا تانتا بندھ گیا، ایک طرف حدیث شریف اور تفسیر مبارک کا درس جاری ہے تو دوسری طرف تزکیۂ نفوس اور تہذیبِ اخلاق ہو رہا ہے آپ کی خدمتِ دینی کا علم جب آزاد خان درّانی کو ہوا جو کہ گورنر کشمیر تھا حاضر خدمت ہوا، طلباء اور مریدین کا یہ ہجوم دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ایک "فقیر آدمی ان سب کے کھانے اور لباس کا انتظام بھی کرتا ہے تو اس نے بطور نذر موضع مذکورہ اور اس کے متصل گاؤں جو کہ دوڑ کے پار واقع ہیں، دیئے اور سند بھی لکھدی نیز اپنی صاحبزادی بھی آپ کے حبالۂ عقد میں کر دی، آپ پھر کشمیر گئے، صرف چند دن کشمیر رہ کر واپس سلطان پور تشریف لائے اور وہی سلسلہ درس و تدریس کا شروع کر دیا۔ اور وسیع پیمانے پر لنگر شریف جاری کر دیا۔ اب درس کو باقاعدہ صورت دیکر اور علوم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ آپ خود حدیث شریف اور طریقت کے شغل میں مصروف ہوئے۔ اسی لئے آپ کو اس علاقہ میں "وڈے میاں صاحب" یعنی بڑے استاد (صدر مدرّس) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تا دمِ وفات یہ سلسلہ جاری رہا۔

[ل] موضع سلطان پور رحویلیاں (ہزارہ) کے اسٹیشن سے تقریباً ۱/۲ میل ادھر واقع ہے۔

آپ کے حلقۂ ارادت میں والئ تنول سخی صوبہ خان تنولی بھی شامل ہوا۔ اس کی اولاد کا سلسلہ ارادت اب تک آپ کے خاندان سے وابستہ ہے۔ اس نے آپ کو موضع مانگل (جو کہ ایبٹ آباد سے ۸ میل بٹرک مانسہرہ پر واقع ہے) بطور نذر دیا اور سند بھی لکھ دی۔ اور بھی بہت سے حضرات نے بطور نذر گاؤں اور زمینیں وغیرہ دیں۔ کثرتِ طلباء اور ہجوم مریدین کو دیکھ کر پھر بھی یہ آمدن خرچ کے مقابلہ میں کم ہوتی مگر یہاں جو شخص اللہ جل جلالہ کی رضا اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ان کے دین کی خدمت کریں۔ ان کو کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔

آپ کی ذات ستودہ صفات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مکمل نمونہ تھی، سخاوت، عطا، عبادت، ریاضت، زہد، تبلیغ ارشادات سلسلہ عالیہ قادریہ، کرامت اور خصوصاً تبلیغ دین میں یگانۂ روزگار تھے۔

بقول صاحب بحرالجمان صفہ ۱۱۱ سید محمد فاضل صاحب کی دختر نیک اختر سے چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ اور آزاد خان درانی کی صاحبزادی کے بطن سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ چھ صاحبزادے میر حبیب شاہ صاحب، سید عبدالقادر صاحب، میر اسماعیل شاہ صاحب، یعقوب شاہ صاحب، میر اسحاق شاہ صاحب، اور شاہ عبداللہ صاحب ہیں اور دوسرے دو صاحبزادے میر فقیر شاہ صاحب اور سید شاہ علی اصغر تھے، یہ ہر دو برادران بارشاد والد محترم موضع سجیکوٹ (ہزارہ) میں مقیم ہوئے، یہ ہر دو برادر زہد و کرامت میں بے مثل تھے۔[لہ]

جناب سیّد زین العابدین صاحب کی وفات

آپ کی اولاد احفاد کا ذکر صاحب بحرالجمان جناب سید محبوب شاہ صاحب داتوی نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں پر صرف آپ کے صاحبزادوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جناب میر حبیب شاہ صاحب آپ اپنے والد محترم کے خلیفہ تھے، آپ کو والد محترم نے موضع مانگل میں مریدوں کے تزکیہ اور اصلاح قلب کے لئے مقرر فرمایا اور وصیت فرمائی کہ "لنگر جاری رکھنا، دنیاوی مخمصوں میں نہ پھنسنا، شریعت و طریقت کی خدمت کرنا۔" آپ نے اس

لہ بحرالجمان صفہ ۱۱۱

Marfat.com

وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ لنگر جاری کیا۔ قرآن و حدیث کا درس شریف جاری کیا۔ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی خوب ترویج و اشاعت کی۔

میر اسماعیل شاہ صاحب شرافت و کرامت اور ولایت موروثی رکھتے تھے، اعلیٰ درجے کے ادیب، متین متورع، متواضع، بڑے مجاہد اور ریاضت کیش نیز پابند شریعت، کثیر الکرامت تھے، آپ کو آزاد خان درانی نے بطور جاگیر سات مواضعات عطا کئے تھے، جلال آباد، ابنور، ربانی، دھنی، سندگران، ساگر دھنی، اور دکھیر۔[1]

سید شاہ عبداللہ صاحب آپ اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ ہیں، باقاعدہ لنگر جاری رکھا، شریعت و طریقت کی خوب خدمت کی، درانیوں نے آپ کو موضع سیالکوٹ ضلع ہزارہ میں جاگیر دی تھی، اس لئے آپ وہاں پر مقیم رہتے، آپ نے مساجد کو خوب آباد کیا۔ جہاں پر بھی جاتے مساجد میں قیام فرماتے، اور ان کی غذا ذکر الہٰی تھی۔ آپ اپنے والد ماجد کی زیارت کے لئے ۱۱۸۹ھ میں سلطان پور تشریف لائے، وہاں پر ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اور والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

میر اسحٰق شاہ صاحب آپ کو بھی اپنے والد محترم سے خرقہ خلافت نصیب ہوا تھا۔ ظاہری اور باطنی علوم میں فرد تھے، والد محترم کی اجازت سے موضع بیسری میں مقیم ہوئے، درس شریف، لنگر جاری کر کے شریعت و طریقت کی اشاعت کی، آپ کم گو، متواضع، مہمان نواز، حلیم الطبع اور عفو و درگذر کرنے والے تھے، اپنی تمام عمر وعظ، نصیحت، اور ارشاد طالبین میں گزاری۔[2]

ش

---

[1] بحر الجان صفحہ ۱۳۹۔ [2] بحر الجان صفحہ ۱۴۳۔

نوٹ "یادداشت" ان تمام حضرات کی اولاد کا مفصل تذکرہ بحر الجان ترجمہ اردو تذکرہ السادات میں صفحہ ۱۰۹ سے لیکر صفحہ ۱۴۹ تک موجود ہے۔ جو انہوں نے نہایت ہی جانفشانی اور عرق ریزی جمع کیا ہے۔ کتاب مذکور ان سے بر نبیرۂ سید محبوب شاہ صاحب موضع دانہ ضلع ہزارہ سے مل سکتی ہے۔

Marfat.com

عمدۃ المفسرین، شیخ المحدثین، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، حضرت العلامہ سید

شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ قادری لاہوری بن جناب سید حسن بادشاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ قادری پشاوری

اسم شریف، آپ کا نام گرامی والدین رحمہا اللہ تعالےٰ عنہما نے "محمد غوث" رکھا اور "جناب سخی شاہ محمد غوث صاحب" کے نام سے مشہور ہوئے۔

ولادت باسعادت جناب سید حسن بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری شادی باشارۂ باطنی جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ سادات کنڑ خاندان حضرت پیر بابا صاحب رحمت اللہ علیہ سے کی تھی اور وہ اتنی نیک و پاک بیوی صاحبہ تھی کہ "رابعہ عصر" کے نام سے موسوم تھی بقول مؤرخ کشمیر جناب مفتی محمد شاہ صاحب "سعادت" آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۸۴ھ[1] میں ہوئی۔ آپ اسی عفیفہ بیوی صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت، آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ "چوں احقر در ہفت سالگی رسید ہر چند قرآن مے خواند ضبط نمی شد و قاصر الفہم بود، قبلہ گاہی بجناب حضرت پیر دستگیر در باطن عرض کردند کہ ایں پسر را مہربانی فرمائید، از جناب مہربانی شد کہ بہرہ از علم ظاہر و باطن بخشیدم، بعد آں بفضل الٰہی فتح باب علم شد، و اندک زمان

---

[1] خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۷۵

تحصیل علم ظاہر شد، چنانچہ درسن ہشردہ سالگی از تحصیل کتب متداولہ فارغ شدم، مطول در شش ماہ خواندم و دیگر کتب را بسرعت تمام خوانده شد[1]"۔ یعنی جب اس احقر کی عمر سات سال کی ہوئی تو بہتیرا ہی قرآن مجید پڑھا مگر ضبط نہ ہُوا۔ بڑا ہی کم فہم تھا، جناب قبلہ گاہی والد نے باطنی طور پر حضرت پیر دستگیر کے حضور میں عرض کی کہ اس لڑکے پر مہربانی فرماویں، آپ نے مہربانی کی اور علم ظاہر و باطن کا حصہ ملا۔ اس کے بعد تو خدا کے فضل سے علوم کے دروازے کھُل گئے اور قلیل عرصے میں علم ظاہری حاصل ہو گیا، چنانچہ اٹھارہ سال کی عمر میں مروجہ کتابوں کو پڑھ لیا، مطول کو چھ ماہ میں پورا کیا۔ نیز دُوسری کتابوں کو بھی بڑی جلدی پڑھ لیا۔" آپ نے تلویح توضیح جناب عالم علوم ظاہری و باطنی اخوند مولٰنا محمد نعیم صاحب سے پڑھی۔ اور آنجناب یعنی مولٰنا محمد نعیم صاحب کابل کے پرگنہ "محمود کار" میں رہتے تھے، سبحان اللہ علم کی پیاس آپ کو پشاور سے کشاکش کابل لے گئی اور پھر ایسے وقت میں جبکہ سفر نہایت ہی تکلیف دہ تھا، کوئی آرام و راحت کا سامان نہ تھا بلکہ تقریباً سفر پیدل ہُوا کرتا تھا کوئی موٹر لاری، ریل گاڑی کا سفر نہ تھا مگر آپ کا علمی شوق و ذوق آپ کو اتنا دُور و دراز سفر طے کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ جب آپ سوائے حدیث کے تمام علوم سے فارغ ہو گئے تو پھر احادیث کے لئے لاہور تشریف لائے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ" استماع[2] حدیث از خدمت میاں جان محمد صاحب[3] کلان کہ در منڈی فائیزہ باد بودہ می نمودم، واذن حدیث گرفتم"۔ یعنی استماع حدیث میاں جان محمد صاحب کلان جو کہ منڈی فائیزہ آباد میں سکونت پذیر تھے، اور اجازت حدیث بھی لی۔ اور بعض علوم آپ نے میاں نور محمد صاحب مدقق، حاجی یار بیگ صاحب، مولٰنا مولوی عبدالہادی صاحب اور میاں محمد مراد صاحب نابینا سے اخذ کئے، چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں" خدمت میاں[4] نور محمد صاحب مدّقق و حاجی یار بیگ صاحب اور مولوی عبدالہادی صاحب و میاں محمد مراد صاحب نابینا کہ ایں ہمہ فضلائی کمال تحریر بودند استفادہ از بعضے علوم نمودہ شد۔"

---

[1] قلمی رسالہ از حضرت مذکور بنام در کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت صفحہ ۵۱، ۵۲۔ [2] قلمی رسالہ در بیان کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت صفحہ ۶۴۔ [3] میاں جان محمد صاحب کلاں جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مدرس کے خلیفہ تھے صاحب خزینۃ الاصفیا صفحہ ۸۳ ۷ پر تحریر فرماتے ہیں" در طریقت و شریعت و فقہ و حدیث عالم کامل مقتدائی زمانہ بود" آپ کی تاریخ وفات ۱۱۲۰ھ ہے [4] رسالہ در بیان کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت صفحہ ۶۴۔

حصولِ سلوک

آپ تحریر فرماتے ہیں " در اثنائی[1] تعلیم ہم شوق وطلب حق بایں نقیر غالب بود اما قبلہ گاہ می فرمودند کہ بعد از فراغ تحصیل چیزے گفتہ خواہد شد" یعنی اثنائے تعلیم میں ہی اس فقیر کو طلبِ حق کا شوق دامنگیر تھا لیکن حضرت قبلہ گاہی والد ماجد فرماتے تھے کہ حصولِ علم کے بعد تمہیں کچھ بتایا جائیگا جب آپ تحصیل علم کر چکے تو اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ والد محترم سے عرض کیا کہ اب علم سے فارغ ہو چکا ہوں۔ التماس ہے کہ راہِ حقیقت بتلائیے آپ تحریر فرماتے ہیں " قبول فرمودند[2] وبیعت در طریقہ عالیہ قادریہ نمودہ شغل وذکر را فرمودہ در خلوت نشانیدند چنانچہ چہار اربعین بحضور والد خود نشستم و بعضی اعمال واشغال را بعمل آوردم بعد آں در مقام خالی علیحدہ در عزلت تا شش سال مشغول می بودم وذکر لسانی وجہر وخفیہ وذکر قلبی ومراقبات کردم موافق استعداد ونصیب حالات وارد شد، ہمیشہ حقیقتِ حال خود بجناب ایشاں عرض می کردم آنچہ صواب بود تحسین می فرمودند ودر آنچہ خطا بود تدارک آں می نمودم وتفاصیل آں در نوشتن نمی آید از کسب وشغل معلوم می شود" وبعد از شش سال از راہِ مہربانی اجازت نامہ ہم نوشتہ دادند" یعنی میری اس عرضداشت کو قبول فرماتے ہوئے طریقہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرما کر شغل اور ذکر بتا کر خلوت میں بٹھا دیا، چنانچہ چار چلّے والد محترم کے حضور میں گذارے" یعنی اعمال واشغال کو بھی عمل میں لایا گیا، ان چلّوں کے بعد چھ سال تک ایک علیحدہ مکان میں یکسو رہا۔ ذکر لسانی، وجہر، خفیہ وذکر قلبی ومراقبات کرتا رہا استعداد اور قسمت کے مطابق حالات وارد ہوتے، ان واردات کی حقیقت ہمیشہ آنجناب کی خدمت میں عرض کرتا، جو صحیح ہوتا اس پر تحسین فرماتے اور جہاں غلطی ہوتی اس کا تدارک کرتا۔ ان باتوں کی تفصیل حیطۂ تحریر سے باہر ہے شغل اور کرنے سے معلوم ہوتی ہے"۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ " چھ سال کے بعد منشور خلافت تحریر فرما دیا"

اسی[3] سال یعنی جس سال آپ کو والد محترم نے منشور خلافت لکھ دیا تو اسی برس آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔

---

[1] قلمی رسالہ دربیان کسبِ سلوک وبیان طریقت وحقیقت ص۵۲ [2] رسالہ دربیان کسب وسلوک وبیان طریقت و حقیقت ص۵۵ وص۵۶ ۔ [3] یہ سنہ ۱۱۱۵ھ تھی۔

Marfat.com

منشورِ خلافت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور قلوب العارفین بنور معرفتہ وفضل اللہ احوال السالکین علی العالمین بکمال فضلہ وکرمہ والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء محمد والہ واصحابہ اجمعین ط

قال شیخ العارفین القطب ربانی محی الدین سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی الحنبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ فیما اوصی بہ مریدہ قال اوصیتک بتقوی اللہ وحفظ طاعتہ و لزوم ظاہر الشرع وحفظ حدودہ وان طریقنا ہذا مبنی علی سلامت الصدور وبشاشت الوجوہ وبذل الید وکشف الاذی والصفح عن عشرات الاخوان ونصیحۃ الاصاغر والاکابر وترک الخصومت وللازمتہ الاشیاء ومجانبتہ الاکثار وبترک صحبتہ من لیس من طبقہم والمعاونتہ فی امور الدین والدنیا وحقیقۃ الفقران لا تفتقر الی من ہو مثلک وحقیقۃ الغنی ان تستغنی عمن ہو مثلک ولیس التصوف القیل والقال لکن عن الجوع وقطع الشہوات واللذات والمستحسنات واوصیک اذا لقیت فقیرا ایاک ان لا یبدأہ بالعلم بل بالرفق فان العلم یوحشہ والرفق یونسہ واوصیک ان لا تصحب الاغنیاء بالتواضع والفقراء بالتذلل وحسبک من الدنیا صحبتہ ولی وخدمتہ فقیر ہذہ وصیتہ لمن سمعہا وسائر الفقراء والمریدین

Marfat.com

كثرهم الله تعالیٰ و وفقك الله تعالیٰ وایانا لما ذکرنا و بعد فیقول
العبد الفقیر الفانی سید حسن القادری انی البست الخرقة الشریفة
لاجازت الطریقة باذن القطب ربانی والغوث الصمدانی سید
عبد القادر الجیلانی رضی الله عنه لولدی وابنی سید محمد
غوث جعل الله بالعهد وافیا قویاً فی دینه ثابتا بصفاء یقینه
واستخرت الله تعالیٰ فاَجبتُ ان اجیزه فاخذت علیه العهد و
جعلته خلیفة علی تسلیك السالکین وکتبت المریدین والفقرآء
والصالحین والانقیاء والمعتبرین فی طریق القادریة فی الارض شرقا
وغربا وان یجلس علی السجادة سالکاً وّ کان بالذهد وّالورع
وان یلبسها لمن اراه اہلا وان یلقن الذکر کما تلقن منی من غیر
زیادة ونقصان وان یتقی الله فی سره وجهره وان لا ینسانی
من الدعاء ثم لبست الخرقة المشرفته من والدی ومرشدی سید
عبد الله وهو من والده و مرشده سید محمود و هو من والده
و مرشده سید عبد القادر وهو من والده و مرشده سید عبد الباسط
وهو من والده و مرشده سید حسین وهو من والده و مرشده سید
احمد وهو من والده و مرشده سید شرف الدین قاسم و هو
من والده و مرشده سید شرف الدین یحیی وهو من والده و مرشده
سید بدر الدین حسن وهو من والده و مرشده سید علاؤ الدین علی
وهو من والده و مرشده سید شمس الدین محمد وهو من والده
و مرشده سید شرف الدین یحیی بزرک وهو من والده و مرشده
سید شهاب الدین احمد وهو من والده و مرشده سید ابی صالح

Marfat.com

النصر وهو من والده ومرشده سید عبد الرزاق وهو من والده ومرشده
سید السادات قطب ربانی غوث صمدانی سید عبد القادر الحسنی الحسینی
الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو لبس من مرشدہ شیخ ابو سعید
بن مبارک الحزومی رضی اللہ عنہ وھو من مرشدہ وشیخہ شیخ
ابو الحسن علی بن محمد بن یوسف القریشی الھنکاری وھو من مرشدہ
وشیخہ شیخ ابوالفرح طرطوسی وھو من مرشدہ وشیخہ ابوالفضل عبد
الواحد بن عبد العزیز یمنی وھو من مرشدہ وشیخہ شیخ ابوبکر
شبلی وھو من مرشدہ وشیخہ شیخ جنید بغدادی سید الطآئفہ
وھو من مرشدہ وشیخہ شیخ سری سقطی وھو من مرشدہ وشیخہ شیخ
معروف کرخی وھو من مرشدہ وشیخہ شیخ داود طائی وھو من
مرشدہ وشیخہ شیخ حبیب عجمی وھو من مرشدہ وشیخہ شیخ حسن
بصری وھو من مرشدہ وشیخہ شیخ الاولیآء وسید ابن عم الرسول
امیر المؤمنین علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ ومن مرشدہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **ایضاً** معروف الکرخی لبس الخرقتہ
من مرشدہ وامام علی ابن علی ابن موسیٰ الرضی وھو من والدہ
ومرشدہ امام موسیٰ الکاظم وھو من والدہ ومرشدہ امام جعفر
صادق وھو من والدہ ومرشدہ امام العلمین امام محمد باقر وھو
من والدہ ومرشدہ سید تاج الدین امام زین العابدین وھو من
والدہ ومرشدہ سبط رسول الثقلین قرۃ العین سید الکونین
یعنی ابی عبد اللہ الحسین وھو من والدہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؛

(ترجمہ منشور خلافت) حقیقی معنوں میں صفت اور ثنا کے لائق وہی ذات باری تعالیٰ ہے جس نے اپنے پاک بندوں کو اپنی معرفت کے نور سے آراستہ کیا اور اپنے طالبوں اور سیدھے راستے پر چلنے والوں کو اپنے کمال فضل سے تمام باقی مخلوق پر ممتاز کر دیا اور درود شریف اور سلام حضرت سالار انبیاء پر ہو اور ان کی اولاد اور ان کے اصحاب پر۔ حضرت قطب ربانی عارف باللہ با کمال محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی حسنی و حسینی۔ ۔ ۔ ۔ حنبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے مندرجہ ذیل وصیت اپنے مرید کو کی۔ اور فرمایا۔ اے میرے مرید میں منجملاً چار باتوں کی وصیت کرتا ہوں (۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا (۲) اس کی عبادت ہمیشہ کرتے رہنا (۳) ظاہری شریعت پر لازمی طور سے پابند رہنا۔ اور (۴) شریعت کی حدود کی حفاظت کرتے رہنا اور تفصیلاً مندرجہ ذیل وصیت ہے۔

ہمارا یہ طریقہ گیارہ امور پر مبنی ہے۔ یعنی (۱) سینہ جو کہ قلب کی جگہ ہے اس کو اللہ کی یاد سے پُر رکھنا (۲) اپنے چہرے کو ہمیشہ بشاش رکھنا (اندرونی طور پر اس کی یاد سے اور بیرونی طور پر خوش خلقی کی وجہ سے) (۳) ہاتھ سے نیکی کرنا (۴) دُکھ دُور کرنا معناً و مجازاً (۵) اپنے بھائیوں کی لغزشوں اور غلطیوں کو معاف کرنا (۶) چھوٹوں اور بڑوں کو نصیحت کرتے رہنا (۷) اوقات کی پابندی کرنا (۸) نیکی کے مواقع پر اپنی قربانی پیش کرنا۔ (۹) کسی پر زیادتی کرنے سے پرہیز کرنا (۱۰) جو اپنا ہم مشرب و ہم مذہب نہ ہو اس کی صحبت ترک کرنا (۱۱) دینی اور دنیاوی امور میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

فقر کی حقیقت

اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو دستِ سوال اس کے آگے دراز نہ کرے جو تجھ جیسا ہو اور تصوف محض باتیں نہیں ہے بلکہ وہ ایک ٹھوس چیز ہے جو کہ پانچ باتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ (۱) نفس کو ظاہری طعام سے بھوکا رکھنا (۲) کمینی دنیا کو ترک کرنا (۳) خواہشات

نفس امارہ کو بالکل کاٹ دینا (۴) دنیا دی لذّات کو خیرباد کہنا۔ (۵) نفس کو جتنی مطبوع اور پسند چیزیں ہیں اُن سے دُور رکھنا اور میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ جب کسی درویش کو پائے تو شروع شروع میں اس پر اپنا علم ظاہر نہ کرو بلکہ نرمی پیش کرو۔ کیونکہ طالب کو علم ڈراتا ہے اور پیر کامل کی نرمی مائل کرلیتی ہے۔ یعنی اس کو اس راستے کی طرف کھینچتی ہے۔ اور میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ امیروں اور صاحبان دولت وجاہ کے پاس اپنی عاجزی اور حاجت لیکر نہ جاؤ اور دنیا میں صرف دو چیزیں تمہارے لئے کافی ہیں۔ ولی کی صحبت اور کسی فقیر کی خدمت۔

یہ وصیت اس کے لئے جس نے سنی اور پھر یہ تمام سالکین اور مریدوں کے لئے ہے اللہ تعالیٰ اُن کو زیادہ کرے۔ اور جو کچھ اوپر ذکر کیا ہے۔ تجھے اور ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

اس کے بعد فقیر۔ فانی سید حسن القادری کہتا ہے کہ میں نے یہ خلافت کا لباس پہنا اور اس پاک طریقہ قادری کی اجازت دینا۔ حضرت قطب ربانی۔ غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے حاصل کیا۔ اور جب میں نے اپنے بیٹے اور عزیز سیّد محمد غوث کو اسرار ربّانی کا کما حقہ جاننے والا۔ اللہ کے دین پر مستقیم اور یقین میں کامل صفائی رکھنے والا پایا تو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور اس کے بعد میں نے پسند کیا کہ اس کو اس طریقہ کی اجازت دیدوں۔ پس میں نے اس سے عہد بیعت لیا اور اس کو خلیفہ بنایا تاکہ اپنے طالبوں کو سیدھے راستے پر چلاوے اور مریدوں کی تربیت کرے اور تمام درویشوں اور پرہیزگاروں کی شرفاً وغرباً اس زمین میں اس نورِ قادری سے پرورش کرے اور سالک بن کر اور زہد اور تقویٰ کا لباس پہن کر اس گدّی پر بیٹھے۔ اور پھر یہ لباس اپنے بعد اس کو پہناوے جس کو اس کے اہل دیکھے۔ یہاں شیخ نے دوسرا نکتہ حل کردیا۔ یعنی خلافت موروثی نہ رہی بلکہ اہلیتی رہی۔ یعنی جو اس کے اہل ہو وہ لیگا۔ (ساداتِ کرام کے لئے

Marfat.com

مقام عبرت ہے۔ شیخ کے رتبے کو دیکھ کر وصیت کو دیکھیں)

اور اس ذکرِ قادری کو تلقین کرے جیسا اس نے مجھ سے لیا۔ اور سیکھا اور تلقین کما حقہ بغیر کمی یا بیشی کے کرے یعنی جس طرح مجھ سے اوراد پہنچے اسی طرح بغیر کم یا بیش کرنے کے پہنچا دے۔ اور خفیہ طور پر اور ظاہری طور پر اللہ سے ڈرتا رہے اور مجھ کو دعا سے یاد کرتا رہے۔

میں نے یہ خرقہ شریفہ پہنا اپنے والد و مرشد سید عبداللہ سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید محمود سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید عبدالقادر سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید عبدالباسط سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید حسین سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید احمد سے۔ اور انھوں نے اپنے والد اور مرشد سید شرف الدین قاسم سے، اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید شرف الدین یحیٰی سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید بدرالدین حسن سے، اور انھوں نے اپنے والد اور مرشد سید علاؤالدین علی سے، اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید شمس الدین محمد سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید شرف الدین یحیٰی بزرگ سے، اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید شہاب الدین احمد سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید ابی صالح النصر سے اور انھوں نے اپنے والد و مرشد سید عبدالرزاق سے، اور انھوں نے اپنے والد اور مرشد سید السادات قطب ربانی غوث صمدانی سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انھوں نے اپنے مرشد شیخ ابوسعید بن مبارک المخزومی رضی اللہ عنہ سے، اور انھوں نے اپنے مرشد و شیخ شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القریشی الھنکاری سے، اور انھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ ابوالفرح طرطوسی اور انھوں نے اپنے شیخ و مرشد ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز یمینی سے اور انھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ ابوبکر شبلی سے، اور انھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ جنید بغدادی سید الطایفہ

Marfat.com

سے ، اور اُنھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ سری سقطی سے، اور اُنھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ معروف کرخی سے ، اور اُنھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ داؤد طائی سے، اور اُنھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ حبیب عجمی سے ، اور اُنھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ حسن بصری سے اور اُنھوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ الاولیاء و سید ابن عم الرسول امیر المومنین علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور انھوں نے اپنے مرشد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

ایضاً

معروف الکرخی نے خرقہ شریفہ اپنے مرشد و امام علی ابن علی ابن موسیٰ الرضیٰ سے اور انھوں نے اپنے والد اور مرشد امام موسیٰ الکاظم سے ، اور اُنھوں اپنے والد اور مرشد امام جعفر صادق سے، اور اُنھوں نے اپنے والد اور مرشد امام العلمین امام محمد باقر سے، اور اُنھوں نے اپنے والد اور مرشد سید تاج الدین امام زین العابدین سے ، اور اُنھوں نے اپنے والد اور مرشد سبط رسول الثقلین قرۃ العین سید الکونین یعنی ابی عبداللہ الحسین سے اور اُنھوں نے اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور اُنھوں نے سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

Marfat.com

سفر

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "چوں[1] فقیر را شوق وطلب بسیار بود، بقصدِ دیدن اہلِ اللہ بطریق کردنی سیاحت از خانہ روان شدم" چنانچہ اسی جذبۂ صالحہ کے ماتحت آپ نے فقراء کو ملنے کے لئے سفر اختیار کیا، سب سے پہلے اپنے شہر میں جناب حافظ عبد الغفور صاحب[2] کشمیری پشاوری نقشبندی صاحبِ اثر وجذب بزرگ رہتے تھے، ان سے آپ کی اکثر صحبت رہتی، آپ فرماتے ہیں' اگرچہ صحبت[3] ایشاں مفید بود لیکن فقیر را اصلاً تشفی نمی شد" یعنی اگرچہ ان کی صحبت فائدہ مند تھی مگر درحقیقت اطمینان خاطر میسر نہ تھی، پشاور ہی میں پوٹھوار کے ایک فقیر شاہ چراغ نامی سے ملے، آپ نے فرمایا ہے" کہ مجھ پر بڑی مہربانی کرتے تھے"، ایک فقیر شاہ حسین صاحب کی خدمت میں بھی آپ جاتے تھے، فرماتے ہیں" ان کے اوراد کے سماع میں دل پر رقت طاری ہوتی تھی"۔ ان کی ملاقاتوں کے بعد آپ اٹک تشریف لے گئے، اٹک میں جناب حضرت جیو (جی) صاحب یعنی جناب یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی، حضرت جی صاحب آپ سے نہایت ہی شفقت اور محبت سے پیش آئے، آپ تحریر فرماتے ہیں"۔ مہربانی بسیار کردند، ذکر قلبی در صحبتِ ایشاں غالب بود، چنانچہ ذکر قلب وطریقۂ حبس وبعضی مقامات کہ در حبس ضرور بودند از صحبت ایشاں حاصل شد، ونیز اجازت

---

[1] رسالہ در بیان کسب وسلوک وبیان طریقت وحقیقت صـ۶۲۔ [2] جناب حافظ عبد الغفور صاحب نقشبندی پشاوری شیخ حاجی اسمٰعیل صاحب اور شیخ سعدی صاحب لاہوری کے خلفائے ارشد واکمل ترین اولیا سے تھے۔ بقول صاحب روضۃ السلام جب آپ مریدین کو توجہ دیتے تو تمام محلہ پر زلزلہ طاری ہو جاتا۔ خود جناب سید شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں" حافظ عبد الغفور پشاوری تمام شب بحبس نفس ومراقبہ می گذرانیدؔ والتفات بدنیا واہل دنیا نداشت ومدام در خدمت مساکین ومسافران مشغول ماندے، وقریب پانصد کس ہر روز در مطبخ وی طعام می خوردند ودیگ دان وی گاہے سرد نمی شد، وخدام عالیمقام در پختگی طعام وتقسیم آں مصروف می ماندند وشیخ سوائی طعام بحاجتمنداں نقد ولباس ہم مرحمت می فرمود وایں ہمہ خرچش سوائی دخل ظاہری صرف از خزانۂ غیب بودؔ ودر عشق الٰہی بدیں آگاہی می گذرانید کہ اگر کسے آیتی از آیات قرآنی رد بروئی وے میخواند ویا لفظ اللہ برزبان می آورد گریہ واضطراب بر حضرت حافظ طاری می شد" خزینۃ الاصفیا صـ۶۱۸ اور آپ کی وفات حسرت آیات ۱۴ شعبان المعظم ۱۱۱۶ھ میں واقع ہوئی۔ [3] اسرار الطریقت مطبوعہ پشاور صفحہ۴ رسالہ اسرار الطریقت مطبوعہ پشاور صفحہ ۱۴۔

طریقہ نقشبندیہ فرمودند" یعنی حضرت یحییٰؒ صاحب المعروف بہ حضرت جیو (جی) صاحب نے بہت مہربانی فرمائی ان کی صحبت میں ذکر قلبی غالب ہوا، ذکر قلبی، طریقہ حبس اور بعض دیگر مقامات جو کہ حبس کے لئے ضروری ہیں ان کی صحبت سے حاصل ہوئے، نیز آپ نے طریقہ نقشبندیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اٹک میں شاہ ربانا مجذوب کے فیض یافتہ میاں نور محمد صاحب اور شاہ محمد فاضل صاحب نیز اٹک کے گرد ونواح میں شاہ زندہ فقیر صاحب کی صحبتوں میں بھی آپ حاضر ہوئے اور ان حضرات کی توجہات کاملہ سے فیض وافر اٹھایا۔ راولپنڈی کے قریب نور پور شاہاں میں شاہ لطیف مجذوب سے بھی ملے، فرماتے ہیں، "توجہ در حق فقیر کردند، اثر آں در خود معلوم شد، لیکن بعد یک روز اثر آں معدوم گشت و باقی نماند" آپ نے اس سفر کے بعد ایک لمبا سفر اختیار فرمایا۔ اثنائے سفر میں آپ گجرات کے نواح نوشہرہ میں پہنچے وہاں ایک صاحب نظر" بزرگ حاجی گلگو صاحب سے ملاقات کی فرماتے ہیں" اس قدر جذبہ تھا کہ توجہ کی ایک ہی نظر سے حرارت، ذکر قلبی، گریہ اور حال کی حالت طاری ہو جاتی" حاجی صاحب ایک چھوٹے سے باغ میں پڑے رہتے، اور خادم پاؤں دباتے رہتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ" میں نے آپ کے پاؤں دبانے شروع کر دیئے، فوراً حاجی صاحب نے فرمایا' کدام کس است کہ از دست ایں آواز ذکر می آید" آپ کافی دن ان کی صحبت میں رہے وہ اپنے ہاتھ سے آپ کے منہ میں نوالے ڈالتے، رخصت کرتے وقت حاجی صاحب نے اپنی ٹوپی اور چادر مرحمت فرما کر آپ کو رخصت کیا۔ نواح گجرات قصبہ کنجاہ میں درویش محمد جعفر صاحب سے ملے، آپ فرماتے ہیں کہ "انہوں نے بڑی سخت ریاضتیں کروائیں۔ اور ان تمام کو بذریعہ

ؒ حضرت جیو (جی) صاحب کی تعریف میں جناب شاہ محمد غوث صاحب فرماتے ہیں کہ" چونکہ حبس نفس بہت فرماتے تھے اس لئے رات میں ایک یا دو دم بیٹھتے تھے، بڑے ریاضت کش تھے، خدا کے سوا کسی کی طرف دھیان نہیں لگاتے تھے۔ ان کی نظر میں خاک زر شاہ و گدا یکساں تھے، شغل حق کے سوا ان کو مطلق فرصت ہی نہ ہوتی تھی کہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوں کسی کو آپ کی مجلس میں بات کرنے کی جرأت نہ تھی۔ آپ کی مجلس میں جو ہوتا خدا ہی کی طرف متوجہ رہتا۔ چارپائی پر نہیں سوتے تھے۔ تکیہ بھی نہ رکھتے تھے ہمیشہ اپنے پیر کی زیارت کے لئے اٹک سے لاہور ۱۴ دن میں پیدل سفر کرتے۔" ملخصاً ۲ اسرار الطریقت مطبوعہ پشاور صفحہ ۴۲

۳ اسرار الطریقت مطبوعہ پشاور صفحہ ۴۲۔

چلوں کے عمل میں لایا گیا، مگر کچھ زیادہ اثر معلوم نہیں ہوا" گجرات کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اس وقت لاہور بزرگانِ کرام، اولیاء عظام اور علماء ذی الاحترام کا مسکن تھا، آپ تمام کے پاس گئے ان سے ملے فائدہ حاصل کیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔" مجاذیب[1]، گوشہ نشینان وسالکان واہل شوق را بسیار دیدم، درمزارات بزرگان ہم شب ہا گذرانیدہ شد" لاہور میں میاں جان محمد۔ میاں جان محمد ثانی صاحب قصاب پورے والے، میاں نور محمد صاحب مدقق حاجی یار بیگ صاحب۔ مولوی عبدالہادی صاحب، میاں محمد مراد صاحب نابینا، حاجی محمد سعید صاحب اور دیگر بزرگان کی ملاقات کی۔ میاں جان محمد صاحب (جو کہ محلہ پرویز آباد میں مقیم تھے) اور حاجی محمد سعید صاحب سے علاوہ دیگر فوائد کے اسماء اللہ کی اجازت بھی حاصل کی۔ تقریباً لاہور کے مزارات پر آپ نے راتیں بھی گذاریں چنانچہ ایک رات آپ میاں میر صاحب کے مقبرہ پر گذارنے کے لئے گئے انہوں نے خواب میں آپ کو ایک شغل بتایا اور منع کیا کہ کسی سے اظہار نہ کرنا۔ صبح آپ جناب شیخ حامد صاحب (جو کہ صاحب حال و کمال بزرگ تھے) کو ملنے کے لئے گئے شیخ صاحب نے آپ کو فرمایا کہ جو شغل رات کو جناب میاں میر صاحب نے آپ کو بتایا ہے وہی کیجئے۔ اس کے بعد نواح سرہند میں سید بھیکہ چشتی (جو کہ فرد وقت اور صاحب کمال تھے) کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ فرماتے ہیں "اجازت[2] واستفادہ بعضے اذکار واشغال حاصل نمودم، چنانچہ اجازت شغل سہ پایہ ہشت رکنی را از خدمت ایشاں حاصل کردم" پھر آپ بزرگان کرام نقشبندیہ (جو کہ سرہند شریف میں مقیم تھے) کے پاس گئے، سرہند شریف میں جناب شیخ صبغۃ اللہ صاحب، حضرت میاں عبدالاحد صاحب المعروف بہ میاں گل صاحب، اور میاں فرخ شاہ صاحب کی ملاقات کی۔ حضرت میاں گل صاحب نے آپ کو حضرت مجدد صاحب الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لے جاکر توجہ دی" اور اپنی کتاب مسمّیٰ بہ معجزات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی عنایت فرمائی، میاں فرخ شاہ صاحب کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں۔" کہ جامع[3] علم باطن وظاہر واعلم زمان ومصنف وقت ومحدث بودند، زیارت کردم وصحبتہا نمودم" پھر آپ شاہ جہان آباد (یعنی دہلی) آئے، یہاں پر شیخ محمد چشتی اور شیخ کلیم اللہ صاحب اور دیگر بہت سے بزرگوں کی ملاقات کی اور مزارات پر راتیں بھی کاٹیں۔ آپ فرماتے ہیں "بر مزار[4] شریف حضرت خواجہ قطب الدین خیدگاہ گذرانیدم

---

[1] رسالہ در بیان کسب سلوک و بیان طریقت وحقیقت صفحہ ۶۵۔ [2] رسالہ قلمی از جناب مذکور صفحہ ۶۵۔ [3] قلمی رسالہ صفحہ ۶۶۔ [4]۔ [5] قلمی رسالہ صفحہ ۶۶۔

Marfat.com

اوشاں ہم بلطفلات وعنایات فرمودند"۔ شیخ کلیم اللہ صاحب نے اپنی مصنفہ کتاب لمعات آپ کو عنایت کی۔
پھر آپ اکبرآباد تشریف لے گئے۔ وہاں بھی اولیاء اور علماء سے ملے۔ وہاں ایک معمر مجذوب شاہ مشتاق صاحب
کے پاس آپ اکثر جایا کرتے تھے، مگر آپ کو فائدہ اس سے بہت کم ہوا۔ بعدازاں آپ اجمیر شریف گئے۔ اور حضور
خواجہ بزرگ رحمت اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ آپ اپنے قلمی رسالہ کے صفحہ ۶۷ پر تحریر فرماتے ہیں "در باطن
مہربانی فرمودند و توجہات وعنایات کردند"۔ آپ اس دور دراز سفر کے بعد واپس لاہور پہنچے۔ لاہور پہنچکر آپ
پھر گجرات (حاجی گلگو صاحب کے خاندان کے ایک بزرگ صاحب کو دیکھنے کے لئے) گئے، آپ فرماتے ہیں کہ
"اگرچہ وہ علم ظاہرا اور راہ سلوک سے بے بہرہ تھے مگر طریقت کے اوصاف سے موصوف تھے، نیز جذبہ کی نسبت
غالب تھی، کبھی سماع کے وقت توجہ کرتے تھے، حاضرین پر رقت قلب اور گریہ کا اثر ہوتا۔ بعض عام لوگوں پر رقص اور
بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی۔ میں بھی آپ کی صحبت سے مستفیض ہوا۔ اگرچہ حرکت قلب پہلے ہی تھی لیکن رونا
اور درد اُن کی صحبت سے زیادہ ہوا۔ جب گھر پہنچا تو بہت کم اثر باقی تھا۔ ایک سال بعد پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا
اثر بڑھ گیا جبھی واپس ہوتا کم ہو جاتا۔ یونہی بارہ سال تک ان کی خدمت میں بار بار آتا جاتا رہا لیکن اثر کا وہی پہلا
حال رہا"[۱] لاہور کے قریب سیام چوراسی ایک گاؤں ہے۔ جہاں شیخ عبدالغنی صاحب[۲] رہتے تھے۔ وہ اتفاقاً ان
دنوں لاہور آئے تھے۔ آپ دوبارہ ان کی ملاقات کے لئے گئے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں "فقیر مکرر بخدمت[۳]
ایشاں رفتہ اکثر صحبت ایشاں ومجلس خاص ایشاں میسر می شد توجہ نسبت ذات بحت کردند، چنانچہ ازاں سبب
بے خودی وبے رنگی غلبہ می کرد، واجازت آں نسبت ودیگر مراتب ذکر وشغل ہم بفقیر دادند، چنانچہ گاہ نسبت
مذکور غالب مے بود وگاہی نمی باشد" یعنی مجھے ان کی خاص صحبتیں خلوت میں میسر ہوئیں۔ "نسبت ذات بحت[۴]
کی توجہ کرتے تھے، چنانچہ بے خودی اور بے رنگی غلبہ کرتی تھی۔ اسی نسبت اور دیگر شغل اور مراتب ذکر کی اجازت دی
چنانچہ کبھی وہ نسبت غالب آتی ہے اور کبھی نہیں"۔ یہ تمام اور اتنا لمبا سفر طے کرنے کے بعد جب آپ پشاور پہنچے
تو فرمایا کہ "اکثر بزرگان را از سالکان ومجذوبان وصلحا ومرتاضان رازیارت کردہ شد، ہمہ مہربانی فرمودند بقدر
نصیب چیزے حاصل نمودہ شد اما آنچہ مطلوب ایں حقیر بود میسر نشد"۔ شعر

۱؎ قلمی رسالہ صفحہ ۶۔ ۲؎ اسرار الطریقت مطبوعہ پشاور صفحہ ۴۴۔ ۳؎ اسرار الطریقت مطبوعہ پشاور صفحہ ۴۵۔ ۴؎ قلمی رسالہ صفحہ ۶۶ صفت ذات حق کا پہلا مرتبہ "ذات بحت" کا ہے، اسی مرتبہ میں ذات حق ہر اسم ورسم ونعت ووصف سے منزہ ہے اس کا نام عالم لاہوت ہے۔

Marfat.com

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا نہ داد بوئے ؎ نہ دمید صبح بختم چہ کنم ہم قضا را"

یعنی اکثر بزرگان کرام سے، سالکوں، مجذوبوں، صلحاء اور مرتاض لوگوں کی زیارت کی۔ تمام نے مہربانی فرمائی جس قدر قسمت میں تھا حاصل ہوا مگر میری دلی مراد پوری نہ ہوئی۔

سفرِ کشمیر

جناب مؤرخ کشمیر مفتی محمد شاہ صاحب فرماتے ہیں" کہ سرزمین[1] کشمیر میں متواتر چند دفعہ تشریف فرما کر قدرتی مناظر و مناظر سے لطف اُٹھایا۔ تبلیغ دین کا فریضہ بجا لایا، مشائخ کرام کی ملاقات سے کامیاب رہے، طریقہ شریفہ کے نشر و اشاعت میں پوری توجہ سے کام لیا۔"

اِستغنائے قلبی

آپ کے علم و فقر کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ ہر کہ و مہ کی زبان پر آپ کی دینی تبلیغ خدمت فقراء درس المبارک اور لنگر شریف کا تذکرہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ اسی لیے تو اور لیے غرض خدمتِ اسلام کی وجہ سے بقول مؤرخ کشمیر صاحب" دہلی[2] کے شاہی دربار تک پہنچے"۔ آپ جب بادشاہ دہلی کے پاس گئے تو اس نے آپ کے سامنے ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی پیش کی، مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مستحق لوگوں میں بانٹ دو، مجھے اس کی ضرورت نہیں، یہ غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کا حق ہے۔ آپ کے والد محترم کے انتقال کے فوراً بعد اورنگ زیب عالمگیرؒ نے آپ کے اور آپ کی اولاد کے نام ۰۸ جریب زمین (جو کہ آپ کے والد کی زیارت کے گرد تھی) کی سند لکھ کر بھیجی، مگر آپ نے قطعی جواب[3] دے دیا۔ کہ میں فقیر آدمی ہوں، اللہ تعالیٰ کا دروازہ مجھے کافی ہے، وہی میرا کارساز ہے، وہی میرا مولیٰ ہے اور بہت اچھا آقا ہے"۔ اسی طرح جو ہدایا اور تحائف آتے آپ فقراء اور مساکین پر صرف فرما دیتے۔ بیواؤں اور یتیموں کے وظائف لنگر شریف کی طرف سے مقرر تھے، مسافر اور مفلوک الحال لوگ لنگر سے پرورش پاتے، اور کسی وقت بھی آپ کے چہرہ مبارک پر میل نظر نہ آتی، اور کبھی بھی کسی امیر کے دروازے پر نہیں گئے۔ جب محمد شاہ[4] بادشاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس نے پشاور سے آپ کے نام لاہور میں حکم نامہ لکھا کہ دربار میں حاضر ہوں اور میرے لئے دعا کریں، آپ نے محمد شاہ بادشاہ کو صاف جواب لکھ بھیجا، صاحب خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۸۸

---

[1] قلمی تحریر از حضرت مذکور۔ [2] قلمی تحریر از آنجناب۔ [3] اگرچہ دوبارہ یہ سند آئی مگر پھر درگاہ کے منتظمین نے یہ زمین قبول کر لی۔ [4] یہ حملہ محمد شاہ نے بعہد نادر شاہ ۱۱۵۱ھ (۱۷۳۸ء) میں کیا تھا۔

پر تحریر فرماتے ہیں" آنحضرت انکار نوشت کہ طریق پیر ما نیست کہ نزد بادشاہ روند، و باستمداد وی پرواز ند کہ برای ہر یک استمداد حق جل و علا کافی است"۔

درس تعلیم و تعلیم سلوک اور تبلیغ اسلام

جب آپ لاہور میں مقیم ہوئے تو آپ نے باقاعدہ سلسلہ تدریس شروع کر دیا، درس القرآن، درس الحدیث طریقہ مبارکہ کے ارشادات خود فرماتے۔ آپ کے درس شریف میں بڑے بڑے علماء کے لڑکے اور مشائخ کرام کے صاحبزادے آ کر فیض لیتے اور مستفید ہوتے، حدیث شریف کا درس اتنا وسیع تھا کہ علاوہ پنجاب و سرحد کے کابل اور غزنی کے طلباء جوق در جوق آ آ کر شامل ہوتے۔ نیز تمام طلباء کی جائے رہائش، لباس اور طعام کا انتظام بھی آپ ہی فرماتے، دوسری طرف اپنے طریقہ مبارکہ کی نشر و اشاعت میں ان تھک کوشش فرماتے۔ سینکڑوں مریدین و معتقدین آتے اور رشد و ہدایت سے بہرہ ور ہو کر واپس لوٹتے، ہر وقت اور ہر آن ذکر الٰہی اور قرآن خوانی میں مصروف رہتے۔ آپ کے ذکر الٰہی کرنے کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک سانس گن کر بتائے۔ بارہ برس تک دریائے راوی میں بیٹھ کر نفی اثبات کا ذکر کیا۔ جب آپ پانی سے باہر نکلے تو ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں، گوشت کو پانی کھا گیا تھا، آپ فرماتے ہیں" سالک جب ذکر جہر میں مشغول ہو تو مناسب ہے کہ نفی اثبات کے ذکر کو بارہ ہزار دفعہ ضرب سے کرے اور دوسرا ذکر اسم ذات کو کہ اللہ ہے اور ذکر اثبات کو جو الا اللہ ہے بارہ ہزار دفعہ دل پر کرے جو کہ مل کر چوبیس ہزار دفعہ ہوتا ہے کیونکہ دن اور رات میں انسانی نفس اسی قدر خارج ہوتے ہیں اور ہر دم کے مقابلہ میں ذکر ضروری ہوتا ہے بس اسی طرح برابر ہوگا۔[1] اسی لئے جب آپ کی مجلس میں کوئی شخص آتا، تو آپ فرماتے" ذکر کر بیکار نہ بیٹھ، آپ کی خانقاہ میں باقاعدہ تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کی تعلیم دی جاتی تھی، کوئی قرآن حکیم، احادیث شریف اور تصوف کی کتابیں پڑھ رہا ہے تو کوئی نفی اثبات کے ذکر میں مشغول ہے، کوئی صرف اسم ذات کے ذکر میں محو ہے تو کوئی صرف اثبات کے ذکر میں مصروف ہے، کوئی مراقبہ کر رہا ہے تو کوئی رابطۂ قلب کے ساتھ درد و شوق بڑھا رہا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ سب پر آپ کی نظر کرم موجود ہے۔ ذکر الٰہی، علم، اور آپ کی توجہ سے حسب استعداد ہر ایک اپنے اپنے مقامات کی سیر میں کوشاں ہے،

---

[1] رسالہ قلمی از آنجناب

Marfat.com

سبحان اللہ کتنے پاکیزہ اور مقدس لوگ تھے کہ طلبِ حق کے لئے سب دنیا وی علائق سے کنارہ کش ہو کر ایک "اللہ والے" کے حضور میں بیٹھے ہوئے یادِ الٰہی میں مستغرق ہیں۔ تمام رات اللہ جل جلالہ کے آگے سربسجدہ رہنا۔ عاجزی کرنا۔ اپنے بُرے اعمال پر پشیمانی کا اظہار کرنا اور تزکیہ نفس کرنا۔ یہی وہ جذبہ صادقہ تھا۔ جس کے ماتحت دینِ اسلام کی تبلیغ اور سنتِ نبوی کی اشاعت ہوتی تھی۔ تمام رات قیام میں اور تمام دن مخلوقاتِ خدا کی خدمت کرنے، بھوکوں کا پیٹ پالنے، ننگوں کے لئے کپڑا مہیا کرتے اور اس نبوی طریقہ مبارکہ کے مطابق تزکیہ نفس کرانے میں بسر ہوتا تھا۔ ان لوگوں کی زبان میں اثر، عمل میں برکت اور دُعا میں قبولیت تھی۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے صرف یادِ الٰہی اور مکارم اخلاق حمیدہ کی بدولت ہندوستان سے کفر و شرک اور جاہلی مراسم کو ختم کر کے اسلام کے نورانی دین کو روشن کیا اور جگمگایا جب سے مسلمانوں نے یادِ الٰہی اور تزکیہ نفس کو چھوڑ کر صرف علم کو لیا یا علم سے بھی غفلت برتی اس وقت سے قعرِ مذلت میں گرنے لگے وہ تمام بد اعمالیاں اور بد اخلاقیاں پیدا ہو گئیں جو ایک جاہل قوم کا شیوہ ہو سکتی ہیں۔ اب پھر انہی افراد کی ضرورت ہے جن کے قلب اور دماغ یادِ الٰہی سے معمور اور شوقِ تبلیغ و جہاد سے ان کے عمل آراستہ و پیراستہ ہوں تاکہ دنیائے عالم کے کونے کونے میں کلمہ طیبہ کی صدا پہنچ جائے اور غالب ہو کر پہنچے، کہاں سے وہ تڑپ والے، وہ جذبۂ صادقہ کے مالک وہ شوقِ شہادت اور جوشِ جہاد سے سرشار، وہ شوقِ تبلیغ اسلام سے معمور، وہ کفر کو نور سے بدلنے والے انسان پیدا ہوں۔

اس وقت جب کہ نہ ریل تھی، نہ موٹر اور نہ کوئی اور سفر کی سہولتیں میسر تھیں اور وہ ہندوستان کے ایک کونے یعنی ٹھٹھہ نگر کراچی سے ہزاروں میل کے رقبے میں کلمہ توحید کا پیام سناتے ہوئے لاکھوں مدعیان کفر و شرک کو خالص توحید کا پرستار بناتے ہوئے ہندوستان کے دوسرے کونے پشاور میں آکر تبلیغ اسلام اور تزکیہ نفس کا مرکز قائم کرتے نظر آتے ہیں۔ اور پھر تمام ہندوستان میں پھیل جاتے ہیں۔ یعنی ٹھٹھہ نگر (کراچی) میں جناب سید عبد اللہ صاحبؒ الملقب بہ صحابیٔ رسولؐ، پشاور میں سید حسن بادشاہ صاحب المعروف بہ میراں سرکار سرینگر (کشمیر) میں شاہ محمد فاضل صاحبؒ۔ اکبر آباد میں عنایت اللہ صاحبؒ۔ لاہور میں شاہ محمد غوث صاحبؒ۔ جہلم میں حضرت میر شاکر شاہ صاحبؒ۔ مظفر آباد میں جناب شاہ میر صاحبؒ اور سلطان پور (ہزارہ) میں سید زین العابدین صاحبؒ دینِ الٰہی کی تبلیغ، سنتِ نبویؐ کی اشاعت اور تزکیۂ نفس کے ذریعے مکارمِ اخلاق پھیلا رہے ہیں۔ آج پھر ان ہی جیسے اسلام کی شمع کے پروانوں کا جذبِ صادق رکھنے والے لوگوں کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

تصانیف حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب جس طرح علوم باطنی سے مشرف تھے اسی طرح ظاہری علوم سے بھی آراستہ و پیراستہ تھے۔ جناب مؤرخ کشمیر صاحب فرماتے ہیں" خواجہ محمد مراد بیگ صاحب جیسے حقیقت شناس بزرگ نے آپ کی تعریف و توصیف میں یہ لکھا ہے کہ بکلی علم آراستہ است بذکر و فکر اشغال دارد' صاحب خزینۃ الاصفیا و حدیقۃ الاولیا فرماتے ہیں" جامع علوم ظاہر و باطن کاشف رموزِ طریقت و حقیقت بود" جس علم و عرفان کی آپ تقریباً چالیس سال تک اشاعت کرتے رہے آپ نے ان بے بہا موتیوں کو سلکِ کتب میں نہایت خوبصورتی سے پرو دیا ہے۔ اس طرح یہ سرمایہ محفوظ ہو گیا ہے اور ان میں سے چند کتابوں کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

شرح غوثیہ (قلمی فارسی) آپ نے ۱۱۳۱ھ میں بخاری شریف کی شرح لکھی، جو کہ شرح غوثیہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ شرح علم حدیث کا ایک بحر نا پیدا کنار ہے۔ نیز تقریباً جتنے علوم احادیث کے متعلق ہیں۔ آپ نے ان سب کو حل فرمایا۔ اس شرح میں علاوہ اور متعلقہ علوم کے بخاری کے اسماء الرجال کو مکمل طور پر حل کیا ہے۔ قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ مبارک کے علوم کے جواہر پارے ہیں جو کہ کتاب کے صفحوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور بقول جناب محدث جلیل استاذی و مکرمی علامہ حافظ علی احمد صاحب شیخ الحدیث۔" گویا لوح محفوظ آپ کے سامنے تھی جبکہ آپ یہ کتاب لکھ رہے تھے"۔ اور بقول جناب مولانا عبدالحق صاحب محدث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک" جس طرح نووی مسلم شریف کی دیگر شروح سے بے نیاز کر دیتی ہے اسی طرح بخاری شریف کی یہ شرح بخاری کی اور شروح سے بے نیاز کر دیتی ہے" نیز جناب شیخ الحدیث جامع اسلامیہ ڈابھیل جناب مولانا محمد یوسف شاہ صاحب بنوری فرماتے ہیں" یہ شرح اپنی نظیر آپ ہے"۔ یہ شرح صاحبزادہ حضرت سید فضل صمدانی صاحب کے کتب خانہ واقعہ پشاور میں موجود ہے۔ ۱۹۴۸ء میں نوادر کتب کی نمائش پشاور شہر میں کی گئی تو یہ کتاب بھی من جملہ ادر کتب کے اس نمائش میں موجود تھی۔ پہلے تین پاروں کی شرح تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ تقطیع بھی بڑی ہے۔

کتاب دربیان کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت (فارسی قلمی) جیسا کہ رسالہ کے

ا؎ قلمی تحریر از آنجناب ۲؎ صفحہ ۱۸۸ ۳؎ صفحہ ۲۶

نام سے ظاہر ہے رسالہ تصوّف پر لکھا ہے ۔ یہ رسالہ ایک مکمل و اکمل مرشد ہے۔ سالک کو قدم قدم پہ ہدایت کرنا اور سمجھانا جاتا ہے ، چنانچہ آپ خود اسی رسالہ میں صفحہ ۱۷ پر فرماتے ہیں" کہ طالب کو اگر اس راہ کی طلب ہے تو اول مرشد کند کہ کار بدون او نکشائید و وصل ایں عقدہ بوصل اوست ، اگر ایں چنیں مرشد نہ یابید پس آنچہ دریں رسالہ مسطور است از محققان و صاحب کمالان حاصل نمودہ خلاصۂ آں نوشتہ باید کہ بریں عمل نماید البتہ از فائدہ و بہنائی ایں راہ خالی نخواہد ماند و انتفاعی خواہد شد، و اگر استعداد کامل داشتہ باشد شائد کہ بمقصود برسد" اس رسالہ میں ایک دیباچہ اور چھ فصلیں ہیں ، دیباچہ میں آپ فرماتے ہیں "مبتدی کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو " ذکر مدام" اور دوسری "فکر تام" پھر آپ تحریر فرماتے ہیں" ذکر موجب شوق و محبّت است" " فکر تام موجب فنا و معرفت است" اس کے بعد ذکر کی بھی آپ نے کئی قسمیں بیان فرمائیں۔ ذکر کی تعریف میں آپ فرماتے ہیں کہ "جب سالک کے قلب پہ ذکر جاری ہوجاتا ہے تو بند بند، رگ رگ بلکہ اس کے وجود کا ذرہ ذرہ ذاکر بن جاتا ہے ۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ اعضاء اور عروق کا ذکر مسموع اور محسوس ہونے لگتا ہے ۔ بلکہ دنیا کی تمام اشیا اور ذرات عالم کے ذکر کو سن سکتا ہے اس سے اس کو بڑا ہی حظ اور لطف حاصل ہوتا ہے ، تجلیات اور انوار الٰہی اس کو نظر آتے ہیں بلکہ اس پر نازل ہوتے ہیں خُدا کے سوا ہر قسم کے تعلقات سے آزاد ہو جاتا ہے اس کو ہر وقت اسی کی لو لگی رہتی ہے" فکر" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں" فکر وہ ہے کہ اس کی قوت متخیّلہ ہر وقت ذات باری کی طرف متوجہ رہے غیراللہ سے مطلق خالی رہے' ہر وقت اسی کے خیال میں مستغرق رہے ، ہر آن اسی کا دھیان رہے ۔ یہاں تک کہ اپنے معمولی دنیادی کاموں میں بھی مشغول ہو تو اسی طرح کہ دل بیار و دست بکار" پہلی فصل شریعت کے بارے میں ہے اس فصل میں سب سے پہلے آپ فرماتے ہیں کہ" سالک کو شریعت' طریقت ، حقیقت اور معرفت میں سے ہر ایک پر عمل کرنا ضروری ہے" نیز فرمایا کہ اوّل سالک را لازم است کہ سعی در متابعت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماید، و قدم از متابعت او بیرون نہ نہد، و در عقائد و اعمال و افعال و احوال در تبعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوشد" نماز کی پابندی، نبوی استخارہ کا طریقہ ، حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود، طریقۂ تہجد' طریقت سے کیا مراد ہے ، اور ذکر کے طریقے وغیرہ کا بیان ہے ، ان میں سے ہر ایک مسئلہ کو اس وضاحت سے بیان کیا ہے ۔

Marfat.com

کہ سالک اگر ان پہ دِل جمعی سے عمل کرے تو اس پر راہ مولیٰ کریم جل جلالہ آسان ہو جاتی ہے دوسری فصل میں ان مراقبوں کا ذکر ہے جو کہ "ذکر" کے بعد کئے جاتے ہیں، چنانچہ آپ نے مراقبۂ حضور، مراقبہ شہود، مراقبہ معیت، احاطہ ذاتیہ، اور نور محمدی صلّی اللہ علیہ وسلم پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ تیسری فصل حقیقت کے بیان میں ہے، - - - - - - - - - - چوتھی فصل معرفت کے بیان میں ہے، پانچویں فصل مراتب وجود اور ظہور حق کے بیان میں ہے اور چھٹی فصل میں اپنے والد محترم کا تذکرہ اور خرقہ خلافت کا بیان ہے جو آپ کو اپنے والد گرامی سے ملا۔ اور جن جن بزرگان کرام کی زیارت کی اور ملے ان کا ذکر ہے نیز شجرہ بھی درج کیا ہے[1]۔

رسالہ ذکر جہر:- اس رسالہ میں آپ نے قرآن مجید، احادیث شریف، کتب فقہ اور کتب علماء کرام سے ذکر جہر کا مدلل طریقہ پر ثبوت دیا ہے اور نہایت ہی احسن وجوہ بیان فرمائے ہیں۔

ترجمہ قصیدہ غوثیہ شریف:- قصیدہ شریف کی عام فہم اور صوفیانہ شرح ہے۔ صرف اور نحو کے مشکل مقامات کو حل فرمایا ہے۔ یہ رسالہ پیر عبد الغفار صاحب لاہوری نے ۱۹۱۰ء میں شائع کیا تھا۔ اس شرح کا نام آپ نے "شرح خمریہ" رکھا ہے۔

اسرار التوحید:- یہ رسالہ توحید کے موضوع پر ہے۔ اگرچہ اس رسالہ کا پتہ نہیں مگر آپ نے خود اس کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ آپ جب فصوص الحکم کا مطالعہ کرتے تھے تو آپ کو دو مقامات پر بہت اشکال پیدا ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں[2]۔ ایک تو وجہہ مطلق کی تحقیق اور اس سے کثرت کے ظاہر ہونے کی کیفیت، دوسرا خاتم الاولیاء کا مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر ایک رات حضرت شیخ ابن عربی اور شیخ صدر الدین قونوی کو جو کہ شیخ کے اجل اصحاب میں سے تھے، معہ مولوی جامی کے خواب میں دیکھا۔ خدا

---

[1] لاہور سے "اللہ والے" نے آپ کا ایک رسالہ جس میں اس رسالہ کا بھی کچھ حصہ ہے، اسرار الطریقت کے نام سے اردو میں شائع کیا ہے۔ وہ رسالہ نہایت ہی نامکمل ہے اسمیں صفہ ۳۱ سے لیکر صفہ ۳۹ تک کا مضمون محمد غوث صاحب گوالیاری کا ہے جو کہ اصل کتاب میں قطعاً نہیں۔ شائع کرنے والے نے اپنی طرف سے زیادتی کی ہے۔ نیز ترجمہ کرتے وقت اصل کتاب کے ترجمہ میں بھی کمی اور زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرے آمین [2] رسالہ کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت مطبوعہ پشاور ص ۲۶ و اسرار الطریقت اردو ص ۱۵

Marfat.com

ان سب پر اپنی رحمت کرے جنھوں نے ان ہر دو مسئلوں کو خاکسار کے سامنے حل کر دیا اور سمجھا دیا، جب میں بیدار ہُوا تو میری مکمل تسلی تھی، بلکہ اس خواب کے بعد علم میں جو تفیہ وارد ہوتا ہے۔ ایسا صاف ہو جاتا ہے کہ اس کی تصویر آنکھوں کے آگے آجاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اپنے وجدان سے حاصل ہُوا ہے اور جو شخص ان مسئلوں میں تصرف کرتا ہے اس کا منشاء شبہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ ناسمجھی کے باعث ایسا کہہ رہا ہے اس کا جواب فوراً سوجھ جاتا ہے ذرا بھی سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی، گویا اس علم کے مسئلے حاضر ہیں، چنانچہ اس علم میں کئی رسالے لکھے۔ اِن میں سے ایک کا نام اسرار التوحید عربی میں کلاں رسالہ ہے دوسرا فارسی میں اس میں بعض وجدانی حقائق بھی درج کئے گئے ہیں"۔

آپ کی تصانیف بکثرت ہیں مگر افسوس کہ دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکیں، اس فقیر نے آپ کی کتابوں کی خوب تلاش کی جن کا علم ہُوا ان کا ذکر کر دیا گیا ہے اگر کسی صاحب کے پاس آپ کی کوئی کتاب ہو تو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

کرامات آپ کے کشف و کرامات کو اگر جمع کیا جاوے تو ایک مکمل الگ کتاب کی ضرورت ہوگی مگر آپ کی ذات ستودہ صفات ان باتوں سے ارفع، اعلیٰ اور بلند ہے۔ اور آپ نے خود بھی ان باتوں کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں" سالک کو بعض اوقات ذکر کی حالت میں اپنے اور غیر کے قلب کا بھی مشاہدہ ہوتا ہے اور بعض اوقات اور باتیں بھی کھل جاتی ہیں کشفِ غیبوبیت بھی حاصل ہو جاتا ہے، لیکن اِن باتوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ (سالک) مطلوب حقیقی سے محروم رہ جاتا ہے" اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ ایک ایسے روحانی درسگاہ کے فیض یافتہ تھے، جس کے استاد[1] والا قدر کا یہ ارشاد ہے کہ" ایں ہمہ (کشف و کرامات وغیرہ) آنچہ دیدی و شنیدی بازی طفلاں است، دکار دیگر است، سالک را ایں کار آفات است، د مانع علو درجات است" اسی وجہ سے اس مضمون کو اختصار کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اور آپ کی وہ کرامتیں لکھی جاتی ہیں جن سے آپ کا تعلق باللہ ظاہر ہوتا ہے۔ نیز جن کرامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دُنیاوی عزت و وجاہت کو آپ نے کس طرح

---

[1] یہ قول آپ کے مرشد ارشد جناب سید حسن بادشاہ صاحب علیہ الرحمت کا ہے۔

Marfat.com

پائے استحقار سے ٹھکرا یا ہے۔ صاحب یادِ رفتگان فرماتے ہیں۔[1] "ایک دفعہ ایک نابینا آپ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور عرض کی کہ آپ سیّد آلِ رسول ہیں مجھے دم کریں، آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اُس کی آنکھوں پر دم کیا اور ہاتھ پھیرا، وہ شخص فوراً بینا ہوگیا۔"

جب آپ لاہور جاتے ہوئے اٹک پہنچے تو ایک مہانما معہ اپنے چیلوں کے آپ کی خدمت میں آیا، اور کہا کہ چونکہ آپ درویش ہیں، آپ کے لنگر سے سینکڑوں آدمی روٹی کھاتے ہیں، اسی لئے آپ کی ضروریات کے لئے ایک ٹکڑا کیمیا کا حاضر ہے۔ آپ جتنا چاہیں اس سے سونا بن سکتا ہے، آپ نے فرمایا، بہت اچھا مگر وہ ٹکڑا لے کر آپ نے دریائے اٹک میں پھینک دیا۔ وہ مہانما بہت خفا ہؤا۔ اور بہت ہی ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے کلمہ توحید پڑھ کر دریائے اٹک کی طرف اشارہ کیا، دریا پھٹ گیا، تو اس مشرک کو ہر طرف سنگ پارس ہی سنگ پارس نظر آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہٗ کا مجھ پر اتنا عظیم احسان ہے جو تم نے دیکھا اور یہ احسانِ عظیم تم پر بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ ایمان لے آؤ۔ وہ مہانما معہ چیلوں کے مسلمان ہوگیا، پھر وہی مہانما آپ کا خلیفہ ہؤا اور ہزاروں لوگ اس کے فیض سے مستفیض ہوئے اس کی قبر آپ کی مزار کے باہر پاؤں کی طرف ہے۔ محمد شاہ بادشاہ جب پشاور پہنچا تو اس نے اپنے امراء سے پوچھا کہ کوئی خدا رسیدہ آدمی ہو تو اس سے دعا کروائی جاوے تاکہ کامیابی نصیب ہو۔ امراء نے حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب کا نام لیا۔ آپ کو لاہور میں حکم لکھا گیا کہ محمد شاہ آپ کو بلاتا ہے۔ آپ نے جواب میں لکھا "طریق پیر ما نیست کہ نزد بادشاہان بروند، و بہ استمداد وی پروا ندکہ برائے ہر یک استمداد حق جل وعلا کانیست" بادشاہ بہت برآفروختہ ہؤا اور حکم دیا کہ سب سے پہلے لاہور پہنچکر شاہ محمد غوث صاحب کو اس حکم عدولی پر سزا دونگا۔ اس کے بعد دہلی کی طرف قدم بڑھاؤنگا۔ رختِ سفر باندھ کر پشاور سے کوچ کیا۔ جب دریائے اٹک پر پہنچا تو دریا میں طغیانی تھی، اور دن بدن بڑھ رہی تھی، بہت پریشان ہؤا۔ امراء سے مشورہ کرنے کے بعد محمد غوث[2] کی خدمت میں ایک شخص بھیجا تاکہ وہ دعا کرے اور بادشاہ کی مشکل حل ہو جائے۔ اس پر محمد غوث

---

[1] مصنفہ مولانا محمد دین صاحب فوق امرتسری۔ [2] یہ محمد غوث، حضرت شاہ محمد غوث صاحب کا خلیفہ تھا اور آپ کے والد محترم کی درگاہ عالیہ واقعہ پشاور میں مقیم تھا۔

Marfat.com

نے جواب میں لکھا" کہ ایں ہمہ توقف از شامت ارادۂ بد بادشاہ است کہ بہ نسبت حضرت سید شاہ محمد غوث اندیشیدہ است اگر شاہ ازاں ارادہ باز آید ممکن است کہ از آب دریا عبور نماید"۔ بادشاہ نے توبہ کی فوراً طغیانی ختم ہوگئی۔ بادشاہ نے لاہور کو روانگی کی اور لاہور پہنچ گیا۔ محمد شاہ نے لاہور پہنچکر آپ کو پھر اپنے حضور بلایا۔ مگر آپ نے شدت کے ساتھ انکار کر دیا۔ وہ خود آپ کے پاس آیا اور اشرفیاں پیش کیں، آپ شاہ کو اعلیٰ اخلاق کے ساتھ ملے مگر اشرفیاں لینے سے انکار کر دیا، اور فرمایا، میرا تقویٰ اور اعتماد اللہ جل جلالہ پر ہے اور وہی مجھے کافی ہے[1]۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء جناب مولٰنا مفتی غلام سرور صاحب لاہوری اپنی کتاب کے صفحہ ۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں" حضرت کی کرامتیں اکثر مشہور ہیں مگر چشم دید یہ ہے، جب رنجیت سنگھ کے بعد کھڑک سنگھ جانشین حکومت لاہور ہوا، تو اس کے بیٹے نونہال سنگھ نے جو بااختیار حاکم تھا، حکم دیا کہ لاہور کی فصیل کے باہر چار ہزار قدم تک زمین صاف کی جاوے مکانات گرائے جاویں۔ اور درخت کاٹے جاویں. دلاروس فرنگی اس کام پر مقرر ہوا، اس نے مکانات گرانے شروع کر دیئے، حضرت کے مزار کی چار دیواری بھی گرائی گئی۔ اور تمام درخت کاٹے گئے، جب اندرون دیوار خاص مزار کی چار دیواری گرائی گئی تو قدرت الٰہی سے اسی روز کھڑک سنگھ مرگیا، اور نونہال سنگھ جب نعش جلا کر آیا تو سلامی کی توپوں کے زلزلے سے قلعے کی دیوار کا پتھر جدا ہو کر نونہال سنگھ کے سر پر آگرا۔ اور وہ جوان مرگ ہوا۔ اس والدہ چند رکور ڈری اور حکم دیا کہ مزار حضرت کا نہ گرایا جاوے۔ چنانچہ گرا ہوا مکان اسی وقت تعمیر ہوگیا۔

وفات حضرت سید سخی شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کی وفات ۱۷، ربیع الاوّل ۱۱۵۲ھ کو ہوئی، آپ کی مزار پر انوار بیرون دہلی دروازہ لاہور مرجع عوام و خلائق ہے، ہر سال آپ کا عرس مبارک ربیع الاوّل کی ۱۷، ۱۸ تاریخ کو نہایت ہی تزک و احتشام سے ہوتا ہے[2]۔ لاہور اور بیرونجات کے ہزاروں لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔ نعت خوانی اور ذکر الٰہی کے حلقے ہوتے ہیں۔ لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ آپ کی تاریخ وفات صاحب خزینۃ الاصفیاء نے صفحہ ۱۸۹ پر لکھی ہے کہ۔

[1] خزینۃ الاصفیا صفحہ ۱۸۸ و صفحہ ۱۸۹ ملخصاً۔ [2] محترم پیام شاہجہانپوری نے اپنی مولفہ کتاب" تذکرہ شاہ محمد غوث" (باقی صفحہ ۱۰۱ پر)

Marfat.com

چوں محمد غوث رفت از دار دون ٭ سال وصل آں ولی متقی،
عارف مخدوم سالک کن رقم (۱۱۵۲) ٭ ہم بفرط راہ بر سیّد سخی

اور جناب مولنٰنا غلام سرور صاحب لاہوری[1] نے یُوں کہی:

شاہ محمد غوث شیخ متقی ٭ گشت چوں در باغ جنت جائگیر
گفت سرور سال وصلِ آنجناب ٭ والیٔ حق، پیر کامل، دستگیر

۱۱۵۲

اور جو لوح پر تاریخ وفات لکھی ہوئی ہے وہ یہ ہے:

چو شد سیّد محمد غوث عارف ٭ غریقِ رحمتِ غفار معبود
سروشم گفت تاریخ وفاتش ٭ ہزار و یک صد و پنجاہ و دو بود

۱۱۵۲

آپ کے خلفاء آپ کے چاروں فرزند (یعنی میر سید محمد عابد شاہ صاحب، میر سید شاکر شاہ صاحب، میر باقر شاہ صاحب، میر سیّد شاہ میر صاحب مظفر آبادی) حافظ محمد سعید صاحب، حافظ محمد صدیق صاحب، جناب محمد غوث اور جناب شیخ وجیہہ الدین صاحب المعرُوف بہ پیر زہدی لاہوری[2] آنجناب کے خلفائے نامدار تھے۔ نیز آپ کے پوتے جناب شاہ غلام صاحب بھی آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

---

[1] حدیقۃ الاولیاء صفحہ ۲۷۔ [2] صاحب خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۱۰۰ پر تحریر فرماتے ہیں: (شیخ وجیہہ الدین) "بیعت سلسلہ قادریہ بخدمت حضرت شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی کرد و خرقۂ خلافت یافت" آپ کی تعریف یوں کی ہے: "از کمل مشائخ متاخرین و اعاظم اولیائے عظام روئے زمین است، جامع علوم ظاہری و باطنی و مورد فیوض صوری و معنوی و واقفِ اسرار جلی و خفی مقتدای زمانہ یکتائی وقت خود بود" آپ کی وفات ۱۱۸۳ھ میں ہوئی اور آپ کی قبر لاہور سے باہر مزنگ میں واقع ہے۔

حضرت علامہ شیخ الطریقت میر سید عابد شاہ صاحبؒ

آپ کا اسم گرامی والدین نے میر عابد شاہ رکھا اور شاہ محمد عابد صاحب خانیاری سے مشہور ہوئے، آپ جناب حضرت شاہ محمد غوث صاحب علیہ الرحمت کے بڑے فرزند تھے بقول مورخ کشمیر[1] "آپ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے" آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کیا علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ پھر والد محترم کے ہی دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مورخ کشمیر صاحب تحریر[2] فرماتے ہیں " قرآن مجید کی باتجوید حفظ سے فراغت حاصل کرکے دوسری فارسی، عربی کتابوں کا حظ اٹھایا، علمی فضائل کی کافی دستگاہ حاصل کی، والد ماجد سے بیعت کا ہاتھ پکڑ کر طریقہ شریفہ کے ارشادات کی منزلیں طے کیں"۔ صاحب تاریخ کبیر کشمیر لکھتے ہیں[3] " کسب فیوض معنوی از والد خود نمودہ وانقطاع پدری بدست آوردہ بر سجادہ ارشاد نشست و مرجع خاص و عام و مستجاب الدعوات بود"۔ آپ کے علم و فضل، تورع، تواضع، منکسر المزاجی، اور کثیر الکرامت ہونے کا شہرہ آج تک زبان زد خلائق ہے، علماء کی خدمت، غرباء کی پرورش آپ کا خاص وصف تھا والد محترم سے رخصت حاصل کر کے سرینگر کے ایک محلہ بیری باغ میں آکر قیام کیا، اپنے بزرگان کرام کی روش کے مطابق لنگر جاری کر دیا۔ درس تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفوس شروع ہو گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اپنے اخلاص اور بے لوث خدمت کی وجہ سے مقبول ہو گئے اور بقول مورخ کشمیر "اولیاء اور علماء کے مرکز بن گئے"۔ آپ کے علم کا اتنا چرچا ہوا کہ کشمیر اور اطراف و جوانب سے جوق در جوق طلباء اور فقراء آنے لگے، اور آپ کے علمی کمالات اور فیوض باطنی سے مستفید ہونے لگے، آپ کی عام نیاضی اور نان دہی کا اتنا چرچا ہوا نیز آپ کی حسن سیرت اور مخصوص اوصاف اتنی شہرت پا گئے کہ بقول مورخ کشمیر " حکام کے کانوں تک اس بات کی اطلاع پہنچی، حکومت کے ارباب حل وعقد نے حسب ذیل تیرہ گاؤں کانز، کچھ، لاموره، ٹواڈہ اوبزہ، کھڈہ، کرم سیر، ہمپورہ

---

[1] قلمی تحریر از جناب مورخ کشمیر مفتی محمد شاہ صاحب سعادت [2] قلمی تحریر از جناب مدظلہ العالی [3] تحفہ اول در ذکر سادات ص۱۰۲

والورہ۔ برن وارہ۔ وار پیرو ار۔ باچی۔ حیدداور انگر بطور جاگیرات آپ کے نام پر منتقل کردیئے[۱]" نیز فرماتے ہیں "آپ ان جاگیرات کی آمدنی مستحق غربا کی ضرورت اور اخراجات کے لئے تقسیم کرتے تھے" آپ کی سیاسی دسترس اتنی ہمہ گیر تھی کہ جب کبھی کسی حاکم یا گورنر کی تبدیلی کا مسئلہ پیش آتا تو آپ سے مشورہ کرنے کے بعد وہ مسئلہ حل ہوتا، اور آپ کی رائے سے اتفاق کیا جاتا۔ جب دُرّانی عہد ختم ہوا اور سکھوں کی حکومت قائم ہوئی، تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آپ کی تمام جاگیرات ضبط کرلیں، اور خود ان جاگیرات پر متصرف ہوا، جناب علامہ محمد دین صاحب فوق مرحوم[۲] تحریر فرماتے ہیں، آپ کے نام ۔۔۔ شاہان مغل کی طرف سے جاگیر وعطایات کی سندات راقم الحروف نے بھی سرنگیہ میں دیکھی ہیں"۔ نیز فرماتے ہیں[۳] "خانیار کے متصل ببرہ باغ ایک محلہ ہے وہاں بھی سادات گیلانیہ کے کئی گھر آباد ہیں، ان کے مورث اعلیٰ سید شاہ محمد غوث ہیں۔ لیکن افسوس ہے ایسے جلیل القدر سلف کے خلف زمانہ کے انقلاب سے بے حس ہیں بلکہ سُنا ہے کہ انہوں نے اپنی مفلوک الحالی کی وجہ سے اپنے خاندانی کاغذات، شجرے، جاگیروں کے پٹے، شاہی احکامات وغیرہ اور کئی قلمی کتابیں بیچ فروخت کردی ہیں"۔

آپ کی وفات ۱۳ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ میں واقع ہوئی۔ جناب مؤرخ کشمیر مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ "آپ کی دفن گاہ کی تخصیص میں عجیب قسم کا اختلاف پیدا ہوا، بعض یہ کہتے تھے کہ محلہ خانیار میں بمقام سید شاہ محمد فاضل صاحب قادری دفن ہونا چاہیئے۔ بعض یہ کہتے کہ آپ کی نعش کو لاہور میں پہنچا کر جناب سید محمد غوث کی قبر شریف کے پاس دفن کیا جاوے، مختصر یہ کہ جناب جان محمد صاحب سیالکوٹی نے یہ رائے پیش کی کہ قرعہ اندازی کی جاوے، قرعہ اندازی کی بنا پر آپ کا مدفن جناب شیخ عبدالرشید صاحب قادری کے صحن میں قرار پایا، احباب نے قبر شریف کے گرد روضہ کی صورت میں عمارت بنوائی تھی جو کہ منہدم ہوگئی ہے"۔ جب یہ فقیر زیارت کے لئے گیا تو زیارت شریف بالکل گری ہوئی تھی اور قبر شریف سے تمام پتھر اٹھا کر مجاور نے اپنا مکان تعمیر کرلیا تھا۔ عمارت کا صرف ایک بڑا دروازہ بطور یادگار باقی ہے۔ آپ کی تاریخ وفات "ہست بہشت جائے او" بنتی ہے۔ آپ کے چار فرزند تھے ۱۔ سید رسول شاہ صاحب۔ ۲۔ غلام شاہ صاحب۔ ۳۔ موسےٰ شاہ صاحب۔ ۴۔ یوسف شاہ صاحب ::

---

[۱] قلمی تحریرات [۲] تاریخ اقوام کشمیر صفحہ ۱۶۱ ۔ [۳] تاریخ اقوام کشمیر صفحہ ۱۶۰ ۔

Marfat.com

حضرت سیّد رسول شاہ صاحب

آپ بقول صاحبِ تاریخِ کبیرِ کشمیر" در شہور ہزار و یکصد و پنجاہ و دو متولد شد" یعنی سنہ ۱۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد حضرت جناب میر سید عابد قادری رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید و خلیفہ تھے، نہایت ہی متورع عالم، فاضل اور حافظ قرآن حکیم تھے۔ اپنے آباء کرام کی طرح خدمت علماء اور فقرا اپنا شیوہ بنائے رکھا، لنگر جاری تھا۔ بقول جناب الحاج ابو محی الدین المتخلص مسکین مؤلفہ تاریخ کبیر کشمیر" خلق کثیر از ایشاں مستفیض شد" کشمیر اور لاہور کے علماء سے خصوصاً اپنے والد ماجد اور اپنے چچا صاحبان سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل کیا۔ نہایت ہی رعب و وجاہت کے مالک تھے۔ طریقہ مبارکہ کی خوب اشاعت فرمائی۔ کسی شخص کو خلاف سُنّت نبوی کام کرتے نہیں دیکھ سکتے تھے اسی وقت اسے تنبیہہ فرماتے اگرچہ بڑے سے بڑا حاکم ہی کیوں نہ ہوتا۔ درس، تبلیغ، تزکیہ نفوس کے علاوہ اور کوئی شغل نہ تھا۔ بقول صاحب تاریخ کبیر کشمیر" بیست و پنجم ماہ شعبان سنہ یکہزار و دو صد و پانزدہ از دنیا رفتہ در مقبرہ والد ماجد خود درون قلعہ شاہی جوار غار شیخ عبدالرشید چکنی آسودہ است"۔ یعنی ماہ شعبان کی ۲۵ سنہ ۱۲۱۵ھ میں دارالفنا سے دارالبقا کو سدھارے اور اپنے والد ماجد کے مقبرہ میں قلعہ شاہی کے اندر شیخ عبدالرشید چکنی کے غار کے قریب دفن ہوئے۔

سیّد اکبر شاہ صاحب

سیّد اکبر شاہ صاحب بن حضرت سیّد رسول شاہ صاحب نہایت ہی صاحب جود و سخا، اور صاحب ورع و تقوی تھے، جوانی کے عالم میں سنہ ۱۲۴۷ھ میں انتقال کیا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے، صاحب تاریخ کبیر کشمیر نے صفہ ۷۸ پر لکھا "سنہ یکہزار و دو صد و چہل و ہفت وفات یافتند" در مقبرہ آباء خود متصل غار عبدالرشید چکنی

Marfat.com

مدفون گردید"۔

سیّد اصغر شاہ سید اصغر شاہ صاحب جناب حضرت سید رسول شاہ صاحبؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ کشمیر کے علما کے صدر الصدور رہے۔ حافظ کلام اللہ اور حافظ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، صاحب تاریخ کبیر کشمیر تحریر فرماتے ہیں "حافظ کلام اللہ واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود" آپ بڑی شہرت اور مقبولیت کے مالک تھے صاحب کرامات کثیرہ تھے۔ آپ کا لنگر بڑا وسیع تھا، آپ بھی اپنے آباء کے قبرستان میں دفن ہیں۔

سیّد مقبول شاہ صاحب سیّد مقبول شاہ صاحب جناب سیّد رسول شاہ صاحب کے تیسرے فرزند تھے، آپ بھی عالم وفاضل اور شیخ طریقت تھے۔ اپنے والد محترم سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید وخلیفہ تھے، سوائے درس تدریس اور عبادت کے کسی اور طرف قطعاً توجہ نہیں دی صاحب تاریخ کبیر کشمیر لکھتے ہیں "عمر خود را خواندن مصحف عزیز، وحدیث شریف صرف نمودہ" یعنی تمام عمر قرآن حکیم اور حدیث شریف کے درس میں گذار دی۔ زہد، تقویٰ اور پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ بقول صاحب تاریخ کبیر کشمیر "سنہ ہزار ودوصد وچہل ونہ در مزار آباء آسود" یعنی ۱۲۴۹ھ میں انتقال فرما کر اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔

حضرت جناب سید رسول شاہ صاحب کی بقول صاحب بحر الجمان سید محبوب شاہ صاحب دانوی ہزاروی" اولاد بہت ہے اور کشمیر میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کا شجرہ انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۳ پر درج کیا ہے۔ من شاء فلیرجع الیہا

(بقیہ حاشیہ آمدہ صفحہ ۹۹) (مطبوعہ ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور) میں صفحہ ۱۰۰ سے لیکر صفحہ ۱۱۲ تک حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی "سنہ وفات اور سنہ ولادت" پر بحث کی ہے اور صفحہ ۱۱۲ پر مندرجہ ذیل نتیجہ اخذ کیا۔ تحریر کرتے ہیں "اس حساب سے آپ نے ۹۳ سال کی عمر پائی وفات ۱۱۷۲ھ میں ہوئی چونکہ آپ کی وفات کا صرف سنہ معلوم ہے تاریخ اور مہینہ معلوم نہیں ہو سکا اس طرح آپ کے والد ماجد کی وفات کی تاریخ اور مہینہ کا تو علم نہیں صرف سنہ معلوم ہو سکا اس لئے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان دونوں بزرگوں کی وفات سال کے شروع میں ہوئی درمیان میں یا آخر میں۔ اس وجہ سے آپ کے سنہ وفات کا قطعی تعین مشکل ہے" اس عبارت پر حاشیہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔" گو حضرت سید حسن پشاوری اور حضرت شاہ محمد غوث کے عرس مقررہ تاریخوں پر ہوتے ہیں مگر کیا ان دونوں (باقی صفحہ ۱۰۸ پر)

Marfat.com

حضرت علامہ سید محی الدین المعروف سید غلام شاہ صاحب قادری رحمت اللہ علیہ

جناب حضرت زبدۃ العارفین حضرت سید عابد شاہ صاحب کے دوسرے فرزند سید غلام شاہ صاحب قادری تھے، آپ کی تعلیم وتربیت اپنے دادا حضرت شیخ المحدثین قطب الاقطاب سید شاہ محمد غوث صاحب لاہوری نے فرمائی۔ آپ عالم و فاضل اور حافظ قرآن مجید و احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، مرید اور خلیفہ بھی حضرت شیخ المحدثین شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ سے تھے۔ اس فقیر کو جناب حضرت عزت مآب آغا سید شریف حسین صاحب سجادہ نشین حضرت سیدنا شاہ محمد غوث صاحب علیہما الرحمہ نے اس سند کی زیارت کروائی تھی جو کہ حضرت قطب الاقطاب علامہ اجل سید سخی شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ نے آپ کو بطور خلافت کے لکھ کر دی تھی۔

تمام عمر حدیث شریف پڑھاتے گزاری، طلباء کی خدمت آپ کا خاص وصف تھا اور علماء کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے۔ امراء سے بالکل کنارہ کش تھے، لنگر سے طلباء، فقراء اور مسافروں کو روٹی، کپڑا اور ہر قسم کی سہولت مہیا فرماتے۔ "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے اشاعتہ سنت نبوی کے لئے زندگی وقف کر رکھی تھی، ہر وقت تزکیۂ نفوس اور تہذیب اخلاق میں مصروف رہتے۔

آپ نے حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کی زندگی مبارک پر ایک رسالہ بنام "در بعضی خوارق عادات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ" لکھا، اور اپنے مرشد ارشد حضرت علامہ شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کے مختصر حالات لکھے۔ آپ کی اولاد کا تذکرہ سید محبوب شاہ دانوی ہزاروی نے اپنی کتاب بحر الجمان کے صفحہ ۱۶۵ پر کیا ہے۔ من شاء فلیرجع الیہا ط

حضرت علامہ کبیر سید موسیٰ شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ

حضرت شیخ الطریقت جناب سید محمد عابد صاحب رحمت اللہ علیہ کے تیسرے فرزند سید محمد موسیٰ شاہ صاحب تھے۔ قرآنِ مجید حفظ کیا، اور علوم عقلیہ و نقلیہ میں تکمیل کی۔ احادیث مبارک کے حافظ تھے۔ والد محترم کے دست مبارک پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ آپ نے پوری زندگی زہد عبادت اور درس تدریس میں گذاری۔ تین برس تک بالکل الگ تھلگ رہ کر ذکر الٰہی میں سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ سب کچھ یادِ الٰہی اور عشقِ الٰہی میں بھول گئے۔ شعر

جبھی جا کے منزلِ عشق میں درسِ مقامِ فنا لیا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے تو وہ صاف دِل سے بھلا دیا

تقریباً ساڑھے پانچ برس کشمیر کے جنگلوں میں طلبِ حق کے لئے پھرتے رہے، بڑے بڑے اکابر فقراء اور مشائخ کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔ والد گرامی سے صاحب مجاز اور معنعن تھے، جب سلوک و معرفت کی تکمیل کر لی، تو والد ماجد کی جگہ پر رونق افروز ہوئے، اپنے بزرگان کرام کی روش پر قائم ہو کر درس تدریس۔ تبلیغ اور تزکیۂ نفوس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لنگر غوثیہ جاری فرمایا۔ مخلوق خدا کی خدمت فقراء اور مساکین کی پرورش کرتے۔ طلباء کی ہر قسم کی سہولت کو مہیا فرماتے، خود حدیث شریف کا درس دیتے۔ اور دیگر علوم پڑھانے کے لئے اور علماء مقرر کئے۔ گویا آپ کی خانقاہ بیک وقت علوم حقّہ کا سرچشمہ اور سلوک و معرفت کا مرکز و محور تھی۔ شعر

در کفے جامِ شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

انتہائی پابندِ سنّت اور صاحبِ زہد و ورع تھے، صاحب تاریخ کبیر کشمیر تحریر کرتے ہیں "سید

Marfat.com

محمد موسیٰ فرزند سید محمد عابدؒ صاحب زہد و تقویٰ وجود و سخا بود" کشمیر آپ کے علوم ظاہری و باطنی کے فیض سے منور تھا۔ آپ کی غرباء پروری کا شہرہ ہر طرف پھیلا ہوا تھا، کوئی بھی وارد و صادر آپ کی سخاوت سے محروم نہیں لوٹا۔ آپ کی وفات ۱۷ رجمادی الثانی ۱۲۳۶ھ میں ہوئی۔ آنجناب کے دو فرزند تھے۔ حضرت عارف باللہ سید عیسیٰ شاہ صاحب اور حضرت قدوۃ السالکین سید قطب الدین شاہ صاحب۔

(بقیہ حاشیہ آمدہ صفحہ ۱۰۱) بزرگوں کی وفات اپنی تاریخوں میں ہوئی تھی اس کا کوئی دستاویزی ثبوت موجود نہیں"۔
مندرجہ بالا ہر دو عبارات سے معلوم ہوا کہ جناب پیام شاہجہانپوری صاحب اور ان تمام حضرات کو جن کا ذکر انہوں نے ان صفحات پر کیا ہے، جناب ابوالبرکات سید حسن صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اور جناب محدث جلیل سید شاہ محمد غوث صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ہائے وفات کا پتہ نہیں چل سکا۔ اسلئے تقریباً گیارہ صفحات پر شکوک، شبہات اور مفروضات بیان کئے۔ مجھے امید ہے کہ مندرجہ ذیل دستاویزی ثبوت کے بعد ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائیگا۔ جناب عزت مآب حضرت سید سخی شاہ محمد غوث صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں جو کہ بنام غوثیہ مشہور ہے تحریر فرماتے ہیں۔ "بعد شش سال قبلہ گاہی از دارالفنا بدارالبقا رحلت فرمود۔ در روز جمعہ بست و یکم ذی القعدہ در سنہ یکہزار و یکصد و پانزدہ وفات یافتند"۔ یعنی مجھے بیعت کرنے اور خرقۂ خلافت عطا فرمانے کے چھ سال بعد جناب قبلہ گاہی (والد و مرشد) نے انتقال فرمایا، جمعہ کا دن تھا۔ ذی القعدہ کی ۲۱ تاریخ تھی اور سنہ ۱۱۱۵ھ تھی"۔ حضرت علامہ سید غلام صاحب اپنے خوارق العادات شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔ "واقعہ وفات حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ بست و یکم شہر ذی قعدہ سنہ ۱۱۱۵ھ یکہزار و پانزدہ واقعست"۔ یعنی آپ کی وفات ۲۱ ذی قعدہ سنہ ۱۱۱۵ھ میں واقع ہوئی۔ حضرت قطب الاقطاب ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس اسی مقررہ تاریخ پر باقاعدہ ہو رہا ہے۔ حضرت علامہ سید غلام صاحب بن حضرت سید محمد عابد صاحب نے حضرت سید سخی شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب المشہور بنام غوثیہ شریف پر ایک تحریر "ترجمۃ المولف رحمۃ اللہ علیہ" کے عنوان سے لکھی جس میں آنجناب کی سنہ پیدائش سے لیکر سنہ وفات تک کا مختصر تعارف کرا دیا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جناب مرید محی الدین صاحب المعروف سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سخی شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ دست گرفتہ تھے اور خرقۂ خلافت بھی آپ ہی سے حاصل کیا تھا تحریر فرماتے ہیں:۔ "ولد رضی اللہ عنہ سنہ ۱۰۹۵ھ خمس و تسعین والف"۔ یعنی آنجناب رضی اللہ عنہ سنہ ۱۰۹۵ھ ایک ہزار پچانویں ہجری میں پیدا ہوئے اور آخر میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "و توفی رضی اللہ عنہ بلدۂ لاہور سنہ اثنین و خمسین والف و مائۃ"۔ اور لاہور میں سنہ ایکہزار ایکسو باون ہجری میں وفات پائی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف کی جگہ کی نشاندہی اس طرح پر کرتے ہیں "و دفن خارج البلد قریباً من باب الدھلی" اور شہر کے باہر دہلی دروازہ کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ حضرت علامہ سید شاہ میر شاکر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت قبلہ گاہی ہفدہ شہر ربیع الاول سنہ ۱۱۵۲ھ وفات یافتند" انا للہ و انا الیہ راجعون ۰

Marfat.com

حضرت شیخ العلماء والفقراء سید عیسیٰ شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ

حضرت علامہ کبیر سید موسیٰ شاہ صاحب کے فرزند ارجمند حضرت شیخ العلماء والفقراء سید عیسیٰ شاہ صاحب سرینگر کشمیر میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد محترم کے زیر سایہ تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ مختلف علماء سے علوم درسیہ کی فراغت حاصل کی، احادیث اپنے والد بزرگ سے پڑھی، جب تکمیل کر چکے تو والد محترم سے بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں صاحب مجاز و معنعن ہوئے۔ آپ کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ "تم پشاور میں جا کر سکونت اختیار کرو"۔ چنانچہ آپ نے اپنے بزرگان عظام کے مزارات پر حاضری دینے کے بعد پشاور میں قیام فرمایا پہلے آپ لاہور میں حضرت شیخ المحدثین علامہ اجل سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ پھر جہلم میں حضرت زبدۃ العارفین صدر الکاملین حضرت سید میر شاکر شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ بن شیخ المحدثین حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ لاہوری کے مزار مقدس پر حاضر ہوئے پھر اثنائے سفر میں مشائخ، مجاذیب اور فقراء و علماء سے ملتے ہوئے پشاور آئے۔ آپ نے ہندوستان کا سفر بھی کیا تھا۔ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضر ہوئے علماء و مشائخ سے ملے اور پہلی شادی بھی یو پی کے مشہور و معروف سادات رجوعہ کے ہاں سے کی تھی۔ چونکہ آپ کو حکم تھا اس لئے مستقل سکونت پشاور میں اختیار کی۔ حضرت ابو البرکات سید حسن بادشاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کی خانقاہ عالیہ پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ پشاور شہر میں درس شروع کیا۔ قرآن حکیم کا روزانہ صبح شام درس دیتے۔ لنگر جاری کیا، تزکیہ نفوس اور تہذیب اخلاق میں مصروف ہو گئے۔ آپ نہایت ہی صاحب حال اور کثیر الکرامت تھے، ہر طرف سے لوگ آ آ کر داخل سلسلہ ہوئے اور طلباء کا درس میں اژدھام ہو گیا آپ

ؒ ان ایام میں حضرت قدس سرہ کے مزار پر آپ کی اولاد سے حضرت میر اچھے شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ صاحب سجادہ تھے چنانچہ حضرت شیخ العلماء والفقراء رحمت اللہ علیہ کا ایک خط حضرت میر اچھے شاہ صاحب کے نام پر جو پشاور پہنچنے کے بعد آپ نے انہیں لکھا (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کے لنگر شریف کا خرچ اتنا بڑھ جاتا کہ آپ قرضدار ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ غیب سے ایسے اسباب مہیا فرما دیتا کہ تمام قرض اُتار دیتے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی و اسم گرامی لیا جاتا تو آپ پر بے ساختہ رقت طاری ہو جاتی اور کیفیت کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ اسی عشق اور محبت کے جذبہ صادقہ کی وجہ سے آپ کو "اویس قرنی" کے پیارے نام سے پکارا جاتا۔

آپ کے حلقہ ارادت میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے جیسے فقراء، غرباء، امراء، حکمران، تاجر، اور علماء کرام، آپ میں کمال درجے کا استغنا تھا۔ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی کی جگہ پر جاتے تھے۔ آپ نے تحائف اور ہدایا تک قبول نہیں کئے۔ دنیاوی مخمصوں سے الگ ہو کر تبلیغ دین نبوی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ذکر الٰہی کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور حضور پاک سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارک کی اتباع میں گزار دی۔ ۱۳ ماہ شعبان ۱۲۵۶ھ میں فوت ہو کر حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے اندرونی احاطہ کے دروازہ کے بالکل سامنے تھڑے پر دفن ہوئے۔ آپ کے دو فرزند تھے حضرت شاہ غلام صاحب المعروف بہ آغا میر جی صاحب اور حضرت سید اکبر شاہ صاحب المعروف بہ آغا پیر جان صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما۔

✿ ✿ ✿

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس فقیر نے حضرت میرا میر حیدر شاہ صاحب سجادہ نشین کے پاس دیکھا ہے۔

Marfat.com

حضرت زبدۃ العارفین شاہ غلام صاحب المعروف بہ آغا میر جی صاحب رحمت اللہ علیہ

جناب زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت شاہ غلام صاحب المعروف بہ آغا میرجی صاحب حضرت شیخ العلماء والفقراء سید میر عیسیٰ شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ تمام تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور دیگر علماء سے حاصل کی، علوم درسیہ سے فراغت حاصل کر کے صاحبِ درس و افتا ہوئے۔ آپ عالم اجل اور فاضلِ اکمل تھے۔ صوبہ سرحد بلکہ کابل قندھار اور ہرات کے علماء آنجناب کے علم کے معترف تھے۔ اور آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرنے پر خوش نصیبی سمجھتے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد محترم کے مرید و خلیفہ تھے، زہد و عبادت میں اپنی نظیر آپ تھے آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا ہر ایک مداح تھا۔ آپ نے سلسلہ عالیہ کی کافی سے زیادہ توسیع فرمائی چنانچہ افغانستان کشمیر، پنجاب اور بنگال تک آپ کے مُریدین کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے، آپ حقائق و معارف آگاہ نہایت ہی متقی، متورع، متواضع اور کثیر الکرامت ولی اللہ تھے۔

والد محترم کی طرح قرآن مجید کا درس دیتے۔ شبِ جمعہ کو حلقہ ذکرِ الٰہی قائم فرمایا، لنگر جاری تھا جس سے سینکڑوں غرباء، مساکین اور بے وسیلہ لوگ پرورش پاتے، صوبہ سرحد کے علماء اور مشائخ کو آپ بڑی قدر و منزلت سے دیکھتے اور ان کے احترام و اکرام میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔ آپ طبیعتاً انتہائی بے پرواہ واقع ہوئے تھے۔ ایک دفعہ حاکم پشاور کے کان میں درد تھا اس نے آپ کو کہلا بھیجا کہ بہتر ہو گا کہ آپ تشریف لائیں۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ وہ فقیر بہت ہی بُرا ہے جو امیر کے دروازے پر جائے، اور آپ مزار پُر انوار حضرت سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ پر تشریف لے گئے۔ واپسی پر جب یکہ توت دروازہ پر پہنچے تو وہ حاکم وقت پالکی میں سوار آ رہا تھا آپ نے اسی وقت اسے دم کیا اور دعا برکت کر کے وہیں سے رخصت کر دیا۔ بوجہ یادِ الٰہی، خدمت قرآن و سنت، اور اشاعت سلسلہ عالیہ قادریہ اس علاقہ کا

Marfat.com

ہر ایک فرد آپ کا مداح ہے۔ آپ عالم و فاضل اور بادشاہ سلوک و معرفت ہونے کے علاوہ فارسی کے اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ آپ کی شاعری دنیاوی انسانوں کی مدح سرائی میں قطعاً نہیں تھی بلکہ عشق الہٰی، محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور حضور محبوب سبحانی قطب ربانی غوث اعظم محی الدین سید عبد القادر جیلانی رحمت اللہ علیہ کے دیدار کے ذوق و شوق میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ کی شاعری متین، سنجیدہ اور پاکیزہ الفاظ و خیالات کا مرکز تھی، سلوک و معرفت کے اونچے اونچے مقامات آپ نے نہایت ہی سادہ الفاظ میں بیان فرمائے ہیں۔ آپ کی مناجاتوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنی قبولیت نصیب ہوئی کہ مساجد میں اور اور عرسوں کے موقع پر ان مناجاتوں کو پڑھ کر دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ چند اشعار یہ ہیں:۔

چوں روز حشر برادرم بنزد حق مرا خوانند ؛ دراں ساعت بایں عاصی ندا کن یا رسول اللہ

چوں از خویشاں جفا دیدم ہمہ مکر و دغا دیدم ؛ بپشت حبیب بر دیدم وفا کن یا رسول اللہ

برائے دیدن رؤیت شفیع آوردہ ام سوئیت ؛ جناب چار یارت را ھدا کن یا رسول اللہ

برائے اہل بیت خود مکن از در مرا نو رد ؛ ازاں لعل لب نوشیں دوا کن یا رسول اللہ

اور مقطع فرمایا:

سیاہ رو میر حجی بردر ستادہ حاجتش بنگر ؛ بپاس شاہ جیلانی مدد اکن یا رسول اللہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ التجا کرتے ہیں:

زہجراں دل تباہم من اغثنا یا شہ جیلان ؛ زعصیاں رو سیاہم من اغثنا یا شہ جیلان

زنار عشق افروزم مثال شمع می سوزم ؛ بحال بد شب و روزم اغثنا یا شہ جیلان

بہ ہجرم تابہ کے مانی، برائے وصل کے خوانی ؛ بکن با ذات خود فانی اغثنا یا شہ جیلان

سگے سید حسن ہستم گرفتہ در ازل دستم ؛ زشوقت من ہمیں مستم اغثنا یا شہ جیلان

غلام حضرت فاضل[1] سگم از غوث[2] حق کامل ؛ زحق ایں فیض شد نازل اغثنا یا شہ جیلان

---

[1] مزار در پشاور۔ [2] مزار در سرنگیر خانیار کشمیر [3] مزار در لاہور بیرون دہلی دروازہ۔

Marfat.com

بحضرت عابد دیا قر بحضرت شاہ آں شاکر ❊ بسید موسیٰ ذاکر اغثنا یا شہ جیلان

سزد اے عیسےٰ عالی چرا اے میرجی نالی ❊ کہ داری انچنیں والی اغثنا یا شہ جیلان

بہ علم و معرفت کا پیکیہ ۲۰ ماہ شعبان ۱۲۸۲ھ بروز جمعۃ المبارک کو فوت ہوا۔ ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں بروز ہفتہ دفن کئے گئے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ جناب حضرت سید محمد شاہ صاحب اور جناب حضرت سید فقیر شاہ صاحب۔

حضرت سید محمد شاہ صاحب

جناب حضرت سید غلام صاحب المعروف بہ آغا میرجی صاحب کے فرزند ہیں۔ حضرت آغا سید محمد شاہ صاحب نے والد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی صوبہ سرحد اور پنجاب کے علماء سے علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ آپ عالم و فاضل متقی و پرہیزگار اور نہایت ہی خوش خلق اور صاحب اوصاف حسنہ تھے۔ اپنے والد گرامی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ظواہر حدیث پر بہت زیادہ عامل تھے۔ آخری عمر میں سلسلہ مبارکہ کی اشاعت و ترویج کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ جناب آغا سید ولایت شاہ صاحب ساکن کوچہ قادر پشاور آپ کے مرید تھے۔ نہایت ہی وجاہت اور عزت وجاہ کے مالک تھے پشاور شہر کی آپ ایک نہایت ہی ذی عزت شخصیت تھے۔ علماء میں آپ کو بڑی قدر سے دیکھا جاتا تھا۔ والد محترم کی اتباع میں جب طبیعت موزوں ہوتی تو اشعار بھی کہتے، اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر فرماتے۔ چند نعتیہ اشعار ہیں۔

میں ہوں مشتاق اس شاہ زمن کا ❊ وہ ہے محبوب ربِ ذوالمنن کا
پھروں حیران کب تک یا الٰہی ❊ دکھا دیدار اس نوری بدن کا
ہمیشہ سے یہ دل کی آرزو ہے ❊ ملے ٹکڑا مدینے میں دفن کا
اسی کے روئے انور پر فدا ہوں ❊ نہ قائل ہوں کسی لعلِ یمن کا
مدینہ کا ہر اک کوچہ ہے فردوس ❊ نمونہ ہو بہو باغِ عدن کا

---

۴ مزار در سرینگر کشمیر ۵ مزار در مدینہ منورہ ۶ مزار در جہلم ڈھیری پیران پنجاب ۷ مزار در سرینگر کشمیر۔
۸ مزار در پشاور ۹ مزار در پشاور

حمد باری پر لکھا:

بڑا اہم پر جو یہ فضل اللہ ہے — غضب پر رحم کو غالب کیا ہے
نہیں محتاج وُہ ہرگز کسی کا — سبھی محتاج اس کے وُہ خدا ہے
گناہوں سے محمد شاہ پریشان — ترے در پر یہ عاجز آگرا ہے

آپ کی وفات ۳ر شعبان المبارک ۱۳۱۹ھ میں ہوئی اور ابو البرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کے ایک فرزند کا نام سید عبداللہ شاہ صاحب اور دوسرے کا نام سید کرامت اللہ شاہ صاحب تھا۔

جناب حضرت سید عبداللہ شاہ

جناب حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب نے تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سید محمد شاہ صاحب مرحوم کے زیر سایہ حاصل کی۔ پشاور شہر کے مقتدر علماء سے درسی کتب پڑھیں، پھر پنجاب تشریف لے گئے اور پنجاب میں گجرات کے ایک اہل حدیث عالم[1] سے حدیث پڑھ کر سند حاصل کی، مگر آپ نے درس تدریس نہیں کیا اور سیاسیات ملکی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ بڑے صاحب وجاہت اور ذی عزت تھے آپ اتنے مرنجان اور خوش خلق تھے کہ ہندو مسلمان سب آپ کو عزّت و حرمت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب پشاور میونسپلٹی قائم ہوئی تو آپ گیارہ برس تک میونسپلٹی کے منتخب رکن بنتے رہے۔ آپ سلسلۂ طریقت میں اپنے بزرگان کرام کے ہی سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسلک تھے۔ آپ کی بیعت جناب عزّت مآب حضرت آغا سید پیر جان صاحب رحمت اللہ علیہ سے تھی۔ نہایت خوبصورت، انتہائی پاکیزہ نفس بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ بروز جمعرات مطابق ۱۰ رجون ۱۹۴۶ء ہوئی اور مزار پرانوار ابو البرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ سید امر اللہ شاہ صاحب آپ کے فرزند ہیں۔

سید کرامت اللہ شاہ صاحب

آپ بھی جناب عزت مآب سید محمد شاہ صاحب مرحوم کے فرزند تھے، اور لاولد فوت ہوئے۔

---

[1] آنجناب مرحوم و مغفور نے مجھے اس عالم کا نام بھی بتایا تھا مگر اس بات کو ہوتے ہوئے بھی تقریباً ۲۹ برس گذر چکے ہیں لہٰذا مجھے اس کا نام بھول گیا ہے۔

Marfat.com

سید امر اللہ شاہ صاحب جناب حضرت آغا سید عبد اللہ شاہ صاحب مرحوم کے سید امر اللہ شاہ صاحب فرزند ہیں۔ انگریزی تعلیم ضروری حاصل کی، پھر علیگڑھ مزید تعلیم کے لئے گئے آپ اچھے اخلاق اور اوصاف کے مالک ہیں ملنسار، اور مرنجان مرنج انسان ہیں اکثر تجارت کرتے رہے ہیں بی ڈی نظام میں ہمیشہ اپنے علاقہ کے کونسلر رہے ہیں۔

سلسلہ طریقت میں سلسلہ قادریہ میں بٹالہ شریف کے ایک خلیفہ سائیں رحمت اللہ صاحب قادری کے مرید ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۰ برس کے قریب ہوگی۔

جناب سید امر اللہ صاحب شاعری بھی کرتے تھے اور وحشی تخلص ہے۔ آپ کا ایک فرزند ہے جس کا نام سید سعید احمد شاہ ہے۔

سید سعید احمد شاہ صاحب جناب سید امر اللہ شاہ صاحب کے فرزند ہیں۔ انگریزی تعلیم ایم۔ اے تک کی ہے۔ آپ آزاد قسم کے شعراء سے تعلق رکھتے ہیں۔ مختلف ماہواری مجلات میں ادارت کر چکے ہیں خود بھی ایک ماہواری رسالہ "معصوم" نکالتے رہے ہیں۔ اردو ادب کے ساتھ خاصہ شغف رکھتے ہیں۔ آپ بھی سلسلہ قادریہ میں ٹبالوی خلیفہ سائیں رحمت اللہ صاحب مرحوم سے بیعت ہیں۔ اس وقت عمر تقریباً ۳۲ برس کے لگ بھگ ہوگی۔

جناب آغا سیّد فقیر شاہ صاحب

حضرت سید شاہ غلام صاحب آغا سید میرجی صاحب کے دوسرے فرزند جناب حضرت آغا سید فقیر شاہ صاحب تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی۔ صاحب علم و فضل تھے انتہائی امیرانہ ٹھاٹھ میں رہتے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد[1] کی بیعت تھے۔ مشائخانہ سلسلہ کی خوب ترویج و اشاعت کی، پشاور شہر کے مالدار لوگ آپ سے عقیدت رکھتے اور مریدین سے تھے۔ پشاور کے بعض تجار کلکتہ (بنگال) میں کاروبار کرتے تھے ان میں سے بعض احباب کی دعوت پر آپ بنگال تک سلسلہ کی

[1] بعض حضرات کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ کی بیعت آغا سید پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

تبلیغ کے لئے تشریف لے جایا کرتے۔

اکثر فقراء اور مشائخ کی ملاقات کے لئے سفر کئے۔ اور استفادہ کیا۔ صاحب اخلاق حمیدہ اور انتہائی پاکیزہ نفس تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ پشاور کے مشہور تاجر حاجی عبدالکریم صاحب کلکتہ والے آپکے مرید خاص تھے وہ کہتے تھے کہ آپ اور میں دونوں کلکتہ میں تھے کہ میری ہمشیرہ مکان بنوانے کے لئے پشاور آئی۔ اس نے عرض کیا کہ میں اکیلی جا رہی ہوں آپ دعا کریں کہ سفر بخیر گذر جائے۔ جب وہ لاہور پہنچی تو آقا سید فقیر شاہ صاحب اُسے لاہور میں ملے اور اس کے رہنے وغیرہ کا انتظام کر دیا۔ وہ پشاور پہنچی اس نے یہ سارا واقعہ بھائی کو کلکتہ لکھ بھیجا۔ حالانکہ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ آپ میرے پاس سے ایک گھنٹہ بھی کہیں نہیں تشریف لے گئے تھے۔ آپ میرے گھر پر کلکتہ ہی میں تھے۔ یہ واقعہ پڑھ کر کلکتہ کے کافی لوگ آپ کی کرامات کے قائل ہو گئے۔ اسی طرح آپ کی بہت کرامات کا بیان کیا جاتا ہے۔

آخری عمر میں تو آپ اسم ذات میں مستغرق ہو گئے تھے۔ آپ کی وفات ۲۹ رمضان ۱۳۳۷ھ بمطابق ۲۸ جون ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر جناب ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے احاطہ کے سامنے دفن ہوئے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ حضرت مولنا سید مقبول شاہ صاحب۔ حافظ سید گل بادشاہ صاحب۔ سید میر بادشاہ صاحب۔ سید غلام شاکر صاحب المعروف بہ کالا شاہ صاحب

سید مقبول شاہ صاحب

ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم کے زیر سایہ کی، علوم دینیہ کی فراغت پشاور شہر اور مضافات کے علماء سے کی۔ آپ عالم و فاضل، اور فقیہہ و محدث تھے۔ پشاور کے مشہور و معروف عالم جناب مولنا مولوی محمد ایوب صاحب امام مسجد سنگ مرمر مسجد سے سند حدیث حاصل کی۔ اپنے معاصر علماء میں بے نظیر عالم تھے۔ علامہ وقت تھے۔ حضرت علامہ مولنا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی فرمایا کرتے تھے کہ " اس دور میں اگر کسی نے فقہ حنفی پڑھنی ہے تو وہ مولنا سید مقبول شاہ صاحب سے پڑھے " احادیث کے آپ حافظ تھے۔ تمام دن درس دیتے۔ مسجد مہابت خان میں گاہے گاہے وعظ فرماتے، محلہ خبان کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھاتے اور وعظ میں علم و حکمت کے موتی بکھیرتے۔ منطق

Marfat.com

فلسفہ اور الٰہیات کی آخری کتابیں پڑھاتے ۔ علماء وقت کو ان کی غلطیوں پر تنبیہہ کرتے ۔ بدعادات و رسومات بد کے سخت ترین مخالف تھے اور ان کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ۔ خلافت کمیٹی کے تمام سیاسی امور میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ۔ اور پشاور ضلع کی خلافت کمیٹی کے صدر تھے چونکہ آپ دیانت و صیانت کا مجسّمہ تھے کسی غلط کام کو برداشت نہیں کرتے تھے ۔ اس لئے بعض حضرات کی غلط روش کی وجہ سے آپ اس جماعت سے الگ ہو گئے تھے ۔ تحریک ہجرت میں بڑی سرگرمی سے حصّہ لیا ۔ انگریزوں کے خلاف ہر تحریک میں شریک ہوئے ۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد سے بیعت تھے ۔ اپنے ہم عصر مشائخ سے آپ کے نہایت ہی مخلصانہ مراسم تھے ، گڑھی شریف کے سجادہ نشین جناب پیر عبداللہ شاہ صاحب ، گولڑہ شریف کے سجادہ نشین پیر مہر علی شاہ صاحب ، میرہ شریف کے سجادہ نشین جناب مولوی احمد صاحب اور تمام حضرات سے ملے ۔ حضرت خواجہ نجم الدین صاحب المعروف ہڈہ ملا صاحب سے بھی ملاقاتیں کرتے رہے ۔ آپ نہایت ہی پاکیزہ اخلاق و اعمال کے مالک تھے آپ کی وفات   ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے ۔

آپ کی تین صاحبزادیاں تھیں اور تینوں عالمہ ، فاضلہ اور خدمت دین اسلام میں سب کچھ صرف کرنے والیاں تھیں ۔ آپ نے خود بنفس نفیس ان کو فقہہ ، حدیث اور تفسیر کے علوم سے آراستہ کیا ۔ اب تک اپنے گھر میں دینی تعلیم پڑھانے میں مصروف ہیں ۔ انہوں نے اپنی زندگی تبلیغ اور اشاعت دین محمدی کے لئے توکلاً علی اللہ وقف کر رکھی ہے ۔ عورتوں میں بدعات و رسومات کے خلاف آپ ہر وقت مصروف پیکار ہیں ۔ تقریباً پشاور شہر کے جتنے بھی نیک اور شریف گھرانے ہیں ان کی لڑکیاں انہی گرامی قدر مستورات سے قرآن مجید اور دینی تعلیم حاصل کئے ہوئے ہیں ۔ ان میں سے آپ کی ایک صاحبزادی تو منشی فاضلہ ہے غرضیکہ حضرت علامہ آغا سید مقبول شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کا گھر اس وقت تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا مرکز ہے ۔

حافظ سید گل بادشاہ صاحب : جناب حضرت آغا سید فقیر شاہ صاحب مرحوم کے

Marfat.com

دوسرے فرزند جناب حضرت حافظ سید گل بادشاہ صاحب تھے۔ آپ نے بھی اپنے والد ماجد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اور مختلف اساتذہ سے علوم متداولہ کی کتابیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی پاکیزہ ذہانت عطا فرمائی تھی کہ صرف چار ماہ میں قرآن شریف حفظ کیا۔ آپ کو علم قرأت پر کافی سے زیادہ عبور رہا۔ تمام عمر یکسو اور کنارہ کش رہ کر یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔ انتہائی پابند سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ بدعات ورسومات سے انتہائی متنفر تھے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد ماجد کے مرید تھے۔ آپ نے سلسلہ کی اشاعت میں کافی دلچسپی لی، صاحبِ اخلاقِ حمیدہ و خصائل شریف تھے۔ مریدین کا حلقہ کافی وسیع ہے۔ اپنے فرزند جناب الحاج سید محمد باسط شاہ صاحب اور اپنے داماد جناب آغا سید سعادت شاہ صاحب کو خلافت دی ہے۔ ذکر اذکار آپ کا شغلہ تھا، صاحبِ وجد وحال تھے، ذکرِ الٰہی کے حلقہ میں سرور و کیفیت کا عالم آپ پر طاری ہو جاتا۔ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جاتے۔ اکثر مشائخ اور فقراء سے ملاقاتیں کیں مگر فرماتے تھے کہ "جو مزہ اور لطف اپنے سلسلہ مبارک کے فقر میں ہے وہ کہیں بھی نہیں ہے"۔ کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہیں لیا، بڑے خیر و برکت کے مالک تھے، تقریباً پچاسی برس کی عمر میں ۱۴ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ انتقال فرمایا۔ اپنے والد کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کے دو فرزند تھے جناب سید مبارک شاہ صاحب اور جناب الحاج آغا سید محمد باسط شاہ صاحب۔

سید مبارک شاہ صاحب

سید مبارک شاہ صاحب جوانی کے عالم میں لاولد فوت ہو گئے ہیں۔

الحاج سید محمد باسط شاہ صاحب

جناب حضرت آقا سید گل بادشاہ صاحب مرحوم کے دوسرے فرزند الحاج سید محمد باسط شاہ صاحب ہیں۔ آپ نے ضروری دینی تعلیم حاصل کی اور پھر انگریزی میں میٹرک پاس کر کے آج کل گورنمنٹ مڈل سکول میں ہیڈ مدرس ہیں۔ آپ نہایت ہی فہیم، سلیم الطبع، خوش اخلاق، متواضع، ملنسار، اور انتہائی مہمان نواز ہیں سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پابند ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے دادا جناب حضرت آقا سید تقی شاہ

Marfat.com

صاحب کے مُرید ہیں اور تکمیل اپنے والد سے کر کے خلافت حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں معہ اپنی اہلیہ کے زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔

سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف ہیں۔ علماء کرام کی بڑی قدر و منزلت کرتے ہیں اور سیاسی طور پر علماء کے مُوقف کی حمایت کرتے ہیں۔ آپ کثیر الاولاد ہیں۔ الحمد اللہ۔ آپ کا بڑا صاحبزادہ سید سعید جان سلمہ الرحمان ہوائی فوج میں ملازم ہے۔ ایف ایس سی پاس ہے۔ آپ کی عمر اس وقت ۵۸ برس کے قریب ہو گی۔

آقا سیّد میر بادشاہ صاحب آپ حضرت آقا سید فقیر شاہ صاحبؒ کے فرزند تھے۔ بڑی شاہانہ طبیعت کے مالک تھے تقریباً تمام عمر سفر میں گذاری، کبھی برما، کبھی کلکتہ، کبھی دہلی اور کبھی پشاور، سیلانی مزاج تھا۔ بڑی باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۹۵۱ء ۲۳ راپریل کو پشاور میں فوت ہوئے اور اپنے والد کے جوار میں دفن ہوئے۔

سیّد غلام شاکر شاہ صاحب المعروف کالا شاہ صاحب آپ جناب حضرت آغا فقیر شاہ صاحب کے فرزند تھے۔ تمام عمر فقیرانہ زندگی میں گذاری حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے مزار پر ہی رہتے تھے۔ عوام آپ کے مرید و معتقد تھے۔ علماء کرام کے ساتھ آپ کی نہیں لگتی تھی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آپ ملامتیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے غیور اور بے پرواہ تھے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ لاولد فوت ہوئے

۞ ۞ ۞

Marfat.com

حضرت آقا سید پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۰۵ھ تا ۱۳۱۵ھ

آپ کا نام نامی واسم گرامی سید اکبر شاہ صاحب، والد کا اسم مبارک سید عیسیٰ شاہ صاحب، لقب "قطبِ وقت" تھا اور "آغا پیر جان صاحب" کے نام سے مشہور تھے اسی مشہور نام نے آپ کے اصلی نام کی جگہ لے لی۔ آپ کا سلسلۂ نسب پانچ واسطوں کے بعد حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ پشاوری سے مل جاتا ہے۔

آپ کی تعلیم وتربیت اپنے والدِ محترم کے زیر سایہ ہوئی۔ بہت ہی تھوڑی عمر میں آپ نے علومِ مروّجہ سے فراغت حاصل کرلی۔ اپنے بڑے بھائی حضرت علّامۂ اجل سید غلام صاحب المعروف میر جی صاحب سے طریقۂ عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت کرکے خلافت حاصل کی اور صاحبِ مجاز و معنعن ہوئے۔ مسند آرائی خلافت ہونے کے بعد سلسلہ رشد و ہدایت شروع کردیا۔ سلسلہ قادریہ حسنیہ کی اشاعت وتبلیغ میں کسی دقیقہ کی فروگذاشت کو روا نہ رکھا۔ اس سلسلہ میں کشمیر، ہندوستان، کابل اور عرب کے متعدد سفر کئے۔

آپ کے دور میں پشاور پر سکھوں کا غلبہ تھا۔ حاکم پشاور سکھ تھا اور اس کے دو اور ساتھی تھے۔ ان تینوں نے ایک مجلس میں جس میں آپ تشریف فرما تھے دینِ اسلام کی توہین کی آپ سے

لے اس فقیر کے جدِ امجد ہیں۔ اس فقیر کے والد کا نام سید حافظ زمان شاہ صاحب ولد سید سعید احمد شاہ صاحب ولد آغا پیر جان صاحبؒ۔

برداشت نہ ہوسکا اور آپ نے ان تینوں کا فردوں پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ چونکہ آپ کا اقتدار بھی عوام میں کافی سے زیادہ تھا۔ اور آپ پشاور کے سیاسی اور رُوحانی پیشوا تھے۔ اس لئے حکمران طبقہ نے آپ پر ہاتھ نہ ڈالا مبادا کہ بلوائے عام ہوجائے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اب اس وطن میں جہاں دین اسلام کی توہین ہوتی ہو میں رہنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا آپ کابل کو ہجرت کر کے چلے گئے کابل میں آپ کی بہت عزت وتکریم کی گئی۔ آپ نے کافی دن وہاں گذارے۔ آپ ذکر واذکار میں مشغول رہے۔ اور نہایت ہی مشکل ترین ریاضتیں کیں۔ دریائے کابل میں تین برس تک نفی اثبات یعنی لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا۔ جس وقت اس تین برس کے چلّہ کے بعد آپ کو پانی سے نکالا گیا تو آپ کا وجود پانی نے کھایا ہُوا تھا۔ روٹی کو دودھ یا شوربے میں بھگو کر آپ کے منہ میں قطرات گرائے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ صحت یاب ہُوئے۔ اسی طرح قصیدہ غوثیہ شریف کا ایک برس کا چلّہ کاٹا۔ تقریباً آٹھ برس کے بعد افغانستان سے واپس پشاور تشریف لائے۔ اب انگریزوں کا دَور تھا۔ آپ مغرب کی نماز کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرماتے۔ گویا تمام رات عبادتِ الٰہی میں گذرتی۔ آپ کے وجود کی برکت سے اس علاقہ میں ذکرِ الٰہی اتباعِ سنّتِ نبوی کی خُوب اشاعت ہوئی۔ اگرچہ آپ کی ارادت میں امراء، حکام، علماء اور عوام بکثرت شامل تھے، مگر آپ کی طبیعت ان تمام ارادتمندیوں سے بے نیاز تھی۔ آپ کا تعلّق صرف اور صرف ذاتِ الٰہی اور حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے وابستہ تھا۔ اِسی وجہ سے آپ نے کسی وقت بھی کلمۂ حق کہنے میں دریغ نہیں کیا اور نہ کسی کی پرواہ کی۔ امیر شیر علی خان والئ کابل ہندوستان کے سفر کے لئے پشاور پہنچا تو پشاور کے حاکم اعلیٰ نے جو کہ اس وقت ایک انگریز تھا۔ امیر صاحب کی ایک خاص ضیافت کی۔ اس میں علماء اور عمائدین شہر کو بھی بُلایا گیا۔ چونکہ آپ کا تعلّق امیر کابل سے تھا اور وہ آپ کا معتقد تھا تو اس کی خواہش پر آپ کو بھی دعوت دی گئی۔ آپ کو انگریزوں سے بڑی سخت نفرت تھی، اس لئے آپ دعوت میں تشریف تو لے گئے۔ مگر کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ امیر کابل جناب امیر شیر علی خان صاحب نے اصرار کیا تو آپ نے صاف طور جواب میں ارشاد فرمایا "کہ اے امیر یہ فرنگیوں کی ضیافت ہے اس لئے میں نہیں

Marfat.com

کھانا۔" امیر کابل کو غصہ آ گیا اُس نے کہا کہ اچھا جو وظیفہ کابل کی حکومت کی طرف سے آپ کے لئے مقرر ہے وہ ضبط کیا جاتا ہے۔ آپ نے متبسمانہ لہجہ میں ارشاد فرمایا۔

"اے بادشاہ فقیر کی فقیری قیامت تک رہے گی، مگر تیری بادشاہت نہ رہیگی۔" آپ اس مجلس سے فوراً اُٹھ کر چلے آئے۔ آپ کی طبیعت مُبارکہ پر اس گفتگو کا اثر بہت بُرا پڑا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا جب امیر کابل واپس پہنچا تو اس کا تختہ اُلٹ دیا گیا مگر آج تک اس فقیر کا ارشاد اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ روشن ہے۔ اور آپ کی خانقاہ انشاء اللہ تا ابدالآباد قائم رہیگی۔

آپ کو قانون انگریزی سے اِنتہائی نفرت تھی۔ حتٰے کہ کسی غیر اسلامی عدالت سے رجوع بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ مزار سیّد حسن بادشاہ صاحب کے متعلق دعویٰ دائر کر دیا گیا۔ آپ پہلی بار جب عدالت میں پیش ہوئے تو انگریز مجسٹریٹ مسٹر جیمز کرسٹی کو کہا "میں شریعت اسلامیہ محمدیہ کا پابند ہوں۔ جو فیصلہ شریعتِ محمدیہ کرے مجھے قبول ہے۔ چونکہ تم شریعتِ اسلام سے ناواقف اور نابلد ہو اِس لئے یہ قضیہ کسی مسلمان عالم و فاضل کے پاس بھیج دو تاکہ وہ فیصلہ کرے۔" دوسرے فریق نے نہ مانا۔ مجسٹریٹ نے ان کا مقدمہ خارج کر دیا۔

آپ نے بہت طویل طویل سفر کئے۔ حج بیت اللہ شریف کے اِرادے سے جب بمبئی پہنچے تو بحری جہاز میں حضرت قدوۃ السالکین خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اِسی جہاز میں ہمسفر ہو گئے۔ (آپ کے ساتھ آپ کے داماد حضرت قبلۂ عالم الحاج سیّد سکندر شاہ صاحب بھی تھے) اثناء سفر میں آپ کے مراسم حضرت قبلہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت ہی مشفقانہ قائم ہوئے ایک دن حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "شاہ صاحب! ہندوستان میں لوگوں نے تنگ کر دیا ہے۔ اب اِرادہ ہے کہ حج پر جا کر بیت اللہ شریف میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کو یاد کروں۔" آپ نے فرمایا۔ "حضرت صاحب اگر آپ اس غرض کے لئے جا رہے ہیں تو ایک گذارش اس فقیر کی بھی سُن لیجئے، جس طرح یہ فقیر آپ کو مشورہ دیتا ہے کوئی شخص آپ کے پاس نہیں ٹھہرے گا۔ اور آپ لوگوں کے اژدھام سے رہائی حاصل کر لیں گے۔" اُنھوں نے فرمایا کہ فرمائیے کہ "وہ کیا طریقہ

Marfat.com

ہے۔" آپ نے فرمایا۔ "آپئے یہاں سے ہی اپنے خادموں کو رخصت کر دیجئے، آپ آٹا دال لائیے اور میں لکڑیاں لاؤں گا۔ میں کھانا تیار کروں گا آپ کپڑے دھوئیے۔ اکھٹے چلا پھرا کریں گے تو پھر کوئی بھی آپ کے پاس آکر آپ کو تنگ نہیں کرے گا۔ جس قدر آپ خلوت میں رہیں گے اسی قدر لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق ہوں گے۔ اور خواہ مخواہ خلوت میں مداخلت کر کے آپ کے ذکر اذکار میں فرق پیدا کرتے رہیں گے۔ اور جب آپ کو ہر وقت گھومتا پھرتا دیکھیں گے۔ تو لازماً اس قدر اشتیاق نہ رہے گا۔" تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سید صاحب" میں یہ طریقہ اختیار نہیں کر سکتا ہوں۔" آپ نے فرمایا کہ "پھر آپ ضرور حج کو تشریف لے جائیں[1]۔" آپ کی طبیعت مبارکہ میں تحقیق حق کا جذبہ بوجہ اتم موجود تھا۔ ہر وقت آپ کی مجلس علماء اور فضلاء سے بھرپور ہوتی اور کسی ایک مسئلہ پر گفتگو ہوتی رہتی۔ چنانچہ ایک بار حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حافظ عبدالغفور صاحب اعنی صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سے علماء نے فتویٰ دیا کہ" بغیر محراب کے نماز باجماعت نہیں ہوتی۔" یہ بات پشاور پہنچی چونکہ آپ کی ذات والا صفات پشاور شہر میں سیاسی اور مذہبی اعتبار سے قابل احترام اور مرکزی حیثیت رکھتی تھی، اس لئے حضرت سرآمد علماء جناب میاں صاحب آسیا یعنی حافظ میاں غلام جیلانی صاحبؒ اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مولوی میاں نصیر احمد صاحب المعروف بہ "میاں صاحب قصہ خوانی" رحمۃ اللہ علیہ اور چند دیگر علماء یہ فتویٰ لے کر آپ کے پاس آئے۔ آپ خود بھی بحمد اللہ عالم و اکمل تھے۔ آپ نے علماء کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد فرمایا کہ" حضرت صوات" بہت قابل قدر ہستی ہیں اور انتہائی متبع شریعت محمدی ہیں بجائے اس کے کہ تم صاحبان یہاں سے ہی تنقید شروع کر دو۔ آؤ کہ ہم سب مل کر ان کے پاس جائیں تاکہ ان کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلہ کو طے کر لیا جائے۔ چنانچہ آپ خود بمعیت صدر الافاضل حضرت الحاج نصیر احمد صاحب المعروف میاں صاحب قصہ خوانی، حضرت الحاج آغا سید سکندر شاہ صاحب اور جناب مولانا مولوی سراج الدین صاحب لاہوری صوات تشریف لے گئے۔ حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین

---

[1] بروایت حضرت قدوۃ السالکین آغا سید سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ الاسلام والمسلمین اخون صاحب صوات نے آپ کی بہت ہی قدر و منزلت کی دوسرے دن مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی، وفد کی طرف سے حضرت میاں صاحب قصہ خوانی بحث کرتے اور دوسری طرف سے تین علماء بحث میں حصّہ لیتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تین دن تک اِس بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ مسئلہ حل ہُوا اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت باباجی صاحب صوات نے دوسرا فتویٰ دیا کہ "بغیر محراب کے بھی نماز باجماعت ہوتی ہے۔" اتنا تکلیف دہ سفر آپ نے ایسی حالت میں کیا جبکہ آپ بہت معذور ہو چکے تھے۔ مگر دینِ اسلام کی تڑپ اور سنّتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خاطر اپنی تکالیف کا کوئی احساس تک نہیں کیا۔ اور سفر کی صعوبتیں جھیل کر اُمّتِ محمّدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو متحد و متفق کیا۔ یہی وُہ مقدّس افراد تھے جن کے قلوب میں دینِ اسلام کی سچّی لگن تھی۔ وہ پاک باز لوگ قوم کو آپس میں اُلجھا کر اقتدار حاصل نہیں کرتے تھے۔ اِن اللہ والوں کی زندگی تو اِس لئے تھی کہ لوگوں میں اتفاق ہو، اتحاد ہو، یکجہتی ہو، اور مسلمان قوم بنیانٌ مرصوص ہو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی محبّت و اطاعت کا مکمل نمونہ ہو۔ مسائل دینیہ میں ان میں کوئی اختلاف اور تفرقہ نہ ہو۔ آپ کے اسی جذبہ صادقہ کے صدقہ میں اُمّتِ محمّدیہ ایک عظیم افتراق و تشتت سے بچ گئی۔ ورنہ بعد میں صرف **رفع سبابہ اور نسوار** کے مسائل پر کیا کچھ نہیں ہُوا تاریخ کے ایک طالب علم سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ نیز آج کل بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ قسما قسم نازک مسائل کو چھیڑ کر علماء ملّتِ اسلامیہ پاکستان کو باہم لڑا رہے ہیں۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کو بُھلا کر اپنا اُلّو سیدھا کر رہے ہیں۔ یہ علماء کیوں آپس میں بیٹھ کر اِن مسائل کو حل نہیں کرتے، تاکہ اُمّتِ اسلامیہ اِس تشتت و افتراق سے نجات حاصل کرے۔ کتنے برگزیدہ انسان تھے وُہ جو خود تکلیف اُٹھا کر اُمّتِ محمّدیہ میں اتحاد و اتّفاق پیدا کرتے تھے۔

آپ بڑے متوکّل تھے کبھی بھی کسی امیر یا صاحب وجاہت کے ہاں تشریف نہیں لے گئے بلکہ ہمیشہ ارشاد فرمایا کرتے "کہ اس فقیر کو ایک اللہ تعالیٰ کا در کافی ہے۔" اِسی لئے اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ضروریات کو پورا فرماتا۔ خلیفہ سلطان بخش زرگر بیان کرتا ہے کہ ایک دن آپ مراقبہ کر

Marfat.com

رہے تھے کہ گھر سے جواب آیا: " حضرت آج گھر میں ہر چیز ختم ہے"۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ " آج ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں"۔ اس کارسازِ حقیقی نے اسی وقت کارسازی فرمائی۔ اور چند منٹوں کے بعد ایک شخص آکر پوچھتا ہے کہ " آغا پیر جان کون ہے"؟ بیٹھے ہوئے افراد نے آپ کا تعارف کروایا۔ اس شخص نے آپ کی خدمت میں ایک بیش قیمت گھوڑا اور ایک رومال جس میں تقریباً دوسو روپیہ تھا پیش کیا اور رخصت ہوگیا۔ آپ نے اپنے احباب کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ " تم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی عمدہ مہمانداری فرمائی"۔

آپ سے اتنی کثرت سے کرامات کا صدور ہوا اور مکشوفات ہوئے کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب بن سکتی ہے۔ آپ نے ہمیشہ کرامات کو چھپایا اور کبھی بھی ظاہر ہونے نہیں دیا، اور دینِ مبین پر استقامت فرما رہے۔

الحاج[1] ملک محمد زرین صاحب مرحوم بیان کرتے ہیں کہ ہمیشہ دریائے باڑہ میں سیلاب آتا، اور تباہی و بربادی مچا دیتا۔ یہاں تک کہ ہماری زمینوں کو بھی خراب کر کے گاؤں کو منہدم کر دیتا۔ جس کی وجہ سے ہم گاؤں گاؤں پھرتے رہتے۔ میرے دادا صاحب نے جناب آغا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ سنا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کا رونا رویا۔ اور دعا کی التجا کی، آپ نے اس کو تین مٹی کے ڈھیلے دم کر کے دیئے اور فرمایا کہ " اپنی زمین کی پل پر کھڑے ہو کر دریائے باڑہ کی طرف یہ ڈھیلے پھینک دو۔ انشاء اللہ جس جگہ

---

[1] حاجی صاحب مرحوم تحصیل نوشہرہ میں موضع باندہ ملاحان کے رہنے والے تھے۔ نیک سیرت انسان تھے حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم کے مرید خاص تھے۔ مشہور و معروف سیاسی کارکن تھے۔ صوبہ سرحد کی سیاسی زندگی میں آپ کی بہت کوشش رہی ہے خدائی خدمتگار تحریک میں پیش پیش تھے۔ پھر تحریک پاکستان میں انتہائی گرم جوشی سے حصہ لیا، اور مسلم لیگ کے ساتھ افغان جرگہ کا الحاق آپ کا ہی رہینِ منت تھا۔ پشاور سے چکلہ کی لعنت کو دور کرنے میں آپ نے ہر قسم کی قربانی دی۔ غرضیکہ آپ کی زندگی مسلسل دینی اور سیاسی جدوجہد سے بھرپور زندگی تھی۔ بعمر ۷۵ برس ۱۳۸۲ھ میں انتقال کیا۔

تک یہ ڈھیلے پہنچیں گے اس سے آگے سیلاب کا پانی نہیں آئے گا۔" چنانچہ اس واقعہ کے بعد اب تک اِس مقام سے آگے سیلاب کا پانی نہیں آیا۔ بڑے بڑے خطرناک سیلاب آئے۔ اِس گاؤں کے ساتھ کے گاؤں، کرّڈی۔ زخی بانڈہ شیخ اسماعیل کو نقصان پہنچا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس گاؤں کو نقصان نہیں ہوتا۔

ایک بار آپ جوئے شیخ (شیخ کی کھٹہ) پر اپنے دوستوں کے ساتھ "سیر"[1] کے لئے گئے، خورد و نوش کا انتظام کیا گیا۔ آپ کے ساتھ تقریباً ایک سو دوست احباب تھے جس نے سُنا کہ آج آغا پیر جان کا "سیر" ہے وہ جُوئے شیخ پر پہنچ گیا۔ کہتے ہیں کہ کوئی آٹھ سو آدمی جمع ہو گئے۔ آپ کے باورچی نور محمد زرگر[2] نے تقریباً سو آدمی کا کھانا تیار کیا تھا۔ آ کر عرض کیا کہ "جناب تقریباً آٹھ سو دوست احباب جمع ہیں اور پچاس کے قریب فقیر درویش آ گئے ہیں، اور کھانا سو نفر کا ہے کیا بنے گا۔" آپ نے تبسّم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ پورا کر دے گا۔ ہم فقیروں کا کارساز وُہی جَلّ جَلالُہٗ ہے۔"

جب کھانے کا وقت آیا چند احباب اور بھی پہنچ گئے، آپ نے اپنے ہاتھ سے ان تمام مسکینوں اور فقیروں کو سب سے پہلے کھانا کھلایا، اور ان کے بعد اپنا رومال دیگ پر ڈال دیا، پھر تمام احباب کو کھانا کھلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں اتنی برکت ڈالی کہ ہزار گیارہ سو آدمیوں نے سو آدمی کے لئے پکا ہُوا کھانا کھا لیا جو بچ گیا وہ آپ نے اور آپ کے باورچی نور محمد زرگر نے کھایا۔ آپ نے باورچی کو کہا "میرے اللہ نے سب کو کھانا کھلا دیا۔ وہی رزاق ہے میں اور تم تو کام کرنے والے ہیں۔"

آپ ۲۸ جمادی الاوّل ۱۳۱۵ھ بروز سہ شنبہ رات کے ½۱۲ بجے اُٹھے، غسل فرمایا، کپڑے

---

[1] "سیر" پشاوری اصطلاح ہے۔ بہار یا گرمی کے دنوں میں دوست احباب جمع ہو کر کسی چشمہ یا نہر یا کسی تفریحی باغ میں چلے جاتے ہیں اور تمام دن کھانے پینے اور نہانے میں گزار دیتے ہیں اس کو "سیر" کہتے ہیں۔ [2] نور محمد زرگر آپ کا مرید تھا اور آپ کا کھانا وغیرہ پکاتا تھا۔ حاجی تاج محمد صاحب تاج جیولر چوک یادگار کا دادا تھا۔

Marfat.com

بدلے تسبیح لے کر مصلّے پر تشریف فرما ہوئے۔ اچانک طبیعت خراب ہوئی۔ اپنے پوتے جناب آقا سیّد محمد زمان شاہ[1] صاحب مرحوم کو بُلایا۔ بعیت کر کے تسبیح و مصلّے عطا فرمایا اور کہا کہ قرآن پڑھو جب آقا سیّد محمد زمان شاہ شاہ صاحب نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو آپ نے اسمِ ذات کا ذکر کرنا شروع کر دیا اور چند ساعت کے بعد ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے اس جہان فانی سے آپ کی رُوح مبارکہ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کے انتقال کے وقت پشاور میں کہرام مچ گیا۔ تمام شہر بند ہو گیا۔ ہر محلّہ سے ذکرِ الٰہی کرتے ہُوئے لوگ آپ کے مکان پر جمع ہو رہے تھے اور ہزارہا کی تعداد میں پشاور کے چاروں طرف سے دیہاتی لوگ اکھٹے ہو گئے۔ آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہر شخص کی زبان پر ذکرِ الٰہی جاری تھا پشاور کے زرگروں نے آپ کے جنازے پر سونے اور چاندی کے پھُول صدقہ کئے۔ شام کے قریب یہ آفتاب رشد و ہدایت اور ولایت مقبرہ حضرت سلطان العارفین سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ کے ایک صاحبزادہ صاحب کا اسم گرامی سید سعید احمد شاہ صاحب تھا۔ دوسرے سید قلندر شاہ صاحب اور تیسرے سید امیر شاہ صاحب تھے۔

حضرت سیّد امیر شاہ صاحب

جناب عزّت مآب حضرت آقا سیّد پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سیّد امیر شاہ صاحب تھے جو کہ عالم و فاضل تھے اپنے والد گرامی کے مُرید تھے۔ اذکار و اشغال میں مصروف رہتے، عزلت پسند اور ریک سور ہتے، قصیدہ بردہ شریف، قصیدہ غوثیہ شریف، دلائل خیرات شریف اور قرآن مجید کے کامل ترین عامل تھے۔ آپ کے منہ مُبارک سے نکلی ہوئی بات اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا تھا۔ آپ "صاحب اللفظ" مشہور تھے۔ آپ کی اولاد نہیں تھی۔ ۱۳۰۶ھ میں انتقال کیا۔

جناب سیّد قلندر شاہ صاحب

جناب سیّد قلندر شاہ صاحب، حضرت آقا سیّد پیر جان صاحب کے دوسرے فرزند تھے یہ بھی لاولد فوت ہوئے۔

---

[1] اس وقت آپ کی عمر بارہ برس کی تھی اور آپ نے سورۂ بقر حفظ کر لی تھی۔

Marfat.com

حضرت قبلۂ عالم سید سعید احمد شاہ صاحب

حضرت سید سعید احمد شاہ صاحب، جناب حضرت عزت مآب آقا سید پیر جان صاحب کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی۔ علماء وقت سے علوم درسیہ کی کتابیں پڑھیں۔ نہایت ہی باوقار، ذی وجاہت، صاحب اثر اور نڈر تھے۔ اوصافِ حمیدہ اور محامد حسنہ کے حامل تھے۔ انتہائی فیاض، سخی، مہمان نواز اور پاکیزہ صورت و نفس تھے۔ حضور پاک سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق زار تھے جب بھی کوئی حاجی حضور سرور عالم دو عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مبارک سے واپس آکر وہاں کے واقعات بیان کرتا تو آپ زار و قطار روتے۔ آپ بڑی خیر و برکت کے مالک تھے، درویشی میں بادشاہی کی، نہایت ہی خوبصورت اور وجیہہ تھے۔ آخری عمر میں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی آپ جیسا متوکل فقیر بہت ہی مشکل سے پیدا ہو گا ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے ہر جمعہ کی شب ذکرِ الٰہی کا حلقہ قائم فرماتے تھے۔ اپنے بزرگوں کے عرسوں کو بڑی پابندی سے سرانجام دیتے۔ خصوصاً ربیع الثانی میں گیارہویں شریف کا بڑا اہتمام فرماتے۔ تمام دن عشاء کی نماز تک لنگر جاری رہتا۔ ہزارہا لوگ آکر تبرک کھاتے اور ساتھ بھی لے جاتے تھے۔ الحمدللہ کہ یہ سلسلہ آج تک اسی طرح جاری ہے۔ جناب حاجی محمد قاسم مرحوم کہتے ہیں کہ "میں نے جناب آغا صاحب مرحوم جیسا کشفِ عیانی والا درویش نہیں دیکھا۔ حالانکہ تقریباً اڑھائی ہزار فقرا کو میں مل چکا ہوں"۔ یہی حاجی صاحب اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھ پر ایک ایسا وقت آیا کہ بہت تنگ دست ہو گیا۔ مجھے ایک فقیر نے فراخی کے لئے ایک وظیفہ دیا میں حضرت شاہ محمد غوث

ے جناب حاجی صاحب آپ کے فرزند جناب سید محمد زمان شاہ صاحبؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ تقریباً سو برس کی عمر میں فوت ہوئے ساری عمر فقیروں کی ملاقاتوں اور مزارات پر گذاری۔ آپ کا وجود ذکرِ الٰہی کی نورانیت سے بھرپور تھا۔ جس سے معانقہ فرماتے اس کا قلب جاری ہو جاتا۔ جس پر توجہ فرماتے وہ سیر فی اللہ میں مشغول ہو جاتا۔ سرگودھا میں مزار ہے۔

Marfat.com

صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد مبارک میں یہ وظیفہ پڑھ رہا تھا، جب فارغ ہوا تو مجھے علم ہوا کہ پشاور سے بڑے آغاجی تشریف لائے ہیں۔ آپ آنکھوں سے معذور تھے میں نے قدم بوسی کی۔ آپ نے فوراً فرمایا حاجی قاسم صاحب فلاں وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور درست ہے فرمایا یہ وظیفہ چھوڑ دو۔ اور مجھے ایک وظیفہ ارشاد فرما کر فرمایا یہ پڑھو۔ میں آپ کے اس کشفِ عیانی کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس وِرد کے ساتھ ہی مجھے باطنی تشفی ہو گئی اور پھر مجھے کبھی بھی تنگ دستی کا خیال تک نہ آیا۔ جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی فوراً اللہ تعالیٰ مہیا فرما دیتا ہے۔

آپ نے کسی سیاسی جماعت میں حصّہ نہیں لیا۔ ہاں وہ مجاہدین جو انگریزوں کے خلاف آزاد قبائل میں لڑتے تھے۔ ان کی ہر قسم کی حتی الامکان امداد فرماتے۔ ترکوں کی ہر وقت حمایت میں کمربستہ تھے۔

نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ عقائد حقہ اہل سنّت وجماعت پر قائم تھے۔ علماء اہل سنت وجماعت کی بڑی قدر و منزلت کرتے۔ اور عقائد باطلہ کو جیسے نیچریت، قادیانیت، نجدیت، وہابیت اور "گلابی وہابیت" کو بہت ہی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے۔ اور ارشاد فرماتے "کہ جس طرح آگ لکڑی کو بھسم کر کے خاک بنا دیتی ہے اسی طرح خراب عقیدہ والے کی صحبت نیک اعمال کو کھا کر انسان کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔" بدعقیدہ افراد کی صحبت سے بچنے کی ہر وقت تلقین فرماتے رہتے۔ آپ کا ارشاد تھا۔ "کہ مرید مخلص کو اپنے پیر کی صحبت کافی ہے۔" اکثر فرماتے "یک در گیر ومحکم گیر" یعنی "ایک کا ہو کر رہ جا"۔ اور فرماتے "ہزار عیوب سے اپنے پیر کی صحبت بچا لیتی ہے"۔ اور ارشاد فرماتے "حضور سرورِ عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق ہی عین ایمان ہے"۔ اور ارشاد فرماتے "جس نے اپنے پیر کا ادب کیا وہ مُراد کو پہنچ گیا"۔

حضرت صاحب جو کہ عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سرشار تھے ۳ رمئی ۱۹۳۹ء کو بوقتِ عشاء اس جہان فانی سے اس جہانِ باقی کو رخصت ہوئے اور ۴ رمئی کو صبح گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان ابوالبرکات سید حسن رحمتہ اللہ علیہ کے جوار میں سپردِ خاک کر دیئے گئے ہزارہا مخلوقِ خدا نے جنازہ پڑھا، آپ کے جنازہ میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم بھی شریک ہوئے۔

Marfat.com

ویسے تو آپ کی کافی اولاد تھی مگر وہ سب بچپن میں لاولد فوت ہو گئی۔ صرف ایک صاحبزادہ حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب اور ایک صاحبزادی کی شادی ہمراہ حضرت سید سعید جان صاحب بن الحاج آغا سید سکندر شاہ صاحب ہوئی جس سے صرف ایک فرزند سید شریف حسین صاحب شاکر پیدا ہوئے اور یہ صاحبہ فوت ہو گئیں۔

حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب

جناب حضرت سید سعید احمد شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے فرزند جناب برہان العاشقین سید محمد زمان شاہ صاحب تھے آپ نے اپنے والد گرامی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حافظ الٰہی بخش صاحب زرگر سے قرآن مجید حفظ کیا۔ مختلف اساتذہ کرام سے کتابیں پڑھیں۔ جب آپ کی عمر مبارک بارہ برس تھی اور سورہ بقرہ یاد کر چکے تھے تو حضرت آغا سید پیر جان صاحب رحمت اللہ علیہ دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کر لی۔ برما، بنگال، دہلی، یوپی، پنجاب کے کئی سفر کئے۔ سینکڑوں مشائخ فقراء اور علماء سے ملاقات کی۔ ہندوستان کے تقریباً ہر ایک مزار پر حاضری تھی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ حسبیہ کے مبلغ تھے۔ صحیح العقیدہ اہل سنت وجماعت تھے۔ آپ نہایت ہی مہمان نواز، متواضع، ملنسار، منکسر المزاج، حلیم، بردبار، ہر ایک شخص کو بلا تفریق مذہب و ملت ہر مصیبت میں کام آنے اور عفو درگذر کرنے والے بزرگ تھے۔ آپ کی طبیعت مبارک میں عشق خداوندی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ہر خوبصورت چیز سے آپ کو پیار تھا۔ کیونکہ ہمیں آپکو صانع حقیقی خود جلوہ گر نظر آتا تھا آپ "اللّٰہ جمیل ویحب الجمال" کا مکمل مظہر تھے اسی جذبہ عشق نے آپ کو روحانی معراج کمال تک پہنچایا۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک چشتی بزرگ مولانا مولوی غلام حیدر صاحب تونسوی رحمت اللہ علیہ نے آپ کو "برہان العاشقین" کہہ کر پکارا۔ پشاور شہر کے ہر مذہب و ملت کے لوگ آپ کو بہت ہی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک پشاور میں میونسپلٹی رہی آپ اس کے بلامقابلہ ممبر منتخب ہوتے رہے۔ مسلمانوں کے مفادات (اپنے علاقہ کے خصوصاً اور تمام ہندوستان کے عموماً) آپ کو بہت عزیز تھے۔ آپ ابتداء سے ہی مسلم لیگ میں شامل رہے۔ اور ہمیشہ مسلم لیگ کے عہدوں پر فائز رہے۔ تحریک پاکستان

Marfat.com

ہیں جہاں مشائخ کرام اہل سنّت و جماعت نے برصغیر میں شاندار خدمات انجام دیں وہاں پشاور سے آپ بھی انتہائی اہم خدمات سرانجام دیتے رہے، باوجود اس کے کہ آپ کٹر مسلم لیگی تھے۔ آپ کے بڑے بڑے سیاسی مخالفین آپ کے اخلاق حسنہ کے معترف تھے۔ بے لوث اور بے غرض ملکی سیاسی اور مذہبی معاملات میں حصّہ لیا۔

پنجاب کے علاقہ میں محترم حاجی محمد قاسم قادری کو خلافت سے نوازا تھا۔ اور اس فقیر کو بھی اسی بخشش سے منوّر فرمایا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۰ئہ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے انتقال پر تمام شہر میں غم کا اظہار کیا گیا۔ مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے تعزیت کی قراردادیں پاس کیں۔ اور اخبارات نے شذرات لکھ کر آپ کی خدمات کو سراہا۔

پختون قوم کے مشہور خاندان سدوزئی سے آپ کی شادی شہزادہ محمد نادر جان صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آٹھ فرزند اور تین لڑکیاں عطا کی تھیں۔ دو لڑکیاں تو ناکتخدا فوت ہوگئیں اور ایک لڑکی کی شادی صوبہ سرحد و پنجاب کے مشہور و معروف سجادہ نشین سیّد شریف حسین صاحب نشانگر بغدادی مرحوم سے ہوئی صاحبزادگان میں سیّد نور احمد شاہ صاحب بی اے۔ ایل ایل بی، سیّد شبیر احمد شاہ صاحب مرحوم بی۔ اے۔ حکیم احمد حسین صاحب، فقیر محمد امیر شاہ قادری، سیّد قمر الزمان مرحوم۔ سید اختر زمان شاہ، سیّد انور شاہ مرحوم، سیّد اصغر شاہ آپ کے فرزند ہیں۔

آقا سیّد نور احمد شاہ صاحب
بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

سیّد نور احمد شاہ صاحب نے بی اے، ایل ایل بی، تک تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ اسمبلی آفس میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر متمکن تھے۔ آپ بالکل یک سُو رہتے ہیں۔ انتہائی خلیق، سنجیدہ، مہمان نواز اور قابل ترین ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر انشاء اللہ ۵۹ یا ۶۰ برس کے قریب ہوگی۔ ایک لڑکا مسمّی سید احمد ناصر اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

سیّد شبیر احمد شاہ صاحب (مرحوم)

جناب سید شبیر احمد شاہ صاحب ایم۔ اے کے متعلم تھے۔ نہایت قابل، ذہین اور زیتین تھے۔ اور بلند پایہ شاعر تھے اَسد تخلص تھا۔ بعمر ۲۲ برس تعلیم کے دوران بیمار ہوئے اور ناکتخدا فوت ہوگئے۔

Marfat.com

آغا سیّد حکیم احمد حسین صاحب جناب حکیم صاحب میٹرک کرکے اپنا رشتہ کے نانا صاحب جناب حکیم شہزادہ غلام محمد صاحب پشاوری ثم لاہوری کے پاس چلے گئے اور اُن کی خدمت میں رہ کر طب یونانی کی تکمیل کی طبیہ کالج لاہو، اور پھر بھوپندر اطبیہ کالج پٹیالہ سے حاذق الحکماء و فاضل الطب و الجراحت کی سند حاصل کی۔ لاہور میں مطب کرتے ہیں ۵۲ برس عمر ہوگی دو لڑکے اور ایک صاحبزادی ہے

(فقیر) محمد امیر شاہ اِس فقیر ہیچمدان عاجز و ناتواں، ناکارۂ جہان نے پشاور شہر کے مختلف علماء اور فضلاء سے دینی تعلیم کی تکمیل کی مفتیٔ سرحد حضرت العلامہ مولنا مولوی عبدالرحیم صاحب پوپلزئی، حضرت العلامہ شیخ التفسیر والحدیث مولنا مولوی صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب صدر الافاضل محدث جلیل، صُوفی باصفا حضرت مولنا مولوی الحاج حافظ گل فقیر احمد صاحب، حضرت علامہ فقیہہ عصر مولنا مولوی عبدالعلیم صاحب، حضرت العلامہ مولنا مولوی عبدالمنان صاحب ہزاروی ثم پشاوری، حضرت علامہ عصر فقیہہ کبیر مولنا مولوی محمد ایوب شاہ صاحب جیفری، اور ابتدائی تعلیم کے میرے استاذ مخترم جناب مولنا مولوی شیر محمد صاحب امام مسجد محلّہ یکہ توت رحمہم اللہ تعالٰے علیہم اجمعین تھے۔ چند دن مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں پڑھا، نحو میں کافیہ کا کچھ حصّہ حضرت مولنا مولوی الحاج فضل الرحمان صاحب نقشبندی خطیب جامع سول کوارٹرز پشاور سے پڑھا۔ سندِ حدیث المشہور "ثبت امیری" حضرت علامہ محدّث جلیل عالم علوم قرآنی مولنا مولوی حافظ گل فقیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے حاصل کی۔ تکمیلِ علومِ درسیہ سات برس میں حضرت العلامہ شیخ التفسیر والحدیث واعظِ بے بدل صاحبزادہ حافظ علی احمد جان خطیب جامع کچہری ہا سے کی۔ اور آپ نے بکمال شفقت خود درس کی اجازت اپنی موجودگی میں مرحمت فرمائی۔ یہ فقیر تقریباً بارہ برس سے جامع مسجد مہر بانیہ سبزمنڈی میں خطابت کے فرائض انجام دے رہا ہے اور خانقاہ عالیہ قادریہ میں عیدین کی نماز پڑھاتا ہے۔ اس وقت تک "تذکرہ علماء مشائخ سرحد" دو جلد، "تذکرہ حفاظ پشاور"، "نماز مقبول"۔ "تفضیل تقبیل ابہامین"، اور کئی دیگر رسالے لکھے۔ ماہنامہ

Marfat.com

"الحسن" ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۵ء میں ایک سال شائع کرتا رہا۔ کاغذ نہ ملنے کی وجہ سے اس رسالہ کی اشاعت بند کرنا پڑی۔

اِس فقیر سگِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو والدِ گرامی مرتبت نے ۱۹۴۸ئہ میں حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمت اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقعہ پر آپ کے مزار پر ہی سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت فرما کر تمام اسباقِ سلسلہ کی تعلیم فرمائی۔ اور اجازت بھی مرحمت فرمائی اور رسالہ غوثیہ مُصنّفہ حضرت سیّدنا و مولینا و مرشدنا و شیخنا سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جیسا کہ ہمارے سلسلہ مُبارکہ میں قاعدہ ہے) عنایت فرمایا، پھر بڑی گیارہویں شریف کے مبارک اور بابرکت موقعہ پر اپنے دستِ مبارک سے دستار عطا فرما کر صاحب سجّادہ فرمایا۔ اگرچہ یہ فقیر اس قابل نہ تھا اور نہ ہی اس کے لائق تھا مگر حضور محبوب سبحانی قطب ربانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سیّدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم و توجہات کا نتیجہ ہے الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس فقیر کے سلسلہ مبارک میں تمام حضرات حضُور محبوبِ سبحانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سید عبد القادر جیلانی تک اپنے والد کے دست گرفتہ اور مرید ہیں۔ یہ (فقیر)[1] محمد امیر شاہ قادری اپنے والد گرامی مرتبت حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب کا مرید و ماذون ہے، اور وُہ اپنے والد سید سعید احمد شاہ کے، اور وہ اپنے والد سید اکبر شاہ صاحب المعروف آغا پیر جان صاحب کے، اور وُہ اپنے بڑے بھائی سید غلام صاحب المعروف آغا میر جی صاحب صاحب کے، اور وُہ اپنے والد سید عیسٰے شاہ صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید موسیٰ شاہ صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید محمد عابد صاحب کے، اور وُہ اپنے والد سید شاہ محمد غوث صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید حسن صاحب کے اور وُہ اپنے والد حضرت سید عبد اللہ صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید محمود صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید عبد القادر صاحب کے، اور وُہ اپنے والد سید عبد الباسط صاحب کے اور وُہ اپنے والد سید حسین صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید احمد صاحب کے اور وہ اپنے والد سید شرف الدین قاسم صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید شرف الدین صاحب یحییٰ

---

[1] اس فقیر کے غلام السیدین، جمال الحسنین، محمد حسنین، محمد سبطین، نور الحسنین، محی الدین احمد اور غلام الحسنین لڑکے ہیں۔

Marfat.com

کے، اور وُہ اپنے والد سید بدرالدین صاحب حسن کے، اور وُہ اپنے والد سید علاؤ والدین صاحب کے، اور وُہ اپنے والد سید شمس الدین محمد صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید شرف الدین بزرگ کے، اور وہ اپنے والد سید شہاب الدین احمد صاحب کے، اور وہ اپنے والد سید شہاب الدین ابی صالح النصر کے اور وہ اپنے والد قطب الدائرہ سید عبدالرزاق صاحب کے، اور وُہ اپنے والد سید السادات قطب ربانی غوث الصمدانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ فقیر حرمین الشریفین اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی زیارات سے دو بار مشرف ہو چکا ہے۔ ممالک اسلامیہ افغانستان، ایران، عراق، کویت اور سعودی عرب کا سفر دو بار کر چکا ہے۔

سیّد قمر الزمان صاحب مرحوم سید قمر الزمان بن سید محمد زمان شاہ صاحب نے میٹرک تک تعلیم کی، اردو اور ہندکو میں بلند پایہ شعر لکھتا تھا۔ ہندکو ادب کی ترویج کے لئے باقاعدہ انجمن تشکیل کی تھی، اور سیاسیات ملکی میں شامل ہو گیا، پشاور شہر مسلم لیگ نیشنل گارڈ کا نائب سر عسکر رہا۔ اور ۱۹۴۶ء و ۱۹۴۷ء میں سر عسکر رہا تحریک سول نافرمانی کی چار ماہ تک پشاور میں قیادت کرتا رہا۔ تقریباً روزانہ جلوسوں کی رہبری میں حکومت کے زہریلے گیسوں کے کھانے کی وجہ سے جگر اور پھیپھڑے خراب ہو گئے۔ سات ماہ بیمار رہا اور ہسپتال میں رہنے کے بعد عین جوانی کے عالم میں انتقال کیا۔ ان کا ایک صاحبزادہ ہے جس کا نام علاؤ الدین علی ہے۔ اس وقت ایف اے میں پڑھ رہا ہے۔ ہونہار ہے نیک سیرت ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اس فقیر کا مرید ہے

سیّد اختر زمان صاحب چشتی سید اختر زمان شاہ صاحب المعروف چشتی بادشاہ صاحب بن سید محمد زمان شاہ صاحب نے میٹرک تک تعلیم کی ہے، ۷ ۴ء کی تحریک آزادی پاکستان میں تعلیم کو خیرباد کہہ کر تحریک سول نافرمانی میں حصّہ لیا اور ساڑھے چار ماہ قید گزاری۔ آپ چشتی سلسلہ میں حضرت نظام المشائخ خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی رحمت اللہ علیہ کے مُرید ہیں۔

Marfat.com

سید انور شاہ مرحوم سید انور شاہ بن سید محمد زمان شاہ صاحب جماعت نہم کا طالب علم تھا نہایت ہی ہونہار اور قابل تھا ۱۹۴۶ئہ میں بیمار ہوا اور سولہ برس کی عمر میں فوت ہوگیا۔

سید اصغر زمان شاہ سید اصغر زمان شاہ بن سید محمد زمان شاہ صاحب نے میٹرک تک تعلیم کی ہے۔ پولیس میں ملازم ہے۔ محنتی اور جفاکش ہے۔ شادی شدہ ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اس فقیر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے۔ ایک صاحبزادہ ہے جس کا نام سعید الزمان ہے۔

Marfat.com

حضرت آقا سیّد سکندر شاہ صاحب قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صفحہ ۱۰۲ پر پڑھ آئے ہیں کہ حضرت سید موسیٰ شاہ صاحب کے دوسرے فرزند کا اسم گرامی حضرت سیّد قطب الدین شاہ صاحب تھا۔ جناب حضرت سید قطب الدین شاہ صاحب کے دو فرزند تھے۔ سید رسول شاہ صاحب اور سیّد محی الدین میر صاحب

حضرت سید رسول شاہ صاحب معہ بھائی صاحب کے پشاور تشریف لے آئے۔ جناب آغا میر جی صاحب رحمت اللہ علیہ نے اپنی ایک صاحبزادی آپ کے حبالۂ عقد میں دی اس سے جتنی اولاد ہوئی سب کی سب بچپن میں فوت ہوگئی پھر آپ کا بھی انتقال ہوگیا۔ جناب آغا میر جی صاحب نے اپنی دوسری صاحبزادی سید میر محی الدین صاحب میر کے حبالۂ عقد میں دی آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو فرزند عطا فرمائے۔ ایک کا نام نامی و اسم گرامی الحاج سید سکندر شاہ صاحب اور دوسرے کا اسم گرامی سید اسحاق شاہ صاحب جو کہ لاولد فوت ہوئے۔

الحاج آقا سیّد سکندر شاہ صاحب کے والد گرامی مرتبت کا اسم شریف سیّد میر محی الدین صاحب لقب سلطان المشائخ اور گور گھٹڑی والے "آغا صاحب" کے نام سے مشہور تھے۔

جناب آقا سید سکندر شاہ صاحب نے دینی تعلیم کے حصول کے لئے بہت ہی محنت شاقہ اٹھائی، ریاست کشمیر و جموں کے اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اور پشاور میں جناب حضرت العلامہ سرآمد علماء مولوی میاں نصیر احمد صاحب بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ آپ نے کافی سفر کرکے دینی تعلیم کو مکمل کیا اور مروجہ علوم سے فراغت حاصل کرکے عالم و فاضل ہوگئے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت علامہ شیخ المشائخ آقا سیّد اکبر شاہ صاحب المعروف آغا پیر جان صاحب پشاوری سے صاحب مجاز و معنعن تھے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شمس العارفین

Marfat.com

خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا۔ آپ بڑے بڑے اکابر مشائخ کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیوضات باطنی سے مالا مال ہوئے۔ گوالیار میں ایک فقیر صاحب کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بھی آپ کو بہت فائدہ پہنچا تھا۔

آپ کی ذات والا صفات پشاور، لاہور، چونیاں، قصور اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جو آپ کے ہزار ہا کی تعداد میں مریدین تھے کیلئے باعثِ رحمت و افتخار تھی۔ آپ انتہائی درجے کے متورع، زاہد، مرتاض، عالم و فاضل اور عارفین کاملین سے تھے۔ اگرچہ آپ عزلت پسند تھے اور شہرت سے نفرت کرتے تھے مگر آفتاب کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا، اس آفتابِ ولایت کی شعاعیں خود ہی بتا رہی ہیں کہ آفتاب موجود ہے۔

آپ کی مجلس میں علماء، فقرا، صلحاء اور امراء کا ہر وقت اجتماع رہتا اور کسی نہ کسی دینی مسئلہ پر گفتگو رہتی۔ پشاور میں آپ کی ایک ایسی شخصیت تھی جس نے سلسلہ چشتیہ کو روشن کیا، اور حلقہ ارادت قائم کیا۔ تمام بزرگان کرام کے عرس نہایت ہی اہتمام اور ادب و احترام کے ساتھ منعقد کرتے اور خصوصاً ربیع الثانی شریف کی گیارہویں تاریخ کو حضور غوث اعظم قطب ربانی محبوب سبحانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کو بہت ہی شان اور عظمت سے کرتے تمام دن لنگر تقسیم ہوتا اور تمام رات ذکر الٰہی کے حلقے رہتے اور آپ توجہ کاملہ کے مالک تھے۔[1] جب مریدین پر توجہ فرماتے تو مرغ بسمل کی طرح مریدین تڑپتے رہتے۔ آپ کے مریدین پر "حال" اور "جذبہ" بہت غالب تھا۔ صاحب اسرار التوصف[2] فرماتے ہیں: "آپ کی توجہ باطنی میں کچھ ایسی کشش و تاثیر ہے کہ کیسا ہی منکر ہو ایک ہی توجہ میں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اپنے فیوض باطنی میں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ اسی کشش دلی و جذبِ باطنی سے بے شمار مرید صاحب سیر سلوک ہو گئے ہیں۔"[2]

---

[1] الحمدللہ کہ آج کے دن تک آپ کی خانقاہ قائم ہے اور اسی طرح عرس ہوتے ہیں

[2] صفحہ ۱۱۶

پشاور کے سادات میں یہ قاعدہ ہے کہ جب ان سادات میں میت ہوجائے تو جنازے کے آگے ذکرِ الٰہی کے حلقے کرتے ہوئے میت کو شہر کے دروازے تک پہنچا کر دعا کر دیتے ہیں چنانچہ آپ کے خاندان میں ایک میت[1] ہوگئی۔ جنازہ گور گھٹڑی کے سامنے پہنچا۔ میت کے آگے آپ کا حلقۂ ذکر، ذکرِ الٰہی میں مصروف تھا۔ آپ حلقہ کے وسط میں مراقب تھے۔ حلقہ میں چیف جسٹس جناب شیخ عبدالحمید صاحب کے والد شیخ غلام رسول صاحب مرحوم وجد و حال میں مصروف تھے۔ تحصیل کے دروازہ پر ایک پولیس کا سپاہی ڈیوٹی پر تھا وہ جناب شیخ غلام رسول صاحب مرحوم کے وجد و رقص پہ مذاق اور ہنسی کر رہا تھا۔ آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر اس سپاہی کی طرف دیکھا اس کی مذاق اور ہنسی کو دیکھا۔ جناب آقا صاحب مرحوم نے اُس پر توجہ فرمائی۔ آپ کے دیکھنے کے ساتھ ہی وہ سپاہی معہ بندوق وردی کے حلقۂ ذکر میں وجد و حال میں مصروف ہوگیا اور روتا پیٹتا رہا۔ آپ نے اس کو حلقہ سے باہر نکلوا دیا۔ سپاہی کے حواس بجا نہ رہے اور وہ تھانہ میں بھی بدستور روتا پیٹتا رہا۔ آخر پولیس افسران اس کو لے کر دوبارہ حلقۂ ذکر میں لائے اس وقت میت چوک قصاباں کے قریب پہنچ چکی تھی۔ آپ نے اُس کی طرف نظرِ کرم سے دیکھا اور وہ شخص ہوش میں آگیا۔ اور اُس سے وہ کیفیت جاتی رہی۔ آپ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ اللہ والی مخلوق پر مت ہنسا کرو، اور فرمایا ؎

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر

تُو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

پشاور شہر اور لاہور میں آپ کے مُریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ہر طبقہ کے افراد آپ سے عقیدت رکھتے اور آپ سے اصلاح پذیر ہوتے۔ جہاں پر آپ فقراء اور متوسط طبقہ کی اصلاح فرماتے۔ وہاں پر آپ اُمراء اور حکام کی بھی اصلاح فرماتے۔ چنانچہ صوبہ سرحد کے اعلیٰ حاکم جناب کرنیل محمد اسلم خاں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اپنی سعادت سمجھتے اور خان بہادر

---

[1] آقا سید بزرگ شاہ صاحب گنج والے کی اہلیہ تھی۔

Marfat.com

غلام صمدانی خان صاحب تو آپ کے اپنے معتقد تھے کہ انھوں نے اپنی دو صاحبزادیاں آپ کے ہر دو صاحبزادگان کے حبالۂ عقد میں دیں۔ اسی طرح پشاور کے سردار خیل اور قاضی خیل اور دُوسرے کئی خاندان آپ کے حلقۂ مریدین میں داخل ہوئے۔ آپ کے وجود سے سلسلہ عالیہ چشتیہ کو صوبہ سرحد میں اس دَور میں کافی ترقی ہوئی۔ اس وقت اس علاقہ میں اس مبارک سلسلہ کا کوئی شیخ نہیں تھا جو طریقۂ چشتیہ کی تبلیغ و ترویج کرتا، اور اس سلسلہ کی اشاعت اس علاقہ میں ایک بہت ہی مشکل اور کٹھن کام تھا۔ اس علاقہ پر طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ کا انتہائی اثر و نفوذ تھا۔ خصوصاً سلسلہ سوات صاحب جو اپنے آپ کو "قادریہ نقشبندیہ زاہدیہ" سے نسبت کرتے تھے۔ سماع کا سُننا انتہائی گمراہی اور بے دینی سمجھتے تھے۔ آپ نے اس ماحول میں جبکہ پرائے تو تھے ہی دشمن اپنوں سے بھی بحث و مباحثہ اور بسا اوقات مناظرہ تک نوبت آتی، ہمت و استقلال اور اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ اس سلسلہ کو گھر گھر پہنچایا اور وجد و حال کی مجالس کو قائم کیا۔

آپ کرامات کے اظہار کرنے میں بہت ہی محتاط تھے، اور اگر آپ سے کوئی کرامت صادر ہو جاتی تو بھی اس کی نسبت اپنی طرف نہ فرماتے۔ اور اولیاء اللہ کا یہی طریقہ کار رہا ہے۔ ہزاروں مکشوفات اور کرامات آپ کے مشہور ہیں۔ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب کی صورت بن جاتی ہے۔ آپ کی اکثر کرامات اصلاحِ حال پر مبنی تھیں۔

آپ کے تصرفات کا یہ عالم تھا کہ اِدھر آپ نے توجہ فرمائی اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے وُہ کام پورا فرما دیا۔ آپ کے رُوحانی کمالات کا اندازہ وُہی کر سکتا ہے جو آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا ہو۔ آپ کے ایک مرید بیان فرماتے ہیں کہ مجلسِ سماع میں جس وقت آپ توجہ فرماتے تھے تو سالک سیر فی اللہ اور سیر مع اللہ میں مصروف ہو جاتے اور یہ تمام آپ کی نظرِ کرم اور توجہ کاملہ کی طفیل ہوتا۔

آپ نے بہت سفر کئے۔ حج کا سفر اپنے شیخ گرامی حضرت آغا سیّد پیر جان صاحب کے ہمراہ کیا، اور جس جگہ اور جس شہر میں بھی سُنا کہ کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے آپ وہاں پر جاتے

Marfat.com

اور اُس شخص کی مُلاقات کرتے۔ آپ نے سُنا کہ گوالیار میں ایک فقیر ہے۔ آپ نے رختِ سفر باندھ کر گوالیار کی راہ لی اور اس حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ جب آپ اس کو ملے تو وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ حکیم حسن محمد چونیوی[۱] لکھتے ہیں

"چنانچہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ بس دُنیا میں صرف ایک شخص یعنی فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ جو بالکل حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قدم مبارک پر قدم رکھ کر چل رہے ہیں۔"

اور فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق یہ فرمایا کہ

"سیّد صاحب کی ہستی کا کوئی بزرگ ہندوستان میں نہیں ہے اور نہ ہی کوئی آپ کی تسلّی کر سکتا ہے۔"

آپ نے ان سے خوب فیضِ باطنی حاصل کیا۔ حضرت شیخ المشائخ میاں شیر محمد شرقپوری بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا کرتے۔ بلکہ آپ کو ایک بار شرقپور شریف آنے کی دعوت دی اور آپ تشریف بھی لے گئے۔ جلال پور شریف میں آپ حضرت سیّد حیدر شاہ صاحب سجادہ نشین سے ملے۔ یہ آپ کے پیر بھائی تھے یعنی خواجہ شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔ حضرت قبلۂ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کی اکثر مُلاقات رہتی۔ لاہور میں حضرت مولٰنا مولوی غلام قادر صاحب بھیروی خطیب مسجد بیگم شاہی (یہ بھی حضرت سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) اور جناب مولٰنا مولوی سراج الدین صاحب چشتی جو کہ لاہور کے اکابر علماء سے تھے آپ کے پاس آیا کرتے اور فیض و برکات حاصل کرتے۔ موہڑہ شریف میں اس وقت جناب پیر قاسم صاحب نقشبندی زندہ تھے۔ آپ ان کی مُلاقات کے لئے بھی تشریف لے گئے مگر ان کی گفتگو سے آپ کی تسلّی نہیں ہوئی۔ کشمیر کی سیاحت کی۔ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضر ہوئے اور

---

[۱] حکیم صاحب موصوف نے ایک کتاب انوار الشیخ فی تذکرۃ الشیخ آپ کے حالات میں لکھی ہے۔ غیر مطبوعہ ہے۔ صفحہ ۷۸

Marfat.com

بزرگ شخصیتوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔

حکیم حسن[1] محمد صاحب لکھتے ہیں۔

"قاضی فضل حق صاحب چونیوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ قاضی صاحب آدمی کو ایسا ہونا چاہیئے کہ اگر ستر صوفیوں کے درمیان بیٹھا ہو تو ہر ایک کے باطن پر نظر ہو، اور ہر ایک کے دل کی گہرائی کو دیکھ رہا ہو، اور اُس کے دل کو وہ ستر صُوفی نہ دیکھ سکیں۔ چنانچہ اس بات کے ثبوت میں حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی تمھارے دل کو میں اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے ہتھیلی۔ لیکن حضرت قبلۂ عالم کے قلب کی طرف جب خیال کرتا ہوں تو میرے دل کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے کہ میری نظر باطنی وہاں پہنچ ہی نہیں سکتی"۔

"قاضی فضل حق صاحب چونیوی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں پشاور میں حاضر ہُوا تھا کہ ایک مولوی یا صُوفی صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر تھے اور اُنھوں نے توحید کے بارے میں عرض کیا کہ اولیاء اللہ کے اندر جب اللہ تعالیٰ کا نور روشن ہو جاتا ہے تو بندہ بندہ نہیں رہتا۔ بلکہ خدا ہو جاتا ہے۔ حضرت قبلۂ عالم نے ذرا تھوڑی دیر خاموشی اختیار کر کے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب ذرا سوچ کر کلام کرو، یہ مقامِ توحید ہے۔ آپ اس کی کیفیت نہیں سمجھ سکتے اور آپ نے فرمایا غور کرو کہ جب بندہ بندہ ہے تو خدا کیسے ہو گیا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور جب کسی مکان میں چراغ روشن کر دیا جائے تو روشنی ہو جاتی ہے یہی حالت اولیاء اللہ کی ہوتی ہے۔ آپ نے فوراً فرمایا مولانا جب چراغ بجھا دیا جاتا ہے تو پھر اندھیرا کہاں سے آجاتا ہے۔ گویا اندھیرا اندر ہی موجود تھا کہیں نکل نہیں جاتا۔ مطلب یہ ہُوا کہ بندہ بندہ ہے اور

---

[1] انوار الشیخ فی تذکرۃ الشیخ (قلمی) ص ۶۹ قاضی فضل حق صاحب آپ کے صاحبِ مجاز خلیفہ تھے اور نہایت ہی مؤدب متواضع صاحبِ اخلاقِ حمیدہ بزرگ تھے۔ اپنے شیخ کے عشق میں ہر وقت مستغرق رہتے۔

Marfat.com

خدا خدا ہے۔ اگر نورانیت پیدا ہو جائے تو پھر بھی بندہ بندہ ہی رہتا ہے۔
چودہ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ بروز پیر آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے انتقال پر تمام پشاور کے بازار بند کیئے گئے۔ ہر شخص اشک بار نظر آتا تھا۔ جنازہ پر اتنا بڑا ہجوم تھا کہ بہت مشکل سے کندھا دینے کا موقع ملتا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک کا اسم گرامی سید محمد سعید جان صاحب المعروف آغا جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کا نام نام و اسم گرامی سید تجمل حسین صاحب المعروف آغا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت آغا سیّد محمد سعید جان صاحب

آغا سیّد محمد سعید جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف آغا جان صاحب نہایت ہی خوبصورت بارعب اور انتہائی صاحبِ عقل سلیم تھے۔ نہایت ہی پاکیزہ اور ستھرا لباس زیب تن کرتے، علمی لحاظ سے ایک بلند پایہ محقق عالم تھے۔ علوم متداولہ کی تکمیل کی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑھی سے حدیث و ادب پڑھا تھا اور سند فضیلت حاصل کی تھی۔ بے نظیر فقیہہ تھے۔ آپ کو فنِ خطاطی میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ تین قسم کے طرز تحریر کے ماہر تھے۔ نہایت متقی، پرہیزگار، پابندِ صوم وصلوٰۃ تھے۔ شاہانہ زندگی بسر کی۔ راہِ طریقت میں تیز گام، حقیقت و معرفت کے رموز و حقائق کے عالم اور شعرائے متصوفین کے کلام پہ کافی عبور تھا۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے والدگرامی مرتبت کے مرید و خلیفہ مجاز تھے۔ اور صاحب سجادہ ہوئے۔ لاہور، قصور، چونیاں (پنجاب) اور صوبہ سرحد میں سلسلہ کی اشاعت و ترویج کی۔ جس مجلس میں علماء و مشائخ کا اجتماع ہوتا اور آپ بھی موجود ہوتے تو کسی کو جرأت نہ ہوتی کہ آپ کے سامنے بات کر سکے نہایت قیمتی کتب خانہ جمع کیا۔ کمال درجے کے سخی اور سنجیدہ ترین بزرگ تھے۔ ۵۶ برس کی عمر میں ۷ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء کو انتقال کیا۔

جناب آغا سیّد شریف حسین صاحب صاحب سجّادہ ہوئے جو کہ آپ کے بڑے فرزند تھے۔ آپ کے دوسرے فرزند سیّد حسن سعید صاحب بی۔ ایس۔ سی ہیں اور آپ کے تیسرے فرزند

Marfat.com

سید علی سعید ہیں جو کہ "شاہ آغا" کے نام سے مشہور ہیں۔

سیّد حسن سعید صاحب سید حسن سعید صاحب بن حضرت آغا سید سعید جان صاحب نے بی۔ ایس۔ سی پاس کیا اور محکمہ جنگلات میں ملازم ہوئے ڈسٹرکٹ فارسٹ آفیسر کے عہدہ تک پہنچکر ریٹائرڈ ہوئے۔ نہائت ہی قابل، متین، سنجیدہ اور خلاق حسنہ کے مالک ہیں آپ کا ایک فرزند ہے جس کا نام ضیغم سعید تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں جوانی کے عالم میں ۷۲ء کے شروع میں فوت ہوا۔

سیّد علی سعید صاحب سید علی سعید صاحب بن آغا سیّد سعید جان صاحب مرحوم نے میٹرک پاس کیا "شاہ آغا" کے نام سے مشہور رہے۔ ہونہار اور جوان ہمت ہیں۔ سیاسی امور میں خاصی دلچسپی لیتے ہیں۔ محنتی ہیں۔ ٹھیکیداری بھی کرتے ہیں۔

حضرت آغا سیّد تحمل حسین صاحب جناب آغا سید سکندر شاہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے آغا سیّد تحمّل حسین صاحب المعروف آغا گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، فقیہہ اور معقولی تھے۔ بڑے بڑے اکابر علماء سے تکمیل علوم کیا۔ فقہ، منطق اور فلسفہ مولنا مولوی محمد احسن صاحب المعروف حافظ دراز صاحب سے پڑھا، حدیث شریف شیخ المحدثین مولنا مولوی محمد ایوب صاحب اور صوبہ سرحد کے مشہور و معروف محدث عالم مولوی عبد القادر صاحب سے پڑھکر سندِ فضیلت حاصل کی، تفسیر خطیب مسجد اہل حدیث جناب مولوی محمد عثمان صاحب سے پڑھی۔ فن خطاطی میں پیر گوہر علی شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔ اپنے والد محترم کے مرید و خلیفہ تھے۔ محفل سماع میں آپ پر ایک عجیب کیفیت کا عالم ہوتا۔ آپ کے کافی مریدین ہیں۔ آپ توحید وجودی کا مسلک رکھتے تھے۔ آپ کی طبیعت مبارک پرسوز و گداز اور عشق الہی کا جذبہ غالب تھا۔ فراغت تعلیم کے بعد آپ کی زندگی کا اکثر حصہ استغراق اور محویت میں گذرا۔ جب آپ پر یہ عالم طاری ہوتا تو آپ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتے۔ بیوی صاحبہ، بچوں، احباب اور مریدین سے قطع تعلق ہو جاتا۔ اور بے خبری کے عالم میں کئی کئی مہینے بلکہ سال تک گذر جاتے آخری

Marfat.com

مرتبہ ۴۶ء میں جب یہ عالم وارد ہوا تو چھ ماہ تک نہ کھانے کی خبر نہ پینے کا علم، بلکہ آپ نے نہ چھوٹا پیشاب کیا اور نہ بڑا۔ اسی عالم میں حضرت نور المشائخ ملّا صاحب شور بازار کابل رحمۃ اللہ علیہ آپ کو دیکھنے کے لئے چونیاں (قصور پنجاب) تشریف لے گئے، مگر آپ نے کوئی بات وغیرہ نہیں کی۔ حضرت نور المشائخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لئے دعا کی اور واپس ہوئے۔ اسی استغراقی کیفیت میں ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں انتقال فرمایا۔

دربار حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں پہلو کے قریب دفن کئے گئے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں ایک کا نام سید احمد شاہ صاحب بی اے اور دوسرے کا نام علی جواد صاحب ہے۔

سید احمد شاہ صاحب سید احمد شاہ بن حضرت آغا سید تجمل حسین صاحب مرحوم بی۔اے پاس ہیں۔ آج کل آپ بلڈنگز وغیرہ کی تعمیرات کے ٹھیکہ داری کا کام کرتے ہیں۔ آپ نہایت محنتی اور جفاکش ہیں۔ صاحب اخلاق حمیدہ اور اوصاف حسنہ ہیں آپ جناب سید شریف حسین صاحب شاکر سجادہ نشین مرحوم کے مرید ہیں۔ آپ بڑے صاحب حال اور صاحب ذوق ہیں۔ سلسلہ مبارکہ کی اشاعت و ترویج میں بہت کوشاں رہتے ہیں۔ آپ کا ایک صاحبزادہ ہے جس کا نام

سید علی جواد صاحب سید علی جواد صاحب بن حضرت آقا سید تجمل حسین صاحب انشورنس کمپنی میں ملازم ہیں۔ لاہور میں سکونت رکھتے ہیں۔ خوش خلق محنتی اور سنجیدہ ہیں۔

حضرت قدوۃ السالکین سید شریف حسین صاحب شاکر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم شریف سید شریف حسین تخلص شاکر، والد کا نام نامی اسم گرامی سید محمد سعید جان صاحب۔ اور "شاکر بغدادی" کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نجیب الطرفین

ل چونکہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ بغداد محبوب سبحانی قطب ربانی شہبازِ لامکانی سید (باقی اگلے صفحہ پر)

سیّد ہیں۔ آپ کی عمر صرف تین ماہ کی تھی کہ والدہ صاحبہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ جب عمر چار برس کی ہوئی تو حضرت حافظ جی سیّد ولایت شاہ صاحب مرحوم سے قرآن مجید شروع کرایا گیا۔ اور دیگر فارسی اردو کی کتابیں بھی پڑھنی شروع کیں۔ ساتھ ہی پرائمری سکول میں انگریزی تعلیم بھی شروع کر دی گئی۔ آپ نے ایف۔ اے (انگریزی) کی کلاس پاس کی اور فارسی میں منشی فاضل کیا۔ عربی کی تعلیم حضرت علاّمۂ وقت صدر المدرسین دار العلوم ربیع الاسلام بھاٹہ ماڑی مولینا مولوی سیّد محمد ایوبؒ شاہ صاحب جعفری سے تکمیل کی۔

کچھ مُدّت مشن ہائی سکول اور خالصہ ہائی سکول میں فارسی پڑھاتے رہے، برادرم مسعود انور صاحب شفقی ایڈیٹر روزنامہ انجام نے آپ کے سکول کی زندگی کے متعلق لکھا ہے[1] آغا صاحب (مرحوم) سکول کے ماحول میں بہت بلند کردار اور حد درجہ کے خوددار تھے، وُہ فارغ اوقات میں ہمیشہ سکول کی لائبریری میں مطالعے میں مشغول دیکھے گئے۔ میں نے کبھی بھی ان کو دُوسرے اُستادوں سے بے تکلف ہوتے نہیں دیکھا اور نہ ہی وُہ کبھی کسی سے مرعوب نظر آئے ہمیشہ انھوں نے اپنے آپکو عام ماحول سے بلند رکھا اور دوسروں کو اپنے اخلاق کی بلندی اور کردار کی پاکیزگی سے مجبور کیا کہ وُہ ان کی ہر ضرورت ہر قدم اور ہر مرحلہ پر محسوس کریں۔

جناب خلیفہ عبدالرشید صاحب تحریر کرتے ہیں "آپ بچپن ہی سے بڑے فیاض اور سخی تھے۔ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے تھے۔ بچپن ہی سے اولیاءاللہ اور مزارات سے بڑا اُنس تھا۔ جب کسی بزرگ یا مزار کا پتہ ملتا تھا۔ فوراً وہاں تشریف لے جاتے تھے اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔"

آپ کے والد کا ۱۹۳۷ئہ میں جب انتقال ہُوا تو قُل کے دن سردار عبدالرّب صاحب نشتر مرحوم سابق گورنر پنجاب کی ایک مختصر سی تقریر کے بعد آپ کے چچا جناب

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ سے ملتا ہے۔ اس لئے اسی نسبت سے آپ اپنے آپ کو بغدادی لکھتے تھے۔

[1] روزنامہ "انجام" ۱۵ اپریل ۱۹۶۰ئہ

حضرت آغا سیّد تجمل حسین صاحب نے آپ کو اپنے والد کی جگہ صاحبِ سجادہ مقرر کر دیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ میں بیعت کر کے صاحبِ مجاز و معنعن بھی کر دیا، اور جب تک زندہ رہے آپ کی تربیت کرتے رہے۔

صاحبِ سجادہ ہونے کے بعد اپنے آبا و اجداد کی طرح اپنے سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی محبت بھری شخصیت اور اخلاقِ کریمانہ نے تمام مریدین اور مخلصین کو آپ کا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ ہندوستان پنجاب اور افغانستان کے اکثر سجادہ نشین آپ سے بڑی محبت کرتے، اور آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔

ذکر اذکار کی محفلیں منعقد کرتے اور مُریدین کو ہمیشہ ذکر بالجہر کرنے کی تلقین کرتے۔ آپ کے حلقۂ ذکر میں ہمیشہ ایسی گرمی اور یمن و برکت ہوتی تھی کہ لوگ بیتاب ہو کر وجد و حال میں تڑپتے تھے۔ نماز، روزہ اور شریعت کی انتہائی پابندی کرتے تھے۔ اور باقاعدہ نمازِ تہجد ادا کر کے اپنے اوراد و اشغال میں مصروف ہو جاتے۔ سلسلہ چشتیہ میں لاہور چونیاں، قصور کے اکثر احباب کو مُرید کیا۔ سماع کی محفل میں انتہائی آداب کی پابندی کرتے اور آپ کی توجہ اور نظرِ کرم سے اہلِ محفل ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے رہتے۔ آپ پر خود بھی وجد و حال کی کیفیت رہتی۔ باوجود اِن سب باتوں کے ہمیشہ اپنی ذات کی نفی کرتے۔

آپ نے معرفتِ الٰہی کے حصول کے لئے دُور دراز کے سفر کیئے، مزار شریف کابل بغداد شریف، نجفِ اشرف، کربلائے معلّٰی اور ہندوستان کے تمام مزارات (بالخصوص اجمیر شریف تو ہر سال تشریف لے جاتے تھے) پر حاضر ہوئے۔ اثنائے سفر میں خدارسیدہ لوگوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔ فیوض و برکات حاصل کئے۔

آپ کو ادبِ اردو، اور شعر و شاعری میں بڑا درجہ اور مقام حاصل تھا۔ آپ حضرت علامہ سیّد وحید الدین صاحب بیخود دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ جنابِ بیخود صاحب کو بھی آپ سے بڑی محبت تھی۔ جب کبھی بھی دہلی تشریف لے گئے تو جنابِ بیخود صاحب

Marfat.com

خاص طور پر آپ کی خاطر مشاعرہ کی مجلس، آپ کی صدارت میں منعقد کرواتے۔ ایک بار لائلپور میں عظیم الشان مشاعرہ ہوا۔ جس میں ہندوستان کے چیدہ چیدہ شعراء مدعو تھے۔ ان میں آپ کے استاد بھی تشریف لائے تھے۔ آپ کو اس مشاعرہ میں خاص طور پر دعوت دی گئی تھی اور ایک نشست کی صدارت بھی فرمائی۔ ملک کے بلند پایہ ادبی رسائل میں آپ کے مضامین اور اشعار اکثر شائع ہوتے رہتے تھے۔ آپ نے اپنا کافی کلام چھوڑا ہے۔ جس میں توحید نعت اور غزل ہے۔ کلام پر طبیعت کے مطابق تصوّف کا رنگ غالب تھا۔

آپ نے تمام زندگی انسان دوستی، عشقِ الٰہی اور اتباعِ سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلسلہ مبارکہ کی اشاعت میں گزاری سیاسیات سے کلّی طور پر یک سُو رہے۔

آپ کی صحت بہت اچھی تھی۔ ایک بار آپ مری تشریف لے گئے۔ مری میں آپ پر "وجع القلب" کا دَورہ پڑا۔ اِس تکلیف میں آپ نے چند دن گذارے۔ اللہ تعالٰے نے آپ کو آرام عطا فرمایا۔ ایک برس کے بعد لاہور سے پشاور آتے ہوئے ریل گاڑی میں رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ پر شدید قسم کا دورہ پڑا۔ اب آپ کی طبیعت نہ سنبھلی۔ پشاور شہر کے معروف ڈاکٹر سیّد علی رضا صاحب آپ کے معالج تھے۔ نماز عید حسب سابق حضرت سلطان العارفین سیّد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لائے دو دن کے بعد رات کے دو بجے تیسری بار آپ پر قلب کا انتہائی شدید قسم کا دَورہ پڑا۔ جس کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی اور آپ لیڈی ریڈنگ اسپتال میں داخل کرا دیئے گئے۔ تیسرے دن یعنی ۷ شوال ۱۳۷۹ھ کو اچانک آپ نے ایک "نعرہ "اللہ" کا لگایا اور آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ انگریزی کی ۴ اپریل ۱۹۶۰ء پیر کا دن تھا۔

آپ کی وفات کی خبر تمام پشاور میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ پشاور کے بڑے بڑے بازار بند ہو گئے۔ دوسرے دِن آپ کا جنازہ صبح دس بجے اُٹھایا گیا۔ ہزار ہا لوگ پشاور، مضافات راولپنڈی، لاہور، قصور، چونیاں اور ہزارہ سے آئے اور جنازہ میں شامل ہوئے۔ مخدومی سلطان محمد

Marfat.com

صاحب زار نے اس قطعہ سے آپ کی تاریخِ وفات نکالی ہے۔

زارِ محسن مرے، مرے مشفق چل دیئے چھوڑ کے، مجھے مغموم
فکرِ تاریخ پہ یہ آئی ندا! وائے داغ شریف جان مرحوم

۱۹ ۶ ۰

آپ کا صرف ایک ہی فرزند سیّد محی الدین عابد فوزی الگیلانی ہے سلمہ الرحمٰن

سیّد محی الدین عابد المعروف فوزی القادری الگیلانی

سیّد فوزی آغا سلمہ الرحمٰن اس وقت میٹرک میں پڑھ رہا ہے۔ والد محترم کی وفات کے بعد تمام مریدین و خلفاء لاہور و چونیاں نے آپ کی دستار بندی کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں اس فقیر سے نسبت قائم ہے۔ اپنے والد اور پردادا حضرت الحاج آغا سید سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے وجود سے مخلوق خدا کو روحانی فیوض و برکات سے ہدایت نصیب فرمائے اور دینِ اسلام کی خدمت کا سلسلہ جس طرح آپ کے بزرگوں نے جاری رکھا۔ اسی طرح انہیں کے نقشِ قدم پر چل کر اس کو جاری رکھیں۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

ذخیرہ

حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین جناب سیدہ شاہ میر صاحب قادری مظفر آبادی

بن

حضرت العلامہ سیّد شاہ محمد غوث صاحب قادری لاہوری

والدین نے آپ کا نام سید میر رکھا۔ اور جناب شاہ میر صاحب مظفر آبادی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی تعلیم اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی، لاہور کے مختلف علماء سے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ کچھ عرصہ درس بھی دیا۔ اپنے والد گرامی کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت ہو کر صاحب مجاز اور معنعن ہوئے

اپنے بڑے بھائی جناب سید محمد عابد صاحب رحمت اللہ علیہ کے پاس کشمیر تشریف لے گئے کچھ عرصہ وہاں درس و تدریس اور سلسلہ مبارکہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔ حضور محبوب سبحانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حکم سے آپ مظفر آباد (آزاد کشمیر کا دارالخلافہ ہے) تشریف لائے۔ اور مستقل قیام فرمالیا۔ حدیث شریف کا درس خود ارشاد فرماتے۔ اور دیگر علماء مختلف فنون کی کتابیں پڑھاتے، اس کے ساتھ ساتھ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کو خوب اس علاقہ میں فروغ دیا، لنگر جاری کیا۔ بقول صاحب بحر الجمان سلطان مقرب خان (جو کہ وہاں کا حاکم تھا) آپ کے اخلاق حسنہ اور خدمت دین اسلام سے حد درجہ متاثر ہوا اور اپنی لڑکی سے آپ کی شادی کر دی، جب یہ آپ کی بیوی فوت ہوگئی تو اس نے اپنی دوسری لڑکی بھی آپ کے حبالۂ عقد میں دے دی آپ کو تقریباً پندرہ ہزار روپے کی جاگیر بھی دی۔ جس کو آپ سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق "تؤخذ من اغنیائھم وتقسم علی فقرائھم"

Marfat.com

(لیا جائے امیروں سے اور تقسیم کیا جائے مسلمانوں کے فقراء پر) غرباء، فقراء اور بے وسیلہ لوگوں پر خرچ کرتے، ہزاروں مسافر اور غریب آپ کے لنگر سے سیر ہو کر جاتے۔ بیواؤں اور یتیموں کے ماہوار وظیفے مقرر تھے، یتیموں اور لاوارث لڑکیوں کی شادی کا انتظام لنگر سے کیا جاتا۔ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" آپ کا خاص وصف تھا۔ کثیر الکرامت تھے، مرجع خاص و عام اور مستجاب الدعوات تھے زہد و تقویٰ کو آپ پر ناز تھا۔

آپ کے پانچ فرزند[1] تھے۔ سید میر حسین شاہ صاحب، سید محمد علی شاہ صاحب، سید میر ولی شاہ صاحب، سید میر سلطان صاحب اور سید پیر چراغ شاہ صاحب۔

سید میر حسین شاہ صاحب

سید میر حسین شاہ صاحب نے علمائے کشمیر و پنجاب سے علوم درسیہ کی تکمیل کی، آپ نہایت ہی بلند پایہ فقیہہ تھے، اپنے والد محترم سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ درس تدریس کے ساتھ انتہائی زہد و عبادت کی زندگی بسر کی۔ بڑے صاحب خیر و برکت تھے، سیاسیات ملکی میں آپ ممتاز شخصیت کے مالک تھے نہایت صاف گو اور نڈر تھے، حکمرانوں اور امراء پر اپنے مواعظ میں ان کی دینی بے راہ روی پر ان کو آزادانہ طریقہ پر ہدف تنقید بناتے۔ اور کسی کی طاقت و دولت کی کوئی پرواہ نہ کرتے، لنگر سے غربا کی پرورش کرتے۔ جو جاگیر وغیرہ آپ کے والد گرامی کی طرف سے درانیوں کی ملی تھی آپ کی اس بے باکانہ تنقید اور حق گوئی کی بنا پر راجہ گلاب سنگھ کی حکومت میں ضبط کر لی گئی۔ مگر آپ کا لنگر اسی طرح جاری رہا۔ اسی طرح ہزارہا لوگ خانقاہ اور مدرسہ میں جمع رہتے اور سیر ہو کر بھوک کو ختم کرتے، آپ مستجاب الدعوات تھے۔ جس وقت کوئی برص والا یا جذام والا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ دعا فرماتے تو وہ تندرست اور صحیح و سالم ہو کر جاتا۔ جب کوئی نابینا آپ کے پاس آتا تو آپ اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگاتے تو وہ بینا ہو

---

[1] سید محمد علی شاہ صاحب، سید میر ولی شاہ صاحب، سید میر سلطان شاہ صاحب، اور سید چراغ شاہ صاحب کے حالات ابھی تک باوجود تلاش کے ہمیں میسر نہیں ہو سکے۔

Marfat.com

جاتا۔ آپ سے ایسی ہی ہزارہا کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ تمام علاقہ میں آپ کے شاگردوں اور مریدین کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔

آپ کے تین فرزند تھے۔ سید محمد شاہ صاحب، سید قدرت اللہ شاہ صاحب، سید حبیب اللہ شاہ صاحب۔

جناب سید محمد شاہ صاحب قادری

جناب سید محمد شاہ صاحب عالم، فاضل، صاحب زہد و تقویٰ تھے، اپنے والد صاحب سے مرید ہو کر سلوک و معرفت کی منازل طے کر کے صاحب اجازت ہوئے۔ مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہو کر تبلیغ، ارشاد و ہدایت میں مصروف رہے۔ اپنے بزرگوں کی روش پر قائم و ثابت قدم رہ کر فقراء، مساکین، غرباء اور علماء کرام کی خدمت کو اپنا وظیفہ حیات بنایا، ہزارہا لوگ آپ کے وجود سے فیض یاب ہوئے بقول "صاحب بحر الجمان" بمقام پنجکوٹ، علاقہ لچراٹ، ضلع مظفر آباد میں مدفون ہوئے[1]
سید محمد شاہ صاحب کے فرزند سید اسد اللہ شاہ صاحب تھے۔

جناب سید اسد اللہ شاہ صاحب قادری

جناب سید اسد اللہ شاہ صاحب علوم اسلامیہ کے فاضل تھے۔ صاحب زہد و ورع تھے آپ پشاور تشریف لائے اور یہاں ہی مقیم ہو گئے۔ جناب حضرت سید میرجی صاحب رحمت اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی آپ کے حبالۂ عقد میں دے دی، آپ حضرت آغا میرجی صاحب رحمت اللہ علیہ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر صاحب مجاز ہوئے انتہائی عبادات اور ریاضات میں زندگی بسر کی۔ آپ ۱۲۸۳ھ میں فوت ہوئے اور پشاور میں ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ کے قبرستان میں شاہ معصوم رحمت اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے آپ کے فرزند سید محمود شاہ صاحب تھے۔

---

[1] صفحہ ۱۷

جناب سیّد محمود شاہ صاحب

جناب سید محمود شاہ صاحب انتہائی شریف النفس صاحب اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمانہ کے مالک تھے۔ اپنے بزرگوں کی روش پر قائم رہے۔ اور زہد وعبادت میں مصروف رہے۔ بہت سخی تھے آپ کی شہرت کی وجہ آپ کی سخاوت تھی ۳ جنوری ۱۹۰۲ء کو فوت ہوئے اور والد مرحوم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ سید ولایت شاہ صاحب، سید عنایت شاہ صاحب، سید ہدایت شاہ صاحب۔

جناب سیّد ولایت شاہ صاحب

جناب سیّد ولایت شاہ صاحب تقریباً ۴ برس کے تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی پرورش آپ کی نانی صاحبہ نے کی۔ آپ کی بیعت بقول آپ کے فرزند سید سعادت شاہ صاحب کے جناب حضرت آغا میرجی صاحب رحمت اللہ علیہ سے تھی، اور آپ کی ظاہری اور باطنی تعلیم وتربیت جناب حضرت سید محمد شاہ صاحب بن جناب حضرت آغا میرجی صاحب نے کی، اور ان سے کافی فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ کو فقراء اور درویشوں کے ملنے کا بڑا شوق تھا، نوشہرہ کلاں میں حضرت ملنگ بادشاہ اور کوہلی شریف (نزد حسن ابدال پنجاب) میں جناب حضرت سیّد ولایت شاہ صاحب سے بہت عقیدت ومحبّت رکھتے تھے۔ اور اکثر ان کی صحبت میں حاضر رہتے، جناب آغا سعادت شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ "والد صاحب جب کوہلی تشریف لے جاتے تو ان پر سخت بنیابی کا عالم ہوتا، ایک ماہ میں ایک بار ضرور کوہلی جاتے"۔

آغا سعادت شاہ صاحب لکھتے ہیں "میرے والد باعمل بزرگ تھے، روزانہ پانچ وقت نماز، تلاوت قرآن شریف، اور اپنے اوراد واشغال کے پابند تھے۔ رات کو کافی دیر تک نفی اثبات کے ذکر میں مشغول رہتے، آخری دم تک اوراد و وظائف میں مصروف رہے۔ آپ صاحب اخلاق حسنہ، ملنسار، خوش خلق اور فقیرانہ طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کی وفات یکم فروری ۱۹۳۴ء بروز جمعرات ہوئی۔ اور حضرت شاہ معصوم رحمت اللہ علیہ کے قبرستان میں اپنے والد کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کے دو فرزند ہیں سید سعادت شاہ صاحب قادری

Marfat.com

اور سید سخاوت شاہ صاحب مرحوم۔

سیّد سعادت شاہ صاحب جناب سیّد سعادت شاہ صاحب نے ۱۷ پارہ قرآن مجید حفظ کیئے۔ اور بیماری کی وجہ سے پورا قرآن مجید یاد نہ کر سکے اپنے خسر جناب حافظ سید گل باد شاہ صاحب مرحوم کے مرید اور صاحبِ مجاز ہیں۔ متواضع خوش خلق ملنسار اور متقی ہیں۔ پرائمری سکول میں مدّرس ہیں۔ سلسلہ کی اشاعت میں خاصی دلچسپی لیتے ہیں اس وقت آپ کی عمر ۶۰ برس کے قریب ہوگی۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید سجاد حسین صاحب شیدائی اور سید کرامت شاہ صاحب۔

سیّد سخاوت شاہ مرحوم سیّد سخاوت شاہ نہایت خاموش، صاحبِ اخلاق حمیدہ اور پاک نفس نوجوان تھا۔ میٹرک پاس کر کے جے وی کا امتحان اعلیٰ المیزات پر پاس کر کے ٹدل سکول میں مدرس تھا۔ جوانی کے عالم میں لاولد فوت ہوگیا۔

سیّد عنایت شاہ صاحب سید محمود شاہ صاحب کے دوسرے فرزند کا نام سید عنایت شاہ صاحب تھا۔ آپ لاہور میں مقیم رہے خوش وضع آدمی تھے پہلے دو شادیاں کیں۔ مگر ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی پھر آخری عمر میں شادی کی جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ تقریباً ستر برس کی عمر میں ۱۹۶۹ء میں انتقال کیا۔ محلہ سبز پیر میں خانقاہ سبز پیر میں دفن ہوئے۔

سیّد ہدایت شاہ صاحب سیّد محمود شاہ صاحب کے تیسرے فرزند سید ہدایت شاہ صاحب تھے جو لاولد فوت ہو گئے۔

حضرت صوفیٔ باصفا سیّد محمد یوسف شاہ صاحب قادری

بن حضرت سیّد محمد عابد صاحب قادری خانیاری

جناب حضرت سیّد محمد عابد صاحب قادری خانیاری کے چوتھے فرزند جناب سید محمد یوسف شاہ صاحب قادری تھے، آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد محترم کے زیر سایہ ہوئی کشمیر کے مختلف علماء اور فضلاء سے علوم متداولہ کی تکمیل کی، والدگرامی کے دستِ حق پرست پر بعیت کی، آپ نے بڑی ریاضات کیں اور چلّے کاٹے، فقراء کی تلاش میں طول طویل سفر کئے جب والدگرامی نے صاحبِ مجاز کر دیا تو پھر آپ نے لنگر جاری کیا اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر غرباء اور فقراء کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ آپ ایک بلند پایہ عالم و فاضل تھے اس لئے ہر وقت آپ کی مجلس علماء اور فضلا سے بھری رہتی۔ آپ بڑے کثیر الکرامت تھے۔ آپ کا مزار بمقام "ڈاڈا پیر" مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔ سید محمد شاہ، سید عبداللہ شاہ سید عبدالرحیم، سید احمد شاہ۔ سید رحمان شاہ اور سید نور شاہ[1]۔

حضرت سیّد احمد شاہ صاحب جناب سید احمد شاہ صاحب عالم و فاضل اور برگزیدہ شخصیت تھے۔ بزرگان کرام کی روش پر قائم تھے۔ والد محترم سے سلسلہ کو حاصل کیا تھا۔ اپنے وقت کے بزرگ تسلیم کئے گئے اور ہزارہا لوگوں نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ سید میر اسماعیل شاہ صاحب، سید حسن شاہ صاحب، سید یعقوب شاہ

---

[1] صاحب بحر العجائب نے آپ کے تین فرزندوں ابراہیم شاہ۔ نور شاہ اور عبداللہ شاہ کا ذکر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۷ پر کیا۔ من شاء فلیرجع الیہا۔ سید رحمان شاہ اور محمد شاہ کے حالات ابھی تک نہیں ملے۔

Marfat.com

صاحب، سید مشرف شاہ صاحب۔

حضرت سیّد اسماعیل شاہ صاحب جناب حضرت سید اسماعیل شاہ صاحب آکر پشاور سکونت پذیر ہوئے۔ صاحب علم و فضل تھے موروثی شرافت و کرامت کے مالک تھے، نہایت ہی متین، سنجیدہ اور خلیق تھے۔ پیری و مریدی کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ سید میرو شاہ صاحب اور سید یعقوب شاہ صاحب۔ سید میرو شاہ صاحب لاولد فوت ہو گئے۔

جناب سیّد یعقوب شاہ صاحب جناب سید یعقوب شاہ صاحب نے اپنے والد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ نہایت خوش شکل اور پاکیزہ صفت بزرگ تھے۔ ملنسار، متواضع اور مہمان نواز تھے، پشاور کے لوگ آپ کے ساتھ تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ لاہور (پنجاب) میں بھی آپ نے اسی طرح لوگوں سے مراسم رکھے اور بہت اچھا اثر و رسوخ قائم کیا آپ کی تاریخ وفات

آپ کے نو صاحبزادے تھے۔ سید اکبر شاہ اوّل (یہ لاولد ہی فوت ہو گئے) سید نور بادشاہ (یہ بھی لاولد فوت ہو گئے) سید امیر شاہ (یہ بھی لاولد فوت ہو گئے) سید ولایت شاہ (یہ بھی لاولد فوت ہو گئے) سید اکبر شاہ ثانی صاحب۔ سید مقبول شاہ صاحب، سید سکندر شاہ صاحب، سید صغیر شاہ صاحب۔ سید بشیر بادشاہ صاحب۔

سیّد اکبر شاہ ثانی سید اکبر شاہ صاحب ثانی انتہائی منکسر المزاج اور فقیرانہ طبیعت کے مالک تھے۔ زیارت حرمین الشریفین سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ اسّی برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کا ایک صاحبزادہ نور بادشاہ صاحب عین جوانی کے عالم میں ناکتخدا ہی فوت ہو گئے۔

جناب سیّد مقبول شاہ صاحب۔ جناب سید مقبول شاہ صاحب ملنسار، ہنس مکھ

Marfat.com

اور وضعدار بزرگ تھے۔ شہری زندگی میں ایک اچھے مقام کے مالک تھے۔ آپ کی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی۔ آپ کی وفات ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ہوئی اور حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے

جناب سید سکندر شاہ صاحب جناب سید سکندر شاہ صاحب نے انگریزی تعلیم جو ضروری تھی وہ حاصل کی۔ حصول تعلیم کے بعد آپ محکمہ مال میں ملازم ہو گئے۔ آپ سیاسیات میں بھی آزادی خواہ لوگوں کے ہمخیال رہے ہیں ترک موالات کے موقعہ پر نوکری بھی ترک کر دی تھی۔ مگر آخری عمر میں یکسو اور کنارہ کش ہو گئے تھے۔ آپ قابل فہیم، متین، اور سنجیدہ صفات کے حامل تھے آپ کی وفات ہوئی۔ اور سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کے فرزند کا نام سید حسن بادشاہ صاحب ہے۔

جناب سید حسن بادشاہ صاحب جناب سید حسن بادشاہ صاحب جناب سید سکندر شاہ صاحب کے فرزند ہیں۔ بی۔ اے تک انگریزی تعلیم ہے ہونہار با اخلاق اور پشاور شہر کے ایک محترم و معزز فرد ہیں۔ سیاسیات میں کونونشن مسلم لیگ سے تعلق رکھتے ہیں سابق صدر ایوب کے دور میں بی۔ ڈی نظام کے تحت صوبائی کونسل کے ممبر رہے ہیں اس وقت ۴۸ برس کی عمر ہو گی، آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔

سید شیر بادشاہ صاحب جناب سید یعقوب شاہ صاحب کے فرزند سید شیر بادشاہ صاحب ابھی زندہ ہیں۔ بالکل درویشانہ مزاج رکھتے ہیں ۶۰ برس کی عمر ہو گی۔ غیر شادی شدہ ہیں

جناب سید حسن شاہ صاحب جناب سید حسن شاہ صاحب جناب سید احمد شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ پشاور تشریف لا کر یہیں مقیم ہو گئے۔ جناب حضرت آغا میر جی صاحب

Marfat.com

رحمت اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی آپ کے حبالۂ عقد میں دی۔ آپ اپنے والد کے دست گرفتہ تھے، اور سلسلہ کی اشاعت میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ آپ کا انتقال پشاور ہی میں ہوا اور سید حسن صاحب کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کے چار فرزند تھے، سیّد ولی شاہ صاحب سیّد چن بادشاہ صاحب، سیّد لعل بادشاہ صاحب، سیّد بزرگ شاہ صاحب۔

سیّد ولی شاہ صاحب مادرزاد ولی تھے، صاحبِ کرامت تھے۔ لاولد فوت ہوگئے۔ مستجاب الدعوات تھے جو بات کہتے اسی طرح ہو جاتی۔

سیّد چن بادشاہ صاحب سیّد چن بادشاہ صاحب نہایت ہی خلیق اور بزرگانہ صفات کے حامل تھے۔ صاحب خیر و برکت تھے۔ بزرگان کرام کے سلسلہ میں منسلک تھے فقیرانہ رنگ آپ پر غالب تھا، آپ ابوالبرکات سید صاحب حسن رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہیں۔ آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام سید اقبال شاہ صاحب تھا۔

سیّد اقبال شاہ صاحب جناب سید اقبال شاہ صاحب درویشی صفت اور متوکل بزرگ تھے والد گرامی کے سلسلہ سے منسلک تھے۔ آپ منکسر المزاج اور بڑے متقی تھے۔ پاکیزہ اخلاق و اعمال کے مالک تھے۔ شہر کے لوگ آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۷ جنوری ۱۹۵۱ء میں ہوئی اور سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کے دو فرزند بنام سید میر احمد شاہ صاحب المعروف چن بادشاہ صاحب مرحوم اور پیر احمد شاہ صاحب ہیں۔

سیّد میر احمد شاہ صاحب المعروف چن بادشاہ صاحب مرحوم سید میر احمد شاہ صاحب المعروف چن بادشاہ صاحب مرحوم نہایت ہی محنتی اور جفاکش تھے۔ سیاسیات میں آپ خاکسار تحریک کے جانباز رکن تھے اور اس تحریک کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ بہار، لکھنؤ اور لاہور کی سول نافرمانیوں کی تحریکوں میں حصّہ لیا۔ اور قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں۔ جب سے خاکسار تحریک ختم ہوئی تو آپ اوراد و اشغال میں مصروف ہو گئے ہیں شب

بیداری آپ کا شغل آخری دم تک رہا۔ آخر ایک طویل بیماری کے بعد فوت ہو گئے اور جوار سیّد حسن رحمت اللہ علیہ میں دفن ہوئے ناکتخدا تھے۔

جناب پیر احمد شاہ صاحب ہونہار اور سنجیدہ نوجوان ہیں۔ ابھی غیر شادی شدہ ہیں تقریباً ۳۸ برس عمر ہوگی۔ بڑے ہنس مکھ اور خلیق ہیں۔

جناب سیّد لعل شاہ صاحب جناب سید حسن شاہ صاحب کے تیسرے فرزند سید لعل شاہ صاحب تھے۔ آپ بزرگانہ اوصاف رکھتے تھے۔ ہر وقت اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ صاحب اللفظ تھے حضرت آغا میر جی صاحب رحمت اللہ علیہ آپ کے پیر صحبت تھے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ سید سعید بادشاہ صاحب، سیّد پھل بادشاہ صاحب، سیّد منور شاہ صاحب۔

سیّد سعید بادشاہ صاحب سید سعید بادشاہ صاحب اپنے بزرگوں کی روش پر قائم رہے فقیروں درویشوں سے بڑی محبت کرتے۔ نیک خو اور سنجیدہ انسان تھے ٹھیکہ داری کا کام کرتے۔ اپنے والد صاحب کے سلسلہ میں منسلک تھے۔ پیری مریدی کرتے تھے۔ ۵۷ئہ میں انتقال کیا اور ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

سیّد پھل بادشاہ صاحب جناب سیّد پھل بادشاہ صاحب مرحوم نہایت ہی خوش اخلاق، ملنسار، متواضع، سخی، مہمان نوازی کے مجسمہ اور پشاور شہر کی ایک ممتاز شخصیت تھے۔ پاکیزہ نفس اور خوبصورت ترین بزرگ تھے۔ تمام رات بزرگوں کے واقعات بیان کرتے گذار دیتے۔ فقیرانہ مزاج رکھتے تھے آپ کی عمر ۴۷ برس تھی ۵ فروری ۱۹۵۵ئہ کو انتقال فرمایا۔ آپ لاہور میں مزار پُرانوار حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ پر آخری ایام میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ انتقال بھی وہیں ہوا۔ آپ کی نعش پشاور لا کر جوار سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ میں دفن کی گئی۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

Marfat.com

سیّد منوّر شاہ صاحب جناب سید منوّر شاہ صاحب سید لعل شاہ صاحب کے چھوٹے برخوردار ہیں آپ اپنے بزرگانِ کرام کے سلسلہ میں منسلک نہیں ہوئے بلکہ ملاہی ٹولہ ضلع اٹک کے ایک مجذوب الحال درویش جناب سید نور بادشاہ صاحبؒ سے عقیدت رکھتے تھے اور انہی کی روش پر گامزن ہیں۔ ان کا سلسلہ جناب حضرت سلطان صدرالدین صاحب اٹک والے سے ملتا ہے۔ سید منوّر شاہ صاحب سماع خوب سُنتے ہیں۔ ملنسار اور خلیق بزرگ ہیں ۵۵ برس کی عمر ہوگی۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید کرم علی شاہ صاحب اور شاہین آغا صاحب کی عمر ۱۴ برس ہوگی دسویں میں پڑھتا ہے۔

سیّد کرم علی شاہ صاحب نوجوان ہونہار ہیں۔ ایف۔ اے میں پڑھ رہے ہیں۔

سیّد بزرگ شاہ صاحب مرحوم جناب سید حسن شاہ صاحب کے چوتھے فرزند سید بزرگ شاہ صاحب تھے۔ آپ بڑے بزرگانہ صفات کے حامل تھے۔ نہایت ہی منکسرالمزاج تھے۔ ایک سچے فقیر میں جو صفتیں اور خوبیاں ہونی چاہئیں۔ وُہ آپ میں موجود تھیں۔ آپ بڑے متوکل تھے۔ آپ کے تمام امور کا اللہ تعالےٰ خود کفیل تھا۔ پشاور شہر کے لوگ آپ کو بڑی عزت و تکریم کی نظر سے دیکھتے۔ آپ اپنے دوستوں کی بڑی قدر و منزلت کرتے۔ تمام عمر یکسوئی اور کنارہ کشی میں گذاری۔ والد محترم سے طریقت میں منسلک تھے۔ آپ کی وفات شوال ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ آپ کے جنازہ پر نور کی بارش ہو رہی تھی۔ ایک صاحب کشف بزرگ نے مجھے خود کہا کہ "بزرگ شاہ با ایمان گیا"۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ سید مشرف شاہ صاحب مرحوم ۔ سیّد اشرف شاہ صاحب مرحوم۔ سید محبوب شاہ صاحب مرحوم۔ سید مشرف شاہ صاحب لاولد فوت ہوئے۔

سیّد اشرف شاہ صاحب: سید اشرف شاہ صاحب نہایت بااخلاق،

متواضع اور اخلاق حمیدہ و اوصافِ شریفہ کے حامل تھے۔ جوانی کے عالم میں فوت ہوئے آپ کی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی۔

سید محبوب شاہ صاحبؒ

سید محبوب شاہ صاحب، نہایت ہی سادہ طبیعت اور یکسو رہتے تھے۔ تمام زندگی لاہور میں مزار پر انوار حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ پر بسر کی۔ بیمار ہو کر پشاور آئے اور یہیں ۱۳۶۵ھ میں انتقال کیا۔ اور ابو البرکات سید حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ لاولد تھے۔

Marfat.com

عارف باللہ قدوہ اہلِ صفا حضرت سید میر شاکر شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ

بن حضرت شیخ المحدثین عمدۃ الفضلاء سید سخی شاہ محمد غوث صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید میر شاکر شاہ صاحب جناب شیخ المحدثین سید سخی شاہ محمد غوث صاحب رحمت اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں آپ کی تعلیم و تربیت اپنے گرامی قدر والد نے خود کی۔ پشاور۔ افغانستان اور پنجاب کے علماء سے آپ نے علوم متداولہ کی تکمیل کی تحصیل علم کر کے مسند درس پر رونق افروز ہوئے "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" میں کمال انہماک تھا۔ اپنے والد گرامی مرتبت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انتہائی ریاضتیں کیں، مجاہدات کئے اور پہاڑوں میں رہ کر چلے گئے۔ والد گرامی مرتبت سے جب سلوک و معرفت میں کمال حاصل کر لیا اور اسباق مکمل کر لئے تو خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو جب منشور خلافت مل گیا تو باذن امر باطنی غوث اعظم محبوب سبحانی سید شیخ ابو محمد محی الدین سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جہلم سے ۳۵ میل اندر کی طرف تحصیل پنڈ دادنخان میں گھر جاک پہاڑ میں جا کر تبلیغ و عبادت میں قیام فرمایا۔ آپ نے نہایت ہی صبر و استقامت اور عزم راسخ کے ساتھ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت و ترویج شروع کر دی، تھوڑے سے عرصہ میں تمام پہاڑی علاقہ، آپ کے ارشاد کئے ہوئے ذکرِ الٰہی سے منور ہو گیا۔ چک مجاہد، چک شادی ہرنپور۔ جلالپور۔ داراپور اور دیگر تمام گرد و نواح کے بڑے بڑے راجے اور نمبردار، امراء اور غرباء آپ کی مبارک اور بابرکت تعلیم اور صحبت سے فیض یاب ہو کر پابند صوم و صلوٰۃ اور متقی و پرہیزگار بن گئے۔ آپ "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" عملاً کرتے۔ اور احکام خداوندی

Marfat.com

کو نافذ فرماتے۔ مساجد میں خلفاء اور امام مقرر کئے جو کہ باقاعدہ بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کو قرآن حکیم اور دینی تعلیم پڑھاتے۔ اِس تمام علاقے میں "میراں شاہ شاکر" کے پیارے نام سے پکارے جاتے تھے، ہر ایک آپ پر پروانہ وار قربان ہوتا تھا۔ بقول حضرت سید امیر حیدر شاہ صاحب سجادہ نشین آپ نے گھکھڑ قوم میں شادی کی جس سے آپ کی اولاد ہوئی۔ چنانچہ حضرت آغا میر سید عیسےٰ صاحب رحمت اللہ علیہ کشمیر سے پشاور آتے ہوئے آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے تو آپ کی اولاد سے اس وقت یعنی ۱۲۱۷ھ میں حضرت میر اچھے شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔ آپ[1] کی اولاد میں حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین آغا سید پیر جان صاحب رحمت اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بڑے صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ اب اس وقت جناب آغا سید امیر حیدر شاہ صاحب، آغا سید ولایت شاہ صاحب اور الحاج آغا سید امیر شاہ صاحب آپ کے صاحبزادگان جناب ہیں پیری مریدی کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ سید امیر حیدر شاہ صاحب حضرت آغا سید سعید احمد شاہ صاحب بن حضرت الحاج آغا پیر جان صاحب کے مرید ہیں۔ نہایت سخی، مخلوق خدا کے کام آنے والے اور بزرگانہ اوصاف کے مالک ہیں۔

حضرت عارف باللہ قدوۃ اہلِ صفا سید میر شاکر شاہ صاحب کی تاریخ وفات ۱۱۸۳ھ ہے۔

---

[1] بمطابق شجرۂ نسب و کاغذات مال آپ کی اولاد کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔
سید امیر حیدر شاہ صاحب بن سید امام علی شاہ صاحب بن سید میراں شاہ صاحب بن سید شرف علی شاہ صاحب بن سید اچھے شاہ صاحب بن میراں شاکر شاہ صاحب۔

Marfat.com

شجرۂ طریقت قادریہ حسنیہ

بِکردگار امیں بکردارم
کہ بسے عاصی و گنہگارم

یا الٰہی بحقِ پیغمبر ﷺ
بخش جرم مرا کنوں بکبیر

بِعلیؓ ولی شیرِ خدا
نظر لطفِ کُن بجانبِ ما

بحسن بصری ستودہ سیّر
بکرم خاص خود بما بنگر

بحبیب عجم مکن خوارم
زانکہ چشمِ عطاء ز تو دارم

بفیوضاتِ طائیؒ داؤد
بکشاء بر دلم رموزِ شہود

بکراماتِ کرخی معروف
ساز ما را بمعرفت موصوف

بکمالاتِ سرّی ءِ سقطی
کہ در اسرار فقر بود قوی

بطفیلِ ریاضتِ جنید
زِ سعادت رساں مرا تو نوید

بابی بکر شبلیءِ عالی
کہ نمانم ز رحمتت خالی

بشہءِ عبد واحد یمنی
کُن دلِ من ز احتیاج غنی

بابی الفرح ءِ یوسفِ ذی شان
ساز مامون ز غلبۂ شیطان

بطفیل ابی الحسن اکنوں
از حوادث نما مرا مصئون؛

بمبارک ابی سعید کبیر
مخلصی بخش از عذابِ سعیر

بعنایاتِ شاہِ جیلانیؒ
دُور کن تو زِ من پریشانی

بہر آن سیّد نکو اطوار
عبد رزاق کن مرا سرشار

بہر آں سیّد ابی صالح
در قیامت مرا مکن طالح

بہر احمد کہ شد شہاب الدین — صاحب جاہ و صاحب تمکین
بہر آں سید بزرگ انام — شرف الدین ہست یحییٰ نام
بمحمد کہ ہست شمس الدین — از شدائد مکن مرا غمگین
بہر آں سید علاء الدین — بحسن بدر الدین نیک آئین
بہر یحییٰ کہ ہست شرف الدین — جانب ما بہ لطف خویشتن ببین
بہر آں سید ستودہ سیر — شرف الدین قاسم سرور
بہر آں سید احمد ذی جاہ — بہر سید حسین عالیجاہ
بہر آں شاہ باسط مختار — کہ مرا از حضیض جہل برآر
بہر آں شاہ عبد قادر ہم — بہر محمود سید اکرم
بہر توقیر سید عبد اللہ — کہ ازو یافت راہ ہر گمراہ
بہر سید حسن ابی البرکات — کہ بشہر لبست ہمچو آبحیات

بہر تکریم شاہ محمد غوث
ساز صافم تو از شوائب لوث

بہر آں شاہ عابد مرحوم — کہ نمانم ز رحمتت محروم
بہر آں شاہ سید موسیٰ — بہر آں شاہ سید عیسیٰ
بہر حضرت غلام شاہ انام — ہم بہ آن شاہ اکبر فرجام
بکرم گستری احمد شاہ — سید و ذی صفات و عالی جاہ
بہر سید زمان حبیب خدا — دل من صاف کن ز حرص و ہوا
حافظ مصحف خدائے کریم — مطلع نور احمد بے میم

ابن غوث الوریٰ شاہ جیلان رض
قرۃ العین آن شہ مردان

Marfat.com

غازہ طرازِ خدودِ عذرای معارفِ الٰہی بحرِ زخّارِ کمالاتِ غیر متناہی

الحاج سیّد محمدؐ امیر شاہ قادری الگیلانی المعروف "حضرت مولوی جی" کا

تعارف

از جناب عبدالقیوم صاحب ضیا سلیمی پشاور

ذخیرہ

فنونِ لطیفہ میں شاعری ایک حسّاس فن ہے۔ اِس فن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اِس فن کا انسانی نفسیات سے براہِ راست اور گہرا تعلق ہے۔ اگرچہ شاعری میں مبالغہ آرائی اور ابہام کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تاہم سچائی کے ابلاغ اور اظہار کیلئے لب و لہجہ میں ایسا نکھار اور لوچ پیدا کیا جا سکتا ہے جس کے لامتناہی تسلسل میں جھول اور تصنع کا شائبہ تک محسوس نہ ہوا اور محاکاتی صورتِ حال غیر محسوس انداز میں قاری تک پہنچ جائے۔

✿ ✿ ✿

کائنات کے آفریدگار نے مجھے حضرت مولوی جی طہرت انوارہٗ کو خلوت و جلوت میں قریب بہت قریب سے دیکھنے کے اَن گنت مواقع ودیعت کئے ہیں مجھے اُن کی سجادگی روزمرہ زندگی اور ذہنی بالیدگی کا عرفان اور مطالعاتی تجربہ ہے تا۔ شخصیت کے قد کاٹھ کا ابعادِ ثلاثہ اوزان اور اعداد و شمار کے فیتوں سے نہیں کیا جاتا۔ اسی لئے میں نے سادہ سادہ پیکرِ جمال و جلال کو ہمیشہ ہمیشہ جمالیات کی میزان میں تولا ہے۔ مروّت کے مظاہر میں مَیں نے اُنہیں آزمائش کی کٹھالیوں میں پگھلتے استقامت کے سانچوں میں ڈھلتے اور کندن کی طرح دمکتا ہوا بھی دیکھا ہے اور ایثار کے دورِ جواں میں اُن کی شمشاد قامتی اور لوحِ جبیں پر بسیط و بیکراں مسکراہٹوں کے اُمنڈتے ہوئے سحاب بھی دیکھے ہیں۔ بذلہ سنجی میں اُن کی طبعی افتاد سے بھی حظ اُٹھایا ہے اور بین الاقوامی ایالت کے لاتعداد

Marfat.com

موضوعات پر اُن کی غیر متزلزل بالغ نظری کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ زندگی کے موضوعی اور معروضی مسائل کی اُلٹ پھیر میں اُن کے ناخنِ فکر میں تدبر کی انگڑائیاں لیتی ہوئی صلاحیتوں سے استفادہ بھی کیا ہے اور گھریلو تنازعات کے تکدّر سے پیدا ہونے والے عوامل کی مڈبھیڑ میں اُن کی فیصلہ کن رائے کے اظہار سے مسلسل شکر رنجیوں اور دیرینہ تلخیوں میں مٹھاس کا رس گھولتے ہوئے مناظر بھی دیکھے ہیں۔ ذوقِ طعام آرائی میں شائستگی اور نفاست کا محاسبہ بھی کیا ہے اور مجھے تالیفِ قلوب کے سلسلہ میں منعقدہ متعدد سُہانی تقاریب میں میزبانی کے اصول و مبادیات میں لازوال ارتقائی خلوص کا گہرا شعور، کمال نفاست اور عالی حوصلگی کا ادراک بھی ہے۔ جس طرح انہوں نے میرے اندر والے ضیا کو بھانپ لیا تھا۔ اسی طرح میں نے بھی اُن کی عمیق جامع الصفات شخصیت کو ڈھونڈنے کے لئے بھرپور ریاض کیا ہے۔ میں نے اُن کے غیر مبہم اور بوقلموں خد و خال میں جو کچھ دیکھا اور پڑھا ہے وہی لکھا ہے۔ دائروں اور لکیروں میں سمٹی اور بکھری ہوئی داستان کئی مُضمر حقیقتوں کو سچائی کے بازوؤں کی قوس میں لے آئی ہے۔ اس کے دوائر اور لکیروں نے انتشار کنایہ میں کوئی بات نہیں کہی۔ ٹھیٹ اور نارمل سطح برقرار رکھی ہے۔ جو سچائی کی سادگی و پرکاری اور دل کی دھڑکنوں سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ شاعرانہ تعلّی نہیں بلکہ ایک توانا اور جاندار حقیقت ہے، کہ زندگی میں پہلی بار مجھ جیسے آزاد منش انسان کو انتہائی پابند ہو کر رہنا پڑا۔ پابندی کا التزام اس لئے بھی ضروری اور ناگزیر تھا کہ مجھے ادب نواز شخصیت کو مختلف الانواع تخلیقی زاویوں سے ری ٹیک کرنا تھا۔ مقامِ مسرت ہے کہ وہ ہر زاویہ میں پوری تابناکیوں سے ابھرے اور مخصوص انفرادیت میں او۔ کے ہوئے۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ تعلقات کا یہ حسین اور دل آویز سلسلہ اَبدلآباد تک یوں ہی پھیلتا، بڑھتا چلا جائے اور تعلقات کے نرم و نازک پاؤں میں موچ نہ آنے پائے۔ میری یہ کوشش بھی ہوگی کہ یادآوری کے سلسلے میں جب کبھی یا کسی وقت بھی میں حنابندی کی آڑ لے کر اور حنا آلودہ پارۂ کتان میں مزید گرہ ڈالتے ہوئے یہ کہوں کہ بھئی اقبال! سلام و آداب کے بعد حضرت مولوی جی صاحب سے کہہ دیجئے کہ میرے پاؤں کی حنا

الجھی گیلی ہے۔ اس لئے میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ نہیں انشاء اللہ ایسا ہرگز کبھی نہ ہوگا۔

ش ش ش

علم و دانش کے اعتبار سے حضرت مولوی جی کی شمشاد قامتی کا فراز وار تفاع بلند و بالا سہی، لیکن اُن کی شخصیت میں عجز و انکسار کی روایتی طرح داری اور سادگی میں مشرقی وضع داری کا امتزاج بڑا پیارا لگتا ہے۔ اُن کے خلوص اور لہجے کی شائستگی میکانکی نہیں، ارتقائی ہے۔ اُن کی سوچ کا انداز کثیف و ثقیل نہیں، لطیف و حسین ہے۔ اُن کا جلال فطری ہے، غیر فطری نہیں۔ غیر فطری جلال دل میں خوف و وحشت پیدا کرتا ہے۔ جبکہ فطری جلال سے قلب و روح میں تر و تازگی اور بشاشت و فرحت کی نمو ہوتی ہے۔ انہیں غصہ کم بہت ہی کم آتا ہے اس کے برعکس میں بہت جلد برہم ہوتا ہوں اور بمشکل نارمل ہوتا ہوں۔ اُن کی موجودگی اور غیر موجودگی میں کئی بار میں اس بے ادبی کا مرتکب ہوا ہوں۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں بڑا بے ادب اور گستاخ ہوں میری سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ میں چاندنی کو گھٹا اور رُبکائن کے ہلکے پھلکے کاسنی پھولوں کی مہک سے بدرجہ وافر محظوظ ہوتے ہوئے بھی اُسے بکائن کے پھولوں کی خوشبو کہتا ہوں گل تر یا نسرین و نسترن کی شمیم نہیں کہتا اسی لئے میں اکثر گھاٹے میں رہتا ہوں اور یہ گھاٹے کا سودا مجھے بہت پسند ہے۔ حضرت مولوی جی کی قوتِ مشاہدہ بہت تیز و طرار ہے۔ دنیا کے کسی بھی موضوع پر پہروں بلا تکلف اور بے تکان بول سکتے ہیں۔ ان اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان کا گھرانہ کئی پشتوں سے علم و فضل کا مرکز و محور رہا ہے۔ اُن کی طبیعت کے تہذیبی رچاؤ سے جان پہچان کے لئے جمالیاتی اسکیچ میں ترتیب دیا گیا خاندانی پس منظر ہی کافی ہے۔ اُن کا مطالعاتی ذوق رفیع و بلند ہے۔ اور میں نے انہیں زم زم کے تجسس میں اکثر ایڑیاں رگڑتے دیکھا ہے۔

درج ذیل سراپا میرے محسن و کرم فرما دوست الحاج سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی کا جمالیاتی اسکیچ ہے۔ جسے میں نے شاعری کی زبان میں کینوس پر منتقل کیا ہے۔ مجھے اپنی تہی دامنی اور کم مائیگی کا پورا پورا احساس ہے۔ کیونکہ میرا قلم اور ذہن محبت و عقیدت کے اس "تاج محل"

Marfat.com

کی تخلیق میں کوئی امتیازی معیار قائم نہ رکھ سکا۔ میرے وجدان میں موصوف کی جو وسعت و رفعت ہے قرطاس قلم اس کی عظمت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ مؤلف کی ہمہ پہلو اور متنوع شخصیت کے مکمل تر نقوش اُن کی زیرِ طبع تصنیف تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد ۲ میں اُجاگر کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

(ضیا سیلمی)

سیاحِ جداولِ طریقت و سرشارِ ایاغِ حقیقت الحاج حضرت سید محمد امیر شاہ بالقابہ قادری الگیلانی المعروف حضرت "مولوی جی" کا جمالیاتی اسکیچ

نگارِ صبحِ طریقت فروغِ مہر و وفا
حضورِ غوثِ معظم کی آنکھ کا تارا

بیاضِ رُخ کی بشاشت ہے ماہتابِ تمام
جبیں ہے نور کی کرنوں سے آفتابِ تمام

غلافِ چشم میں رقصاں ہے کوثر و تسنیم
نفس نفس میں تقدس کی معرفت کی شمیم

محبتوں کی شفق تیرے بازوئے ایثار
سخا و جُود کی عکاس رفعتِ کردار

مصافحہ میں حرارت ہے دلربائی کی
معانقہ میں حلاوت گرہ کشائی کی

صداقتوں کی امیں تیری کاوشِ تخلیق
قلم سے تیرے فروزاں جواہرِ تحقیق

جمالِ سیم تناں سروِ نوبہار ترا
فرازِ کاہکشاں خطِ رہ گذار ترا

کلیدِ غرۂ شوال تیری پاک نگاہ
زباں پہ ذکرِ جمیلِ رسولؐ شام و پگاہ

بعونِ ایزد و الطافِ حُبّ فخرِ بشر
بہ حُسنِ طلعتِ تاباں جو قدسیاں ننگر

گُل زگوشۂ دستارِ شاہ عبداللہ ۱۳۹۲ھ
کیا ہے جس نے مکرر طوافِ بیت اللہ

گلابِ گلشنِ سید حسن ابوالبرکات
ز فرق تا بہ قدم رُوحِ مخزنِ حسنات

Marfat.com

عبیرِ گیسوئے مُشکبینِ شاہ محمّد غوث
انیسِ فضل و جلیسِ مشائخ بے لَوث

سراجِ طاقِ خمِ ابروانِ عابد شاہ
حدیقۂ زفرادیس سیّد موسیٰ

ہلالِ تابشِ رُخسار سیّد عیسیٰ
بہ اوجِ ہمچو ثریّا بہ حلم چو دیب

جمالِ رُوئے گُل آغا میر جی صاحب
گلیم فقر و نوید سحابِ رحمتِ ربّ

شکوہِ سیرتِ آقائے پیر جان صاحب
ہیں تیری ذات میں مُضمر بہ فیضِ شاہ عرب

ضیائے دیدۂ سیّد سعید احمد شاہ
وہ جن کے دوش پہ لہرائے آپ صورتِ ماہ

تبسّم زلبِ قند پاشِ شاہِ زماں
نثارِ نُطق جواں ہے فصاحتِ سحباں

شعور و فہمِ غزالی بہ ہر بُنِ موئے
وقارِ بوذر و سلمانِ پارسی خوئے

گُل خلوص بہ فرقت ز سر خوشی ماندم
ضیا اساسِ محبت بہ بندگی ماندم

ذخیرہ

Marfat.com

ذخیرہ

Marfat.com

Marfat.com